ساحل

جمادی الثانی ۱۴۲۸ جون ۲۰۰۷ lodhi_sahil@hotmail.com

نعت ﷺ — قارئین ساحل کی شکایت — جاوید غامدی: تاریخ فکر اسلامی کے زعیم: زنیم یا ختار

جدیدیت کے سائے میں انگریزی زبان کی نئی اصطلاحات اور نئے محاورے : جدیدیت کے زبان پر مرتب ہونے والے ہولناک اثرات کا جائزہ

کانٹ کا کوپرنکی انقلاب: مذہب انسانیت کا آغاز — انسان پرستی کی مابعد الطبعیات کانٹ کی نظر میں

جاوید غامدی کے نام ساحل کے خطوط اور جاوید غامدی کی پراسرار خاموشی — ساحل کا ہر شمارہ خصوصی دستاویز

نعت ﷺ

نبی ﷺ کے در پر پہنچ کے خود کو مثال کرتی ہیں میری آنکھیں
کمالِ رحمت کو دیکھتی ہیں، کمال کرتی ہیں میری آنکھیں
سلام کہتی ہیں خامشی میں درود پڑھتی ہیں آنسوؤں میں
بڑے سلیقے سے کوششِ عرضِ حال کرتی ہیں میری آنکھیں
وہ روضۂ پاک سامنے ہے تو اشک جاری ہیں یوں مسلسل
کہ جیسے اب تک نہ دیکھنے کا ملال کرتی ہیں میری آنکھیں
سحر کو جس وقت گونجتی ہے حرم میں اک کیفیت اذاں کی
تو لَے میں اشکوں کی جشنِ یادِ بلالؓ کرتی ہیں میری آنکھیں
نبی ﷺ کے دیدار کو تو صدیوں میں جا کے ملتا ہے ایک لمحہ
اس ایک لمحے میں عمر بھر کے سوال کرتی ہیں میری آنکھیں
یہ چاہتی ہیں کہ سب سے پہلے نظر میں رکھ لیں حرم کے جلوے
پھر اپنی کوتاہ دامنی کا خیال کرتی ہیں میری آنکھیں
نہ جاگتے میں جو دیکھ پائیں تو خواب میں دیکھتی ہیں ان ﷺ کو
خوشا مقدر کہ ہجر کو بھی وصال کرتی ہیں میری آنکھیں
ہے روضۂ مصطفیٰ ﷺ مقابل تو اشک ہیں درمیاں میں حائل
بقدر دیدار دیکھنا بھی محال کرتی ہیں میری آنکھیں
جہاں کے ذرے بھی ہیں ستارے اس آستانے پہ کب چلو گے
زبانِ گریہ میں مجھ سے شاؔعر سوال کرتی ہیں میری آنکھیں

جاوید غامدی تاریخ فکر اسلامی کے زعیم: زنیم یا ختار

زاہد الراشدی صاحب کے جانشین علامہ عمار ناصر جواب غامدی صاحب کے روحانی سجادہ نشین بن چکے ہیں۔ان کی روایت شبیر میواتی کے ذریعے ساحل تک پہنچی کہ ''ان کے پیرو مرشد غامدی صاحب کو لفظ اصلاحی بہت پسند تھا لیکن وہ مدرسۃ الاصلاح سے فارغ التحصیل نہیں تھے لہٰذا انھوں نے غامدی کنیت اختیار کی جو اصلاحی کا مترادف ہے''۔ معلوم یہ ہوتا ہے کہ نہ غامدی صاحب کو عربی آتی ہے نہ ان کے جانشین عمار ناصر کو۔المیہ ہے کہ حضرت مولانا سرفراز صفدر خان کا پوتا حرم سے نکل کر دیر پہنچ گیا اور اس کفر پر حرم میں سناٹا رہا۔ساحل نے غامدی صاحب کی خدمت میں مئی کا ساحل اور چند خطوط روانہ کیے جس کا جواب یہ ملا کہ آپ اپنا کام کریں ہم اپنا کام کر رہے ہیں۔یہ دھمکی بھی ملی کہ ساحل کے خلاف عدالت سے حکم امتناع حاصل کیا جا رہا ہے۔جب دلیل ختم ہو جائے اور اپنے دفاع میں کہنے کے لیے کچھ باقی نہ بچے تو عدالتوں کی پناہ حاصل کی جاتی ہے لیکن غامدی صاحب کو معلوم نہیں کہ تاریخ میں عالم پناہ کہلائے جانے والے اِدھر اُدھر پناہ ڈھونڈتے پھرتے ہیں۔انھوں نے انسانی حقوق کے منشور Human Right Dectraction کو اسلامی قرار دے کر اہل عالم کو اس پر ایمان لانے کی دعوت دی ہے جب کہ مذہب انسانیت کا یہ دستور وحی الٰہی یا سنت محبوب الٰہی سے اخذ نہیں کیا گیا بلکہ فیڈرلسٹ پیپرز اور امریکی دستور سے تیار کیا گیا ہے۔اس کی مرتبہ امریکی صدر روزویلیٹ کی اہلیہ ایلینا روز ویلیٹ ہیں۔[Religion of human rights] کا فرانہ فلسفہ ہے جس نے بحر و بر کو فساد سے بھر دیا اور دنیا کو ایک ایسی ہولناک جنگ میں جھونک دیا جس میں تین سو سال کے اندر مغربی اقوام کے ہاتھوں ایک ارب پچھتر کروڑ لوگ مارے جا چکے ہیں۔اس سلسلے میں کیمبرج یونیورسٹی سے شائع ہونے والی مائیکل مین کی کتاب The Dark Side of the Democracy کا مطالعہ کیا جائے۔غامدی صاحب یہ بتا دیں کہ حقوق انسانی کے مغربی فلسفیانہ منشور کو ایک اسلامی آفاقی منشور کیسے تسلیم کیا جائے؟ عصر حاضر کے بڑے فلاسفہ کہتے ہیں کہ انسانی حقوق ایک خاص تاریخ و تہذیب سے برآمد ہوئے ہیں اور ان کو آفاقی کہنا ٹھیک نہیں ہے لیکن غامدی صاحب نے کبھی اہم مغربی فلاسفہ کی کتابوں کا مطالعہ نہیں کیا۔انسان پرستی کے کافرانہ فلسفے کے لیے کانٹ نے فلسفیانہ بنیادیں فراہم کیں۔اس کے خیال میں Metaphysic انسانی خود مختاری میں حائل ارادہ انسانی کی تحدید،اور انسان کے عقل کل ہونے کی نفی کرتی ہے۔لہٰذا اس کا انکار ضروری ہے۔کانٹ نے بتایا کہ انسان کو صرف اپنی اتباع کرنی چاہیے۔کانٹ کی نظر میں سب سے ذلیل انسان وہ ہے جو اپنے نفس کے سوا کسی اور کے سامنے سر جھکائے خواہ وہ خدا ہی کیوں نہ ہو۔ارادہ الٰہی کوئی خیر نہیں اصل خیر ارادہ انسانی ہے۔اخلاقیات کی بنیاد ارادۂ الٰہی یا فطرت نہیں بلکہ ارادۂ انسان ہے۔انسان صرف اپنے بنائے ہوئے قوانین کا فرماں بردار ہے اس کے سوا کوئی فرماں برداری جائز نہیں۔غامدی صاحب انسانی حقوق کو اسلام سے ثابت کر رہے ہیں انھیں یہ بھی نہیں معلوم کہ مغرب کے بڑے بڑے فلاسفہ نے حقوق انسانی کے منشور کو آفاقی [Universal] تسلیم کرنے سے انکار کر دیا ہے۔غامدی صاحب فرماتے ہیں کہ مغرب اسلام کے قریب آ رہا ہے۔اس خطیبانہ دعوے کی تحقیق کے لیے ہم نے انگریزی زبان کی تاریخ اور لغات سے رجوع کیا تو ہولناک صورت حال سامنے آئی۔مغرب نے ایک نئے انسان،ایک نئی عورت،ایک نئی کائنات،ایک نئے خدا اور نئے زمین و آسمان پیدا کیے جو قدیم سے سراسر مختلف تھے۔اس نئی دنیا میں تمام علوم نقلیہ جہالت قرار دیے گئے۔مابعد الطبعیات ہی تبدیل ہو گئی تو الفاظ، جملے، محاورے ،تراکیب، کہاوتیں، حکایتیں، اصطلاحات بھی تبدیل ہونے لگیں اور تخلیق بھی ہونے لگیں، نئے نئے محاورے ایجاد ہونے لگے۔گزشتہ سو برس میں انگریزی زبان میں جو بے ہودہ محاورے، تراکیب ایجاد اور رائج ہوئیں ان کی مختصر فہرست کو پڑھتے ہوئے سلیم الطبع لوگوں کو قے آنے لگتی ہے۔ایسی غلیظ اور ذلیل تہذیب تاریخ میں کبھی پیدا نہیں ہوئی۔جاوید غامدی صاحب اس لغت کا مطالعہ کرنے کے بعد ارشاد فرمائیں کہ کیا مغربی تہذیب اسلام کے قریب آ رہی ہے یا قیامت کے قریب جا رہی ہے۔

قارئین ساحل کی شکایت

ہمارے قارئین نے شکایت کی ہے کہ ساحل میں شائع ہونے والے مضامین کا خط اس قدر باریک ہوتا ہے کہ بسا اوقاتِ اسے پڑھنا مشکل، دشوار بلکہ محال ہوجاتا ہے۔ پہلے صفحے سے لے کر آخری صفحے تک کوئی جگہ ایسی نہیں ہوتی جو خالی ہو۔اس قدر لوازمہ جب اتنے خفی خط میں لکھا جاتا ہے تو مشکلات دوچند ہوجاتی ہیں۔قارئین کا یہ شکوہ بالکل بجاہے لیکن اس شکوے کا مثبت پہلو یا دوسرا رخ یہ ہے کہ ساحل سوصفحات میں دوسوصفحات سے زیادہ لوازمہ پیش کرتا ہےاور اس کا ہدیہ صرف دس روپے ہے۔کم از کم برعظیم پاک وہند میں کوئی رسالہ اس قدر کم قیمت میں اس قدر وقیع معلومات لیکن اس قدر مہین لوازمہ پیش نہیں کررہا۔

ساحل کے وسائل محدود بلکہ نہ ہونے کے برابر ہیں اس کے باوجود ہم ہر ماہ رسالہ پابندی سے شائع کرتے ہیں اور کوشش کرتے ہیں کہ ہر اہم موضوع کا احاطہ ہوجائے۔یہ دنیا کا واحد رسالہ ہے جس کا نہ کوئی دفتر ہے نہ عملہ۔اس رسالے سے کسی ایک فرد کا بھی رزق یا روزگار وابستہ نہیں۔یہ رسالہ صرف اور صرف اللہ رب العزت کے بھروسے اور اس کی نصرت سے نکالا جارہا ہے۔ساحل نہ کسی سے چندہ طلب کرتا ہے نہ کسی کے آگے ہاتھ پھیلانے کا روادار ہے۔ہمارے بہت سے قارئین نے ہمیں مشورہ دیا ہے کہ ساحل کے لیے اشتہارات حاصل کیے جائیں،لیکن ہمیں اس ذلت کا بخوبی اندازہ ہے جو اشتہارات کے حصول میں اٹھانی پڑتی ہے۔فقیر کی طرح کشکول لے کر ایک ایک در پر صدا لگانا دینی غیرت وحمیت کے منافی ہے۔دین کا کام کرنے والوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ وقار اور احترام کی روایات زندہ رکھیں۔لوگوں سے چندے کی اپیل کرنے اور ایک ایک دروازے پر بھیک کا پیالہ لے جانے سے بہتر ہے کہ رسالہ بند کردیا جائے۔یہ ہمارا طے شدہ نقطۂ نظر ہے خواہ آپ کو پسند ہو یا ناپسند......کم از کم ساحل کی غیرت ایسے بے حمیت کاموں کو گوارا نہیں کرتی۔ہم نے بارہا اپنے قارئین سے کہا ہے کہ اگر اس ضمن میں وہ خود رضاکارانہ اپنی خدمات پیش کریں،خود اشتہارات حاصل کرلیں یا خود وہ ذرائع پیدا کریں جس کے لیے وہ ہمیں ہدایات دیتے ہیں تو ہمیں قطعاً کوئی اعتراض نہ ہوگا،لیکن ساحل کے لیے یہ ممکن نہیں کہ وہ اہل دنیا اور اہل ہوا وہوس کے طور طریقوں کو اختیار کرے جنھوں نے دین کے کام کو بھی کاروبار کا درجہ دے کر اسے دنیا سمیٹنے کا سہل ذریعہ بنالیا ہے۔اللہ نے جتنے وسائل دیے ہیں اس کے اندر رہتے ہوئے ہم دین کی جو بھی خدمت کرسکتے ہیں اس کے لیے حاضر ہیں۔

ہم نہایت افسوس کے ساتھ آپ کو یہ بتانا چاہتے ہیں کہ ساحل کے بعض مخلص احباب وقارئین نے رضاکارانہ طور پر ہم سے خود کچھ وعدے کیے لیکن وہ اپنے وعدوں کو یا تو نبھا نہ سکے یا یاد نہ رکھ سکے یا وہ اس انتظار میں رہے کہ ہم انھیں ان کا وعدہ یاد دلائیں گے اور اسی بہانے ان کے سامنے کشکول پھیلا دیں گے۔ساحل ان مخلص احباب کے اخلاص میں کوئی شبہ محسوس نہیں کرتا۔اگر وہ وعدہ کرکے بھول گئے ہیں تو انھیں اس کا حق حاصل ہے۔اگر وہ اس خیال میں ہیں کہ ساحل کبھی نہ کبھی وعدہ یاد دلانے کے لیے ان کے دروازے پر دستک دے گا تو الحمدللہ ساحل اس معصیت کے ارتکاب سے قاصر ہے۔اللہ اور اس کے رسول کے کام کے لیے لوگوں کو صرف متوجہ کرنا سنت محبوب الٰہی ہے۔وہ کام ہم نے کردیا اس سے آگے کسی اقدام کی نہ ہم میں طاقت ہے نہ استطاعت،نہ یہ دین کا مزاج ہے نہ ساحل نکالنے والوں کا شیوہ۔ہمیں کسی سے کوئی شکایت نہیں ہے۔اللہ کے دین پر اس وقت چاروں طرف سے یلغار ہورہی ہے۔یہ یلغار صرف بیرونی نہیں اندرونی بھی ہے۔غیروں کی طرف سے نہیں اپنوں کی جانب سے بھی ہے۔الحمدللہ اس یلغار کے سامنے ساحل ایک مضبوط دیوار کی طرح کھڑا ہے۔ہمیں نہیں معلوم کہ ہم آپ کے تعاون کے بغیر ان موجوں کا تند وتیز لہروں کا اس طغیانی کا سیلاب کا تنہا مقابلہ کب تک کرسکیں گے لیکن ہمیں اپنے رب سے امید ہے کہ وہ خود ہمارے لیے وسائل کا بندوبست کرے گا۔ہماری پہلی اور آخری امید مالک الملک سے ہے۔ہماری دعا صرف یہی ہے کہ اے اللہ ہمیں محتاجوں کا محتاج نہ بنا۔لیکن ہمیں اپنے قارئین سے ایک شکوہ ہے ان سے ہم نے بارہا قلمی تعاون اور بے رحمانہ تنقید کی استدعا کی تھی لیکن نہ تو قلمی تعاون کے سلسلے میں کوئی پیش کش موصول ہوئی نہ ہمارے کام پر جارحانہ نقد آسکا اس ضمن میں ہم حافظ محمد موسیٰ بھٹو صاحب، جناب عمرانور کراچی، ڈاکٹر عبداللہ لاہور، فراست رضوی، کراچی کے احسانات کبھی نہیں بھول سکتے جو نہایت توجہ سے ساحل کا مطالعہ کرتے ہیں اور اس کی ایک ایک سطر کا بے لاگ ناقدانہ جائزہ پیش کرتے ہیں۔کاش ہمارے تمام قارئین ہمارے ان چاروں محسنوں کے نقش قدم کو نشان راہ بنالیں۔ساحل کے اگلے ایک سال کے خصوصی شمارے تیار ہیں اگر ہمارے پاس وسائل ہوتے تو ہم ہر ماہ دوسو سے تین سو صفحات شائع کرسکتے تھے کیونکہ موضوعات بہت ہیں،صفحات محدود ہیں،خصوصاً حالات حاضرہ سے متعلق بعض اہم موضوعات پر لکھنا نہایت ضروری ہے لیکن افسوس کہ بہت سی خواہشات پوری نہیں ہوسکتیں۔ہمارے بعض اہل علم قارئین ہمیں مختلف موضوعات پر لکھنے کے لیے عمدہ ہدایتیں دیتے رہتے ہیں لیکن خود اپنی صلاحیتوں سے ہمیں مستفید نہیں کرتے۔شاید دوسروں کو وقتاً فوقتاً ہدایات جاری کرنا آسان کام ہے۔قلمی وعلمی تعاون کرنا مشکل،بہر حال یہ المیہ ہے ان سے عاجزانہ استدعا ہے کہ ہمارے قلمی شریک بن جائیں۔

جاوید غامدی: تاریخ فکر اسلامی کے زعیم: زنیم یا ختار

جناب غامدی صاحب کا دعویٰ ہے کہ وہ دبستان شبلی کے آخری آدمی ہیں جو مشرقی و مغربی علوم کے جامع ہیں اور ان کا فکر مشرق و مغرب کے مابین ایک آخری پل ہے جس کے ذریعے دونوں تہذیبوں میں مصالحت، مفاہمت اور مکالمے کا امکان ہے۔ ان کے خیال میں مغرب کی سائنسی ترقی فکر اسلامی کی توسیع ہے اور مغربی تہذیب اسلامی تہذیب کی ہی جلوہ گری ہے۔ مغرب نے مذہب انسانیت اور بنیادی حقوق کے تصورات دے کر پوری دنیا کو انسانیت کے مشترکہ کلمے پر جمع کر دیا ہے جو انبیاء کی دعوت کا منہاج تھا اور اسلامی انقلاب کی معراج و مقصود بھی.......... لہٰذا اب مغربی تہذیب تاریخ کے اس موڑ پر آ گئی ہے جہاں تاریخ کا سفر اختتام پذیر ہو گیا ہے اور وہ تیزی سے اسلام کے قریب آ رہی ہے اور ممکن ہے کہ وہ اسلام میں ضم ہو جائے لیکن مغرب کے قبول اسلام کی راہ میں اصل رکاوٹ علماء دین، اسلامی تحریکیں، اسلامی جماعتیں اور امت مسلمہ کا وہ تصور دین ہے جو قرآن سنت اجماع و قیاس کے ماخذات کے ذریعے ظہور کرتا ہے لیکن یہ ظہور دین اسلام کا اصل چہرہ اصل رنگ اور اصل حقیقت نہیں ہے۔ روایتی اسلام جو ائمہ اربعہ کے اجماع اور مسلک جمہور کے ذریعے امت مسلمہ کی ترجمانی اور اس امت کے عقیدے کی نگہبانی کرتا ہے فی الاصل مغرب کی اسلام سے وحشت کا واحد سبب ہے لہٰذا اصل دین کا چہرہ اگر مغرب کو دکھا دیا جائے تو مغرب اسلام کی آغوش میں آ جائے گا۔

غامدی صاحب ان خیالات کو اپنے خوبصورت اسلوب، دل نشین پیرائے میں اس طرح بیان کرتے ہیں کہ سننے والے ان کی طلاقت لسانی کے قائل ہو جاتے ہیں لیکن جب ان کی خطابت اپنا گھونگھٹ الٹ کر حقیقت، تاریخ، فلسفہ، منطق، سائنس کی دنیا میں آتی ہے تو یہ محض جہالت اور جاہلیت خالصہ رہ جاتی ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ علمی مسائل کی صحت اور عدم صحت کا تعین عوام کی ذمہ داری نہیں ہے۔ عوام کالانعام ہوتے ہیں وہ نہ علم رکھتے ہیں نہ تحقیق کا ذوق نہ ان کی علمی سطح اس قابل ہوتی ہے کہ وہ غامدی صاحب جیسے متجدد دین، منکرین حدیث کے افکار کا ناقدانہ جائزہ لے سکیں۔ لہٰذا غامدی صاحب اپنی خطابت سے افکار اسلامی کا...... جو تانا بانا بنتے ہیں وہ خوبصورت تو نظر آتا ہے لیکن یہ مکڑی کے جالے سے زیادہ کمزور ہے۔ ذیل میں ہم غامدی صاحب کے دعوؤں کا جائزہ لیں گے اور مغربی فکر و فلسفہ کی تاریخ سے ثابت کرنے کی کوشش کریں گے کہ غامدی صاحب مغرب کے بارے میں کچھ نہیں جانتے۔ انھیں مغربی فلسفے و تاریخ کی ابجد سے بھی واقفیت نہیں ہے۔ انھوں نے انسانی حقوق کے منشور Human Right Dectraction کو اسلامی قرار دے کر اہل عالم کو اس پر ایمان لانے کی دعوت دی ہے جب کہ مذہب انسانیت کا یہ دستور وحی الٰہی یا سنت محبوب الٰہی سے اخذ نہیں کیا گیا بلکہ فیڈرلسٹ پیپرز اور امریکی دستور سے تیار کیا گیا ہے۔ اس کی مرتبہ امریکی صدر روز ویلیٹ کی اہلیہ ایلینا روز ویلیٹ ہیں۔ امریکی ریاست اور عالمی سرمایہ دارانہ نظام کی بنیاد مذہب حقوق انسانی پر رکھی گئی ہے جو مغرب کے جدید فلسفے سے رہنمائی لیتا ہے یہ فلسفہ ڈیکارٹ سے شروع ہوا تھا۔ *I think therefore I am* تاریخ فلسفہ میں ڈیکارٹ پہلا فلسفی ہے جس نے اس جملے کے ذریعے وجود انسانی کے سوا ہر وجود کو ناقابل اعتبار ٹھہرا کر مابعد الطبیعیاتی سوالات کو فلسفے کی اقلیم سے خارج کرنے کا فریضہ انجام دیا جس کا حتمی نتیجہ بیسویں صدی میں سامنے آیا، جب پوسٹ ماڈرن ازم کے فلاسفہ نے پچیس سو سال تک فلسفہ میں زیر بحث آنے والے تین سوالات کو جن کا تعلق Metaphysics، Epistemology، Axiology[Values] سے تھا لایعنی قرار دے کر فلسفے کی تاریخ بدل ڈالی۔

وہ تین سوالات جو پچیس سو سال تک حقیقت کلی، حقیقت ازلی اور حقیقت ابدی کے تصور اس کے حصول کے ذرائع اور اس کے نتیجے میں خیر و شر کے معیارات کے تعینات سے متعلق تھے۔ فلسفہ پس جدیدیت [Post modren Philosphy] نے ان سوالات کو لایعنی، مہمل، فضول، بے کار، بے تکے قرار دیا۔ سوالات یہ تھے:

[1] What is real [2] How do we know. [3] What is good, right, or beautiful.

ڈیکارٹ نے جس ریب، شک، تشکیک کی بنیادوں پر اپنے فلسفے کی عمارت تعمیر کی بالآخر یہ بنیادیں فلسفے کی قدیم بنیادوں کے انہدام کا سبب بن گئیں اور دنیا کی تاریخ میں پہلی مرتبہ ایک ایسی تہذیب وجود پذیر ہوئی جس نے مابعد الطبیعیاتی سوالات کا انکار کیا۔ خدا کے وجود سے منحرف ہوئی۔ خیر و شر کے تمام پیمانوں کو لغو بے کار لایعنی قرار دے کر خواہش نفس کو الٰہ العالمین قرار دے دیا اور نفس انسانی کو خیر و شر کا ماخذ، حق و باطل کا پیمانہ، اندھیرے اور اجالے کا منہاج قرار دے کر الوہیت رب کے بجائے الوہیت انسانی کا مذہب ایجاد کیا۔ [Religion of human rights] جس نے بحر و بر کو فساد سے بھر دیا اور دنیا کو ایک ایسی ہولناک جنگ میں جھونک دیا جس میں تین سو سال کے اندر مغربی اقوام کے ہاتھوں ایک ارب پچھتر کروڑ لوگ مارے جا چکے ہیں۔ اس سلسلے میں کیمبرج یونیورسٹی سے شائع ہونے والی مائیکل مین کی کتاب The Dark Side of the Democracy اور ساحل کے جون، جولائی، اگست اور ستمبر ۲۰۰۵ء کے شمارے ملاحظہ فرمایے۔ ٹائن بی کے الفاظ مستعار لیے جائیں تو دنیا میں اکیس تہذیبیں رہی ہیں لیکن ان اکیس تہذیبوں میں ایک بھی ایسی تہذیب نہ رہی جس میں مابعد الطبیعیاتی سوالات موجود نہ رہے ہوں جس میں خدا اور آخرت کے تصورات نہ پائے جاتے ہوں جہاں خیر و شر کے

مستقل اور معین پیمانے نہ ہوں، جہاں حق و باطل تاریخ کے ہر موڑ پر تبدیل ہوتا ہو۔ ان معنوں میں مغربی تہذیب جسے مار ماڈیوک پکتھال تہذیب نہیں، بہیمیت [savegry] کہتے ہیں اور اسے کتے بلیوں کی تہذیب قرار دیتے ہیں۔ دنیا کی واحد تہذیب ہے جو گناہ کو خیر کل، حقیقت کلی، حقیقت ازلی و ابدی سمجھتی ہے، وجود خدا کے ساتھ ساتھ وجود آخرت کا انکار کرتی ہے۔ دنیا کی زندگی کو سب کچھ سمجھتی ہے اور اسی دنیا میں جنت تعمیر کرنے کا دعویٰ کرتی ہے۔ مغرب کی یہ مادی جنت سائنس و ٹیکنالوجی کی بیساکھیوں پر کھڑی ہے اور اس جنت کی نعمتوں سے لطف اندوز ہونے کا حق صرف ان لوگوں کو حاصل ہے جو سرمایہ دارانہ نظام کے خادم بن کر شب و روز اس کی بیگار میں جت کر زیادہ سے زیادہ پیسے کما سکیں اور پھر زیادہ سے زیادہ لذت حاصل کر سکیں۔ خدا کی جنت میں نہ محنت ہے نہ مشقت نہ بھوک، نہ پیاس، نہ خوف، نہ ماضی کا خدشہ، نہ مستقبل کا اندیشہ، نہ لغو، نہ لہو، نہ لعب وہاں ہر چیز بلا معاوضہ ملے گی لیکن مغرب کی سائنس و ٹیکنالوجی کی مصنوعات پر مشتمل زمینی جنت پیسے کے بغیر نہیں مل سکتی لہٰذا اس عہد کا خدا اس عہد کا پیغمبر نعوذ باللہ۔ Capital ہے لہٰذا تمام انسانی رشتے تعلقات معاملات صرف اور صرف پیسے Capital کے ذریعے جانچے، مانے اور ناپے جا رہے ہیں، پیسہ ہی منہاج علم ہے، پیسہ ہی وہ کسوٹی ہے جو معاشرے میں کسی فرد کے مقام و مرتبے کا تعین کرتا ہے لہٰذا پوری دنیا نفس پرستی کے مذہب پر ایمان لے آئی ہے اور پیسے کی دوڑ میں شریک ہو کر اپنی اقدار روایات، تہذیب، تاریخ، رسوم و رواج کو تاراج کر رہی ہے۔ اب جاوید احمد غامدی مغرب کے اس فلسفۂ مذہب انسانی، فلسفہ الوہیت حیوانی کی مذہبی تعبیریں پیش فرما رہے ہیں۔ جاوید غامدی صاحب کو یہ بھی معلوم نہیں کہ ڈیکارٹ کے فکر پر مبنی فلسفے کی بنیاد محض شک ہے یہ انسانوں کے ذہن کی تخلیق ہے اس کا کوئی پہلو حتمی، قطعی اور آخری نہیں ہے یہ کسی بھی لمحے تبدیل ہو سکتا ہے یہ فلسفہ قرآن کی آیات نہیں جس میں تغیر و تبدیل کی گنجائش نہیں، پھر اس فلسفے کو قطعی اور حتمی ماننے کا جواز انھوں نے کہاں سے اخذ کیا ہے۔ فلسفہ کیا ہے، کسے کہتے ہیں مختصراً فلسفے کی اہم تعریفیں درج ذیل ہیں:

[1] "The love of wisdom." [2] "Philosophy is the name for a subject area of study". [3] Philosophy is a term to identify an individual's general approach to life". [4] Philosophy is the identification of the presuppositions and assumptions underlying a subject matter [for example, the philosophy of science, the philosophy of history, and so forth]; [5] Philosophy as a techniques to clarify the way language is used. [6] Philosophy is an activity undertaken by human beings who are deeply concerned about who they are and what everything means, and that a philosopher is a person who perceives in some measure the ways in which the various experiences and awarenesses of existence form a pattern of meaning. [7] Philosophy, without apology, forcefully directs attention to the relentless efforts of human beings to achieve an organized view of themselves and the universe in which they live.

فلسفے سے ناواقف لوگوں کے لیے اس بیان کی مزید تشریح درج ذیل ہے:

"Philosophic study means the habit of always seeing an alternative". This statement, by the American philosopher William James, introduces another aspect of the issue approach to philosophy. The issue approach exposes students to a provocative variety of positions taken by philosophers on major questions. By examining this diversity of ideas students are forced to speculate about the range of the possible. The aim is to stretch the mind, to explore the realm of the conceivable. By scanning the horizon in many directions, students can more firmly fix their own positions or the positions of others.

فلسفہ ہمیشہ متبادل کا متلاشی رہتا ہے جو غامدی صاحب کا پسندیدہ مشغلہ ہے، فلسفہ ہر شے کو سوال کی تلوار پر رکھ لیتا ہے لیکن کسی سوال کا حتمی قطعی جواب نہیں دیتا۔ کھلا ذہن فلسفہ کا ثمر ہے جس کا مطلب ہے ایک ایسا آدمی جس کا منہ ہمیشہ کھلا رہے جو ہمیشہ سوالات اٹھاتا اور اعتراضات کرتا رہے۔ غامدی صاحب کا یہی طریقہ کار ہے جسے فلسفہ کی تعلیم کے دوران غامدی صاحب نے طرز حیات کے طور پر اختیار کر لیا ہے۔

The philosophy questions everything and settles nothing, some reassurance may be found in the words of the late English journalist-critic G.K. Chesterton, who remarked: "Merely having an open mind is nothing. The object of

opening the mind, as of opening the mouth, is to shut it on something solid."

فلسفے کی ان مغربی تعریفوں کے بعد جاوید غامدی صاحب یہ بتادیں کہ حقوق انسانی کے مغربی فلسفیانہ منشور کو ایک اسلامی آفاقی منشور کیسے تسلیم کیا جائے؟ غامدی صاحب کو یہ بھی معلوم نہیں کہ مغرب کے بڑے بڑے فلاسفہ نے حقوق انسانی کے منشور کو آفاقی [Universal] تسلیم کرنے سے انکار کردیا ہے۔ عصر حاضر کے سرکاری امریکی لیکن اہم فلسفی رچرڈ رارٹی کہتے ہیں کہ یہ ایک خاص تاریخ و تہذیب سے برآمد ہوتے ہیں اور ان کو آفاقی کہنا ٹھیک نہیں ہے لیکن غامدی صاحب نے کبھی ان فلاسفہ کی کتابوں کا مطالعہ نہیں کیا۔ آئندہ شمارے میں ہم ان کتابوں کی فہرست پیش کریں گے۔ جن میں حقوق انسانی کے منشور کو آفاقی تسلیم کرنے سے انکار کیا گیا ہے۔ جس منشور کو مغرب کے دانشور فلسفی آفاقی نہیں مانتے۔ غامدی صاحب اسے آفاقی اسلامی ثابت کرنے پر تلے ہوئے ہیں جس سے ان کی جہالت کا بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

غامدی صاحب Humanism کا ترجمہ انسانیت نوازی کرتے ہیں۔ Humanity کا ترجمہ انسانیت کرتے ہیں اور اسے عین اسلام قرار دیتے ہیں۔ انھیں یہ معلوم نہیں کہ کسی بھی زبان اور فلسفے کے خیالات [Ideas] اور اصطلاحات [Terminology] کا ترجمہ یا ترجمانی کسی دوسری زبان میں ممکن ہی نہیں۔ انھیں ترجمے کی تنگ دامانی کا اندازہ ہی نہیں وہ زبانوں کے تراجم کی تاریخ، تراجم کی مشکلات سے قطعاً ناواقف ہیں۔ اس کی تفصیل آپ آگے ملاحظہ کریں گے۔ سردست ہم ان کے تصور انسانیت پر گفتگو کریں گے۔ مغرب میں کوپرنیکس کی کتاب سیاروں کی گردش The revolution of Celestial Spheres نے سائنسی دنیا میں انقلاب برپا کردیا جس کے باعث یونانی سائنس کا خاتمہ ہوگیا اور اس کے ساتھ ساتھ عیسائیت بھی منہدم ہوگئی۔ کیونکہ عیسائیت نے یونانی منطق، فلسفے اور سائنس سے مرعوبیت کے باعث یونانی سائنسی منطقی، فلسفیانہ، افکار و معتقدات کو عیسائی دینیات والٰہیات کا حصہ بنالیا تھا۔ اس بدعت و گمراہی کے نتیجے میں یونانی سائنس کا یہ احمقانہ مفروضہ کہ ''زمین ساکن ہے'' عیسائی عقائد کا لازمی حصہ قرار پایا جسے کوپرنیکس نے علماً اور عملاً غلط ثابت کردیا۔ اصلاً کوپرنیکس نے یونانی سائنس کی تردید کی تھی۔ لیکن اس کے نتیجے میں عیسائیت بھی رد ہوگئی اور مذہبیت کے خلاف سائنسی انقلاب برپا ہوگیا۔ کوپرنیکس نے پہلی مرتبہ یہ بتایا کہ اجسام سماوی زمین کے گرد گردش نہیں کرتے بلکہ زمین اور دوسرے سیارے سورج کے گرد گردش کرتے ہیں۔ کانٹ نے اسی کوپرنیکسی انقلاب کو مابعد الطبعیات اور علمیات میں برپا کیا اور اس نے تمام گردش کا محور انسان کو قرار دیا۔ دنیا کی اکیس تہذیبوں میں خدا مرکز و محور کائنات رہا اسے God procentic approach کہا جاتا تھا۔ کانٹ نے تاریخ فکر انسانی میں پہلی مرتبہ اس فکر کو تبدیل کر کے انسان کو محور مرکز کائنات قرار دے کر ایک نئے مذہب، نئی مابعد الطبعیات، کی بنیاد ڈالی جسے ہم آج مذہب انسان پرستی [Religion of human worship] کے نام سے جانتے، پہچانتے اور بلا تکلف اس پر ایمان لاتے ہیں۔ دیر و حرم کا اس مذہب پر اجماع ہوگیا ہے۔ روایتی طور پر مابعد الطبعیات کا تعلق خدا کائنات اور روح اور تصور خیر و شر سے ہے۔ لیکن کانٹ نے اس مابعد الطبعیات کو نقد کا نشانہ بنا کر مغربی بہیمیت کے لیے علمی بنیادیں فراہم کیں۔ اس کے خیال میں Metaphysic انسانی خودمختاری میں حائل ارادہ انسانی کی تحدید، اور انسان کے عقل کل ہونے کی نفی کرتی ہے۔ لہٰذا اس کا انکار ضروری ہے۔ کانٹ نے بتایا کہ انسان کو صرف اپنی اتباع کرنی چاہیے یعنی انسان اپنے self کی پرستش کرے کیونکہ وہ خود پرستش کیے جانے کے قابل ہے وہ خود خدا ہے، خود خیر و شر کا ماخذ ہے اور اس کا نفس کائنات کے اسرار و رموز کا امین ہے اس اتباع کا نام خودمختاری و آزادی [Self determination, independence] ہے۔ خدا ہے یا نہیں اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اگر وجود خدا ثابت بھی ہوجائے تب بھی انسان کو خدا کے بجائے اپنے نفس کے آگے سر تسلیم خم کرنا چاہیے۔ کانٹ کے اس فلسفے سے [Religion of humanism] کی بنیاد پڑی اور غامدی صاحب فرماتے ہیں کہ مذہب انسانیت عین اسلام ہے۔ کانٹ نے یہ فلسفہ افادیت پسندی کے نقطۂ نظر سے پیش کیا۔ اس کے خیال میں کسی بھی شے کے حق یا باطل، صحیح یا غلط ہونے کا انحصار اس بات پر ہے کہ وہ شے انسان کے لیے فائدہ مند ہے یا نہیں جو چیز انسان کے لیے فائدہ مند ہے وہ حق ہے خواہ خدا کچھ بھی کہے سوال یہ ہے کہ انسان کے لیے کیا فائدہ مند ہے کیا نقصان دہ اس کا تعین خود انسان کا Self نفس کرے گا یا کوئی اور کانٹ کہتا ہے کہ منہاج خیر و شر نفس انسانی ہے گویا خواہش نفس ہی الٰہ ہے جسے قرآن شرک کی بدترین قسم قرار دیتا ہے ایسے شخص کو کبھی فلاح نصیب نہیں ہوتی۔ جو اپنے نفس کا بندہ ہو۔ کانٹ کے اس فلسفہ مذہب انسانیت کی تفصیلی تشریح آپ اگلے مضمون میں ملاحظہ کرسکتے ہیں جس سے جاوید غامدی صاحب کی فلسفے سے ناواقفیت اور اسلام سے جہالت کا بخوبی اندازہ ہوجائے گا۔ مختصراً کانٹ کی نظر میں سب سے ذلیل انسان وہ ہے جو اپنے نفس کے سوا کسی اور کے سامنے سر جھکائے خواہ وہ خدا ہی کیوں نہ ہو۔ ارادہ الٰہی کوئی خیر نہیں اصل خیر ارادہ انسانی ہے۔ اخلاقیات کی بنیاد ارادۂ الٰہی یا فطرت نہیں بلکہ ارادۂ انسان ہے۔ انسان صرف اپنے بنائے ہوئے قوانین کا فرماں بردار ہے اس کے سوا کوئی فرماں برداری جائز نہیں۔ انسان کا اصل مقصد مفادات انسانی اور خودمختاری کا تحفظ ہے لیکن بے چارے غامدی صاحب اور ان کے ہم خیال جاہل مسلم مفکرین مذہب حقوق انسانی کو عین اسلامی ثابت کررہے ہیں۔

جاوید غامدی صاحب کا اصل مسئلہ یہ ہے کہ انھوں نے گورنمنٹ کالج لاہور سے بی اے آنرز کیا تو ٹوٹی پھوٹی انگریزی بھی پڑھ لی اور فلسفہ بھی ایک جزوی مضمون کے طور پر زیر مطالعہ آیا۔ لہٰذا فلسفے کے گمراہانہ خیالات سے متاثر ہوگئے اسی لیے افلاطون نے کہا تھا کہ چالیس سال کی عمر تک فلسفہ پڑھنا چاہیے تب فلسفے کی تعلیم مکمل ہوگی اور اس کے بعد دس سال تک King فلسفی کو عام لوگوں سے تمام امور پر تبادلہ خیال کرتے رہنا چاہیے تاکہ اس کا تزکیہ اور تصفیہ قلب ہوسکے کیونکہ فلسفہ ایک خطرناک ہتھیار ہے جس سے فلسفی اپنا

گلا بھی کاٹ سکتا ہے اور دوسروں کا بھی۔ افلاطون کے یہاں بادشاہ کا فلسفی ہونا ضرور تھا تا کہ وہ دانش و بینش سے کلی طور پر آگاہ ہو۔ غامدی صاحب نے ۲۵ سال کی عمر میں علم بگھارنا شروع کیا لہٰذا اپنا اور عالم اسلام کا گلا فلسفہ کے اس کند ہتھیار سے خود ہی کاٹ ڈالا۔ افلاطون کا اندیشہ کئی صدیوں کے بعد درست ثابت ہوا۔ غامدی صاحب فلسفہ پڑھتے ہی مسند درس و ارشاد پر بزعم خود فائز ہو گئے۔ جہلا ان کے ارد گرد جمع ہو گئے، ان اجہلوں میں یہ راجہ اندر تھے لہٰذا سب ان کے غرورِ علم کے سامنے سجدہ ریز ہو گئے اور جاہلوں کا ایک کاروان تیار ہو گیا جو نہ عربی جانتے ہیں نہ علوم اسلامی سے واقف ہیں نہ مغربی فلسفے پر گہری نظر رکھتے ہیں۔ اس جاہلیت اور جہالت کے باعث غامدی صاحب نے مغربی فلسفیانہ اصطلاحات کا اردو میں ترجمہ پڑھ کر مغرب کے تمام ملحدانہ و کافرانہ خیالات کی اسلام کاری شروع کر دی۔

''تصورات کا اصل زبان میں باقاعدہ اور دِقتِ نظر سے مطالعہ کئے بغیر محض ترجمے کی بنیاد پر کسی قوم کی اخلاقیات، مابعدلطبیعیات، اعتقادات، الٰہیات کی نوعیت پر گفتگو غلط راہ پر ڈال سکتی ہے مثلاً صالح کا ترجمہ راست باز یا رائیٹیس [Rightiuous] درست نہیں یہ لفظ معنویاتی عناصر میں انگریزی کے اسم صفت سے کوئی مماثلت نہیں رکھتا اسی طرح شنٹو اور کنفیوشس مذہب میں راستی اور انصاف کے تصورات کا انگریزی میں درست ترجمہ ممکن ہی نہیں کیونکہ جاپانی اور چینی زبان میں متعدد ایسے الفاظ ہیں جو انصاف اور راستی کے مفہوم کے مختلف مدارج سے تعلق رکھتے ہیں لیکن انگریزی زبان اور ان مذہبی اصطلاحات میں موجود مبہم اشتراک اور ترادف کی بنیاد پر کیا گیا تقابلی مطالعہ جہالت کا مظہر ہوگا یہی حال غامدی صاحب کا ہے مغربی فکر و فلسفے اور تہذیب کی اصطلاحات کا ترجمہ ممکن ہی نہیں۔ پروفیسر Morris Cohen نے اپنی کتاب A preface to logic میں لکھا ہے کہ ارسطو کے نیک آدمی کا تصور ''یونانی لفظ ''آرے تے'' کو انگریزی لفظ virtue کا مترادف، متبادل، مرادف سمجھنا بہت بڑی غلطی ہے آرے تے کا بہتر مفہوم نیکی virtue نہیں عمدگی ہے جو قابل ستائش خصوصیات کا مجموعہ ہے۔ ہائیڈیگر کے متن کے بعض حصوں کے انگریزی میں ترجمے آج تک نہیں کئے جا سکے۔

کسی زبان کے ترجمے کے ذریعے اصل زبان کے متن کے بارے میں جو معلومات مہیا ہوتی ہیں وہ بالواسطہ ہوتی ہیں اور ان پر قطعی انحصار نہیں کیا جا سکتا ترجمے میں الفاظ جملے اگر اصل عبارت کے قریب ہوں تب بھی زیادہ سے زیادہ وہ جزوی مطابقت ظاہر کرتے ہیں اس ترجمے پر بھروسہ نہیں کیا جا سکتا یہ ناکافی اور بعض صورتوں میں گمراہ کن ثابت ہوتے ہیں۔

اگر کوئی عبارت ہم اصل زبان میں بھی پڑھتے ہیں تو قطعاً لاشعوری طور پر ہم اس عبارت میں اپنے ہی تصورات، معتقدات، نظریات، ایمانیات، افکار، روزمرہ، اقدار، روایات پڑھنے لگتے ہیں جو ہماری مادری زبان، تہذیب، مذہب اقدار روایات نے ہمارے ذہن پر نقش کئے ہیں چنانچہ ہم اس عبارت کے اگر سارے نہیں تو بہت سے کلیدی الفاظ کے مفہوم کو اپنی مادری زبان میں دستیاب ملتے جلتے تصورات میں تبدیل کر کے سمجھ رہے ہوتے ہیں۔

کسی اجنبی زبان کے الفاظ اصطلاحات کا مطلب معلوم کرنے کا عام اور سب سے سادہ طریقہ یہ ہے کہ اپنی زبان میں اس لفظ کا مترادف اور ہم معنیٰ لفظ تلاش کیا جائے بدقسمتی سے یہ طریقہ علمی حلقوں اور خصوصاً فلسفیانہ موضوعات اور اصطلاحات کے ضمن میں سب سے زیادہ غیر معتبر ہے۔ غامدی صاحب کا سب سے بڑا جرم یہی ہے کہ انھوں نے مغربی فلسفے، ثقافت، تہذیب کی اصطلاحات کا اردو ترجمہ پڑھ کر ان کے وہ مفاہیم اپنے ذہن میں نقش کر لیے جو اسلامی تاریخ و تہذیب کی جلوہ گری سے متعلق ہیں۔ غیر زبان کا لفظ صرف لفظ نہیں ہوتا اس لفظ کی ایک خاص تاریخ تہذیب ثقافت، مابعد الطبعیات بھی ہوتی ہے۔ لفظ یا اصطلاح کا خمیر اس خاص تاریخی تناظر سے تیار ہوتا ہے اسے نظرانداز کر کے جو ترجمہ بھی کیا جائے گا وہ بے کار نا قابل قبول ہوگا جیسے مغربی اصطلاح مارکیٹ کا ترجمہ بازار، فریڈم کا ترجمہ آزادی، Equality کا ترجمہ مساوات Tolerence کا ترجمہ رواداری، ڈیموکریسی کا ترجمہ جمہور یا جمہوریت یا اجماع سراسر غلط ہے تصورات [Ideas] اور اصطلاحات [Terminology] اور اسماء کا تو ترجمہ ممکن ہی نہیں جس طرح اذان، حج، السلام علیکم محمد کا ترجمہ ممکن نہیں ہے۔ اس تناظر کو رد کر کے آپ صرف لفظ کو غیر اقداری [Value Neutral] سمجھ کر ترجمہ کرتے ہیں تو قیامت آ جاتی ہے۔ مثلاً عربی لفظ حماسہ کا مطلب میدان جنگ میں شجاعت، مصیبت میں صبر، حصول انتقام میں ثابت قدمی، کمزور کی حفاظت اور طاقت ور کے خلاف بغاوت کے سارے مفاہیم کا امتزاج پایا جاتا ہے۔ مگر حماسہ کے سارے معانی کا احاطہ نہیں بلکہ ایک بہت ہی سرسری سا اور ابتدائی تخمینہ ہے لیکن یہ ابتدائی معانی بھی بہادری جرات یا حوصلے کے الفاظ سے ادا نہیں ہو سکتے جو عام طور پر حماسہ کے ترجمے کے لئے استعمال ہوئے ہیں اسی طرح لفظ جہل جسے عموماً علم کی ضد سمجھا جاتا ہے لیکن اصلاً یہ صرف علم کی نہیں بلکہ علم اور حلم کی ضد ہے۔ نفس کا سکون یونانی میں اتارکسیا Ataraxia کہلاتا ہے اس کا اردو ترجمہ ممکن نہیں ہر زبان میں ایسے الفاظ اور اصطلاحات ہوتے ہیں جن کا ترجمہ ممکن نہیں مثلاً انگریزی کے لفظ Humor فرانسیسی کے لفظ Esprit اور جرمنی کے Gemut عربی کا حماسہ، یونانی کا آرے تے Arete کا صحیح اور مکمل ترجمہ دنیا کی کسی زبان میں ممکن نہیں۔ انگریزی لفظ Weed کے معنیٰ غیر ضروری ناپسندیدہ نباتات خودرو سبزہ کا ایسی جگہ اگنا جہاں اس کی ضرورت نہیں۔ یہ لفظ ہی اصل میں کافرانہ ہے یہ لفظ وہ شخص کہہ سکتا ہے جو فطرت کائنات اور حقیقت کے نظریات سے لاتعلق ناواقف ایک خاص ذہنی مریض ہو جو خاص مابعد الطبعیات کا خوگر ہو۔ یونانی لفظ Logos کا ترجمہ بھی ممکن نہیں ڈاکٹر فاؤسٹ نے ہمت ہار دی تھی جب وہ گوئٹے کی کتاب کا ترجمہ کر رہے تھے۔ ناقابل ترجمہ الفاظ دراصل کسی زبان کے بولنے والوں کے مخصوص ذہنی رویے کے حامل ہوتے ہیں صحیح بات یہ ہے کہ کسی لفظ کا بھی مکمل ترجمہ دوسری

زبان میں ممکن ہی نہیں۔

اگر غامدی صاحب نسبتی لسانیات Ethnoliguistic سے واقف ہوتے اور دوسری زبانوں کے تصورات اصطلاحات، الفاظ کے ترجمے کے ضمن میں Proheo Weisberger کی کتاب Vom Weltbild der deutschen Sprache اور پروفیسر Edward spepir کے Ethnoliguistic سے متعلق خیالات کا مطالعہ کر لیتے تو مغربی فلسفے اور انگریزی زبان کی اصطلاحات کے غلط سلط ترجمے کر کے بنیادی انسانی حقوق Fundamental Human Rights کو اسلامی ثابت نہ کرتے اور جاہلیت زدہ مغربی تہذیب وفلسفہ کو اسلام کی اصل شکل اور توسیع شدہ قوت قرار نہ دیتے۔

غامدی صاحب نے Donal Evance کی کتاب The logic of Involvment اور Bejamin Lee Wharf Language Thought & Reality [Cambridge 1956] اور Paul Henle کی کتاب Language Thought & Culture کا مطالعہ نہیں فرمایا۔ بینجمن وہارف کے خیال میں مغربی اور ہند یورپی زبان بولنے والوں کی دنیا بالکل الگ الگ ہے مغرب کے یہاں گول مربع مستطیل مکعب، ٹھوس، مائع کی درجہ بندی یکساں ہے جب کہ ہند یورپی زبان بولنے والوں کے یہاں اس کے اصول الگ ہیں وہ کہتا ہے کہ مغربی اقوام کی درجہ بندی کے اصول غیر منطقی اور غیر معقول ہیں کیوں کہ وہ حقیقی دنیا کے نظام سے کوئی مطابقت نہیں رکھتے۔

بنجمن وہارف کو حیرانی ہوئی کہ ہند یورپی زبانیں بولنے والوں سے الگ ایک ایسی دنیا بھی موجود ہے جو چیزوں کی درجہ بندی ان کی بنیادی شکلوں یعنی گول، مربع، مستطیل، مکعب، ٹھوس، مائع وغیرہ کے حساب سے کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک گول چیزوں کی درجہ بندی مربع چیزوں کے ساتھ نہیں ہوسکتی، ان دونوں کے لیے الگ الگ نام ضروری ہیں۔ ان کے حساب سے مغربی اقوام کی درجہ بندی کے اصول غیر منطقی اور غیر معقول ہیں کیونکہ وہ حقیقی دُنیا کے نظام سے کوئی مطابقت نہیں رکھتے۔ گول اور مربع دو مختلف اشیاء کو ایک ہی درجہ میں رکھنا کیسے ممکن ہے؟

اس سادہ سی مثال سے یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آ جانی چاہیے کہ نام اور چیز میں مطابقت کسی مادی، معروضی، سادہ اور یکتا بنیاد پر نہیں۔ ان دونوں کے درمیان ہمیشہ ایک مخصوص ذہنی عمل کارفرما رہتا ہے۔ یہ ایک تخلیقی عمل ہے جو ایک مخصوص زاویۂ نظر سے کسی چیز کو داخلی حوالے سے شکل دیتا ہے۔ میز کی مثال میں یہ مخصوص زاویہ اس چیز کی عملی افادیت کا پہلو ہے، اس میں میز کی مربع یا گول شکل کا اختلاف بے معنی ہے۔ اس کے استعمال کی بنا پر دونوں شکلوں کو ایک نام دیا گیا۔ چونکہ دونوں شکلوں کے میز ایک ہی مقصد کے لئے ہیں، اس لئے ظاہری اور صوری اختلاف قدرتی طور پر غیر اہم ہو جاتا ہے۔ اس کے برعکس دوسرے لوگوں کے نزدیک چیزوں کی شکل وصورت زیادہ اہمیت رکھتی ہے۔ وہ دُنیا کو شکل وصورت کے اعتبار سے دیکھتے ہیں، مقصد اور استعمال کی بنیاد پر نہیں۔

ڈاکٹر فاؤسٹ گوئٹے کی کتاب کے ترجمے میں یونانی لفظ Logos کا جرمن معنی تلاش کرتے کرتے تھک گیا اس تھکن اور اس مشکل کا اصل سبب یہ تھا کہ 'نا قابلِ ترجمہ' الفاظ دراصل کسی زبان کے بولنے والوں کے مخصوص ذہنی رویے کے حامل ہوتے ہیں۔ تاہم اس مخصوص رویے کی یہ چند مثالیں محض وضاحت کے لیے پیش کی گئیں۔ صحیح بات تو یہ ہے کہ کسی لفظ کا بھی مکمل ترجمہ دوسری زبان میں ممکن نہیں ہے۔ ان مثالوں سے یہ نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ میز کا ترجمہ آسان اور لوگوس کا مشکل ہے، لیکن دراصل یہ فرق اتنا زیادہ نہیں جتنا بادی النظر میں دکھائی دیتا ہے۔ صحیح معنوں میں دونوں کا ترجمہ مشکل ہے۔

ہم جو لفظ بھی بولتے ہیں، وہ ہمارے اس مخصوص زاویۂ نظر کی غمازی کرتے ہیں جس سے ہم اس لفظ کا تصور کرتے ہیں۔ یہ تصور اسی داخلی رویے کی ترقی یافتہ شکل کا نام ہے۔ دوسرے لفظوں میں یہ زاویۂ نظر مختلف چیزوں کی شکلیں تیار کرتا ہے جو کم وبیش مستقل حیثیت اختیار کر لیتی ہیں۔ انہی شکلوں کو ہم تصور کہتے ہیں۔ واضح رہے کہ یہاں زاویۂ نظر کے داخلی ہونے کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ہر فرد کا اپنا اپنا زاویۂ نگاہ ہے۔ ہم جس زاویۂ نظر کی بات کر رہے ہیں، وہ انفرادی نہیں اجتماعی ہے کیونکہ پورا معاشرہ اس میں شریک ہے۔ یہ ایسا مشترکہ سرمایہ ہے جو نسل درنسل تاریخی روایت کی شکل میں منتقل ہوتا ہے۔ ہم اسے داخلی اس لیے کہہ رہے ہیں کہ اس کی تشکیل میں کسی حد تک ایجابی ذاتی مفاد کو دخل ہے جس کی وجہ سے کائنات کے بارے میں یہ تصوراتی تصویر باہر کی دنیا کے ٹھوس حقائق کی بعینہٖ نمائندگی نہیں کرتی۔ علمِ معنویات انہی زاویوں کے تجزیاتی مطالعے کا نام ہے جو لفظ اور تصور کے باہمی رشتے کے ذریعے معانی پیدا کرتے ہیں۔

اہم بات یہ ہے کہ ہر قوم اپنے طریقے سے طے کرتی ہے کہ حقیقت کے کُل میں سے کیا الگ کرنا ہے اور کس حساب سے کرنا ہے۔ یا یوں کہیے کہ صورتوں کو الگ کرنے کے عمل کا انحصار ہمیشہ کسی قوم کی داخلی دلچسپی کے معیار پر ہوتا ہے۔ یہی معیار اس عمل کی رہنمائی کرتا ہے۔ یہ تعین مادی اشیاء میں معروضی طور پر باہمی مشابہت کی بنیاد پر نہیں ہوتا، بلکہ اس داخلی معیار پر ہوتا ہے جس سے ان چیزوں کی خانہ بندی کی جاتی ہے۔ حقیقت کا جو روپ ہماری اُمید وبیم، رغبت وتصمیم اور خواہش وعمل کو اہم دکھائی دیتا ہے، صرف اسی کو الگ اور مستقل جزو کی حیثیت سے ایک الگ نام دے کر ایک الگ حقیقت قرار دیا جاتا ہے۔ اس ذہنی حقیقت کو ہم 'تصور' کہتے ہیں۔ ہر لحہ تیزی سے بدلتے بہتے تاثرات میں سے ہم صرف ان چیزوں کا انتخاب کرتے ہیں جو ذاتی داخلی دلچسپی کی حامل ہوتی ہیں، یا ہم جنہیں نظامِ زندگی کے لیے مجموعی طور پر لازمی سمجھتے ہیں۔ اس طرح ہم ان چیزوں کو جو ایک

غیر متعین اور ہر لحہ تغیر پذیر کل کا جز ہیں، اپنے اس نقطۂ نظر سے متعین کرنے کی غرض سے اس کے لیے ایک لفظ مخصوص کر دیتے ہیں۔ اس لغوی چھاپ کے عمل کو 'نام' کہا جاتا ہے۔

کائناتی وجود کے مواد کو جو دراصل بے شکل ہے، انسانی ذہن ان گنت خطوط کھینچ کر مختلف خانوں اور ٹکڑوں میں تقسیم کر دیتا ہے۔ حقائق کی دنیا پر لسانی اور تصوراتی تقسیم کے نقوش ثبت کر دیے جاتے ہیں۔ اور یوں اصلاً ایک بے ہنگم وجود کو ایک نظام اور ترتیب دے دی جاتی ہے۔ تصورات اور الفاظ جو اُن تصورات کے اظہار کے لئے وضع کئے گئے ہیں، مل کر ایک پیچیدہ نظام تشکیل دیتے ہیں۔ یہ نظام متعدد مظاہر میں نظر آتا ہے۔ یہ نظام انسانی ذہن اور مادی اشیاء کے درمیان ایک پردہ بن جاتا ہے۔ جو حقیقی وجود کی جگہ تصورات کے ذریعے تشکیل دیے ہوئے وجود کو منعکس کرتا ہے۔ پردے کے اس مخصوص عمل کی وجہ سے انسانی ذہن تک جو حقائق پہنچتے ہیں، اُن کی شکل ترمیم شدہ حتیٰ کہ بعض اوقات بگڑی ہوئی ہوتی ہے۔

ہم حقائق کو اس پردے کے ذریعے دیکھنے کے اتنے عادی ہو چکے ہیں کہ یہ پردہ ہمیں بالکل شفاف اور قدرتی لگتا ہے اور پھر بتدریج ہمیں اس کے وجود کا احساس بھی نہیں رہتا۔ اپنی سادہ لوحی میں ہمیں پورا یقین ہوتا ہے کہ ہم حقائق کی دُنیا کو بالکل اُسی طرح محسوس کر رہے ہیں، جیسا کہ وہ فطری طور پر اصل میں ہے، اور ہم اسے براہِ راست دیکھ رہے ہیں۔ عام فہم نقطۂ نظر کے حساب سے فطری اور حقیقی، دُنیا اپنے اظہار کے پیرایوں اور گونا گوں تنوع کے ساتھ ہماری آنکھوں کے سامنے بدیہی طور پر موجود ہے۔ ہم اسے بالکل اسی تفصیلی درجہ بندی اور مکمل نظم کے ساتھ دیکھ رہے ہیں، جیسا کہ وہ اصل میں ہے۔ ہم سمجھ رہے ہوتے ہیں کہ ہم دُنیا کا ادراک جس ترتیب اور تقسیم سے کر رہے ہیں، وہ اصل میں بھی اسی طرح موجود ہے۔ ہم اس فطری تنوع اور تقسیم کے مطابق اپنے ذہن میں تصورات قائم کرتے ہیں، چیزوں کو نام دیتے ہیں اور اس طرح ہمارا ذخیرۂ الفاظ تشکیل پاتا ہے۔

یہ عام فہم نقطۂ نظر ایک اہم حقیقت کو نظرانداز کر دیتا ہے کہ حقیقت کلی کا ادراک تو ایک طرف [اسے تو یونانی حکماء بھی فوضی یا بدنظمی کا نام دیتے تھے]۔ ہم حقیقت کے کسی ایک جز کا بھی صحیح ادراک نہیں کر سکتے۔ سچی بات تو یہ ہے کہ ہم حقیقت کے کسی بھی پہلو کو جتنے اجزا میں چاہیں اور جس طرح چاہیں اور جس زاویے سے چاہیں تقسیم کر لیتے ہیں۔ جیسا کہ وجودی فلسفی کہتے ہیں کہ زندگی کے ہر لحہ بہ لحہ تجربات و واقعات کے خام مواد کو جب تک ہم اس ذہنی عمل کے ذریعے متفرق مستقل ٹکڑوں میں تقسیم نہیں کر لیتے، ہمیں یہ دُنیا قطعی طور پر بے صورت اور بے معنی لگتی ہے۔ تقسیم کے اس ذہنی عمل کو علم معنویات میں اظہار یا بیان [Articulation] کہتے ہیں۔

یہ ضروری نہیں کہ ہم اظہار کا یہ عمل خود وضع کریں۔ یہ نظام ذخیرۂ الفاظ کی صورت میں ہمیں استعمال کے لئے تیار ملتا ہے۔ یہ ذخیرہ ہمیں اپنے آباء واجداد کی جانب سے ثقافتی ورثے میں حاصل ہوتا ہے۔ بچپن میں جب ہم مادری زبان سیکھتے ہیں تو یہ ذخیرہ اپنے ذہن میں محفوظ کرتے جاتے ہیں۔

وجود کی حقیقت کچھ بھی ہو، وہ ہمارے تصور میں اپنی اصلی اور فطری شکل میں نہیں نظر آتا، بلکہ وہ ہماری زبان کے ذخیرۂ الفاظ میں موجود علامات کے منشور سے گزر کر سامنے آتا ہے۔ علامت کا یہ منشور اصل کا عکس نہیں ہے اور نہ ہی علامات حقیقت کی اصل شکل سے کوئی مطابقت رکھتی ہیں۔ یہ تو تصوراتی شکلیں ہیں، لیکن صرف انہی کے واسطے سے کوئی چیز ہمارے عقلی ادراک میں حقیقت کی شکل دھارتی ہے۔

اس ضمن میں سب سے اہم قابلِ غور بات صرف یہی نہیں کہ کائنات کو مختلف اکائیوں میں تقسیم وتفریق کا ہر قوم کا اپنا طریقہ ہے، بلکہ اس سے زیادہ اہم یہ ہے کہ یہ اکائیاں مل کر جو نظام تشکیل دیتی ہیں، وہ بھی ہر قوم سے مخصوص ہوتا ہے۔ یہ نظام کسی ترتیب اور اصول کے بغیر وجود میں نہیں آتے بلکہ یہ اکائیاں مل کر ایک بہت ہی پیچیدہ اور منظم کل بناتی ہیں۔ اس قوم کا خاصہ صرف وہ نظام ہی نہیں، جس میں یہ اکائیاں ایک دوسرے سے جڑی نظر آتی ہیں۔ بلکہ ہر قوم اپنے مخصوص طریقے سے یہ تعین کرتی ہے کہ کس اکائی کی کیا ماہیت ہے اور اس کا درجہ اور مقام کیا ہے۔ یہ منظم کل ذخیرۂ الفاظ کی صورت میں ہر قوم کا اپنا سرمایہ ہوتا ہے۔

ذخیرۂ الفاظ یا عام الفاظ میں زبان یا لغت دلالت کے مختلف پیرایوں پر مبنی اظہار اور بیان کی شکلوں کے نظام کا نام ہے جس کے ذریعے ہم ہر لحہ بدلتی کائنات کو اشیاء اور واقعات کی صورت میں دیکھتے ہیں۔

بنجمن وہارف کا خیال ہے کہ ہر زبان حقیقت کے وقتی تجزیے کا نام ہے کیونکہ ہر زبان کائنات اور فطرت کے وجود کو مختلف طریقوں سے اکائیوں میں بانٹتی ہے حتیٰ کہ ایک عام سا واقعہ بھی مختلف زبانوں میں مختلف طریقوں سے بیان ہوتا ہے کیونکہ یہ زبانیں اس واقعے کو حقائق کے مختلف پیمانوں سے ناپتی ہیں۔ ہر زبان اپنے طریقے سے ان اکائیوں کو گروہ بندی کے مختلف قسم کے متعدد بنیادی اصولوں کے تحت ترتیب دیتی ہیں۔ پھر اُن کی مدد سے تصورات کا ایک مربوط جال بُنا جاتا ہے۔ اس جال کو ذخیرۂ الفاظ کہتے ہیں۔ تصورات کو بیان کرنے کا جال یعنی ذخیرہ الفاظ جب صرف انسانوں کے فہم، علم، عقل، نفس، تجربات پر انحصار کرتا ہے تو ایک خاص زمان ومکان میں مقید، محدود، محصور اور مجتمع رہتا ہے لیکن اظہار بیان جب وحی الٰہی اور پیغمبروں کے ذریعے عمل میں آتا ہے تو یہ پیغام، اس کی زبان، صرف مقامی نہیں رہتے آفاقی ہو جاتے ہیں اور زماں ومکان کی قید سے اوپر اٹھ جاتے ہیں اس لیے تمام انبیاء کا پیغام کل عالم کے لیے ایک ابدی حقیقت کو پہچاننے کا پیغام ہے اور تمام انبیاء کی دعوت، اسلوب، پیغام، ہدف، منزل بنیادی طور پر ایک ہی رہی

ہے لہٰذا وحی الٰہی اور ذات محبوب الٰہی ہی وہ مستند ذریعہ ہے جو محدود زبان کے ساتھ ایک آفاقی خیالات، آفاقی تصورات اور آفاقی پیغامات کی ضمانت ہے۔

کسی بھی زبان کا ذخیرۂ الفاظ یا نظامِ دلالت ایک مخصوص تصورِ کائنات سے مجسم ہوتا ہے اور اسی کی نمائندگی کرتا ہے۔ یہ تجربے کے خام مواد کو ایک بامعنی اور تعبیری دُنیا میں تبدیل کرتا ہے۔ ان معنوں میں ذخیرۂ الفاظ صرف ایک سطحی عمارت نہیں بلکہ یہ ذیلی درجہ کے ذخیرۂ الفاظ کی متعدد سطحوں پر تعمیر کی گئی ہے جو عام طور پر ساتھ ساتھ ایک دوسرے کے پہلو میں بنی ہیں، لیکن اکثر ان کے رقبے باہم مشترک بھی ہوتے ہیں۔ اشتراک کا بنیادی سبب ہر قوم میں انبیاء کی آمد اور ان کا مشترکہ پیغام حق بھی ہے اس لیے بنیادی اخلاقیات تمام تہذیبوں میں کم سے کم قدر مشترک ہے۔''

غامدی صاحب کا المیہ یہ ہے کہ انھوں نے عربی انگریزی زبانوں اور فلسفے میں عبور حاصل کیے بغیر کچے پکے خیالات ترجمہ کے ذریعے سرقہ کیے اور یہ ترجمہ بھی تسامحات سے پر تھا لہٰذا وہ مغرب کی تفہیم سے قاصر رہے اور عربی زبان پر عدم عبور کے باعث علوم اسلامی کی اصل تک نہ پہنچ سکے۔

ترجمے کے فن سے ناواقفیت کے باعث جناب جاوید غامدی صاحب نے وہ بھیانک غلطیاں کیں جو اسلامی تاریخ و تہذیب میں سرسید، عبدہٗ اور غلام احمد پرویز سے بھی سرزد نہ ہوئیں۔ کیونکہ ان حضرات نے فلسفے کے میدان میں سفر سے گریز کیا۔ غامدی صاحب اترا کر چلے اور چکرا کر گرے۔ اور پھر گرتے ہی چلے گئے۔ جب کوئی چیز نشیب کی طرح چلتی ہے تو لڑھکتی چلی جاتی ہے، کسی گہرائی میں گرتی ہے تو پاتال تک گرتی ہے اسے کوئی روک نہیں سکتا۔

غامدی صاحب مغربی تہذیب اور اس کی تاریخ سے بھی ناواقف ہیں لہٰذا وہ مغرب سے آنے والے ہر خیال، ہر تصور اور نظریے کی اسلام کاری پر تلے ہوئے ہیں۔ انھوں نے مغربی فلاسفہ کی مغرب کے فلسفے، سائنس و ٹیکنالوجی پر تنقید نہیں پڑھی۔ مغربی تہذیب کی تباہ کاریوں پر مغرب کے اہم لوگوں کی تنقید سے وہ ناواقف ہیں لہٰذا مغرب پر ایمان بالغیب کے ساتھ وہ اپنے فکری ایمان کا اعلان کر کے اپنے علمی سفر کا آغاز کرتے ہیں اور قدم قدم پر ٹھوکر کھاتے ہیں۔ اگر وہ صرف ہزرل کی کتاب Critiques on uropeans sciences اور ہائیڈیگر کی کتاب Question Concerning Technology پڑھ لیتے تو ان کے بہت سے شبہات رفع ہو جائے۔ مغرب کے فلاسفہ کا خیال ہے کہ جدید انسان ایک قسم کی غلامی سے آزاد ہو کر دوسری قسم کی بدترین غلامی یعنی مشین اور ٹیکنالوجی کا غلام بن گیا ہے۔ مطلقیت اور آفاقیت کے خواب بکھر گئے۔ اس کی جگہ اضافیت بے معنویت، بے مقصدیت، بے اطمینانی، بددلی بے زاری، سکہ رائج الوقت بن گئے، کسی لفظ کے کوئی معنی نہیں چنانچہ کسی خیال کسی قدر کے کوئی معنی نہیں لہٰذا کسی قدر کسی نقطہ نظر، کسی فکر کسی گفتگو، کسی سوچ، کسی خواہش کے کوئی معنی نہیں، جس تہذیب و تاریخ نے یہ نقطہ ہائے نظر پیش کیے ہیں۔ غامدی صاحب اس تہذیب کی برتری کے لیے کوشاں ہیں اور عالم اسلام کو مغربیانے میں شب و روز مصروف ہیں۔ جدید طرز زندگی کے مظاہر و آثار پر ایرش فرام کے نقد سے غامدی صاحب ناواقف ہیں اگر وہ فرام کی کتابوں

[1]The sane society 1995. [2] The Revolution of hope. [3] Escape from freedom 1941. [4] The art of Loving 1956. [5] The forgotten Language 1960, [6] To have or to be.

کا مطالعہ کر لیتے تو ان کے بہت سے واہمے دور ہو جاتے، وہ بتاتا ہے کہ جدید تہذیب نے ایک غیر ہوش مند معاشرے کو جنم دیا ہے۔ عقل کی خدائی نے انسان کو تاریخ کی بدترین غلامی میں مبتلا کر دیا ہے۔ سرمایہ داری اور صنعتی دور نے انسان کی اصل فطرت، اور جذبات کو مسخ کر دیا ہے۔ جدید انسان غیر صحت مند بیمار مریض ہے۔ مادی آسائشوں کا طلب گار جدید انسان ایک دوسرے کو کچلنے میں مصروف ہے۔ بے اندازہ مادی ترقی اس کے زوال کا اہم عنصر ہے۔ جدیدیت نے نئے مذہب کو جنم دیا ہے جس کا نام ترقی ہے جو انسان کو خدا کی بستی کے بجائے ترقی کی بستی اور غلامی کی پستی تک پہنچاتا ہے۔ صنعتی انقلاب نے ثابت کر دیا ہے کہ Great Promise عظیم وعدہ ایک فریب تھا کیونکہ لامحدود لذات کا حصول لامحدود بے چینی، لامحدود گناہ گار زندگی، لامحدود بیماریوں، تکالیف، خباثتوں کو جنم دینے کا باعث ہے۔ اس کے خیال میں عصر حاضر کے انسان کی بنیادی بیماری حاصل کرنے [To achieve] کی خواہش ہے۔ حرص، لالچ، بے اطمینانی ایک نہ مٹنے والی بھوک ایک نہ مٹنے والی پیاس عہد حاضر کے انسان کا مقدر بنا دی گئی ہے جس کا اصل سبب مغربی و یورپی سائنس و ٹیکنالوجی ہے۔ جدیدیت نے ایک ایسی تہذیب کو جنم دیا ہے جو زندگی کو خودکشی کی راہوں پر لے جا رہی ہے۔ فرام نے مغرب میں انسانوں پر جبر کی طویل کہانی بھی تحریر کی ہے۔ جدیدیت، مغربی فلسفے، مغربی سائنس اور مغربی ٹیکنالوجی نے یک رخے انسان کو جنم دیا ہے جو جاوید غامدی کا پسندیدہ انسان ہے۔ اس انسان کی بیخ کنی ہربرٹ مارکوزے [Herbert Marcuse] نے اپنی کتاب One dimensional man میں کی ہے۔ مارکوزے کا تعلق فلسفے کے فرانکفرٹ اسکول سے ہے مارکوزے کی کتاب انسانی تہذیب کے عروج و زوال کی ایک المناک داستان اور صنعتی انقلاب اور روشن خیالی [Enlightenment] کے دور کی پرسوز کہانی ہے۔ اس کے خیال میں انسانی تہذیب کا تنزل سترہویں صدی کی روشن خیالی کے دور سے شروع ہو گیا۔ صنعتی انقلاب کے نتیجے میں اب مزدور کے لیے دو وقت روٹی حاصل کرنا مشکل ہو گیا ہے۔ لیکن انسان سائنس و ٹیکنالوجی کی چکا چوند میں دیکھنے، کہنے، سننے اور سمجھنے کی صلاحیت سے بھی محروم ہو گیا ہے۔ یہ سائنس و ٹیکنالوجی بدترین انسان دشمن ہے۔ مزدوروں کے اعلیٰ معیار زندگی نے سرمایہ داروں اور سرمایہ داری پر تنقید کے دروازے بند کر دیے ہیں۔ معاشرتی جبر تاریخ میں کبھی اس قدر نہ تھا جو جدیدیت کے ذریعے ہر جگہ در آیا ہے اور اس میں مسلسل اضافہ ہو رہا

ہے جو دو کپڑوں میں خوش تھا اسے بیس جوڑے خریدنے پر اکسانا، جو پرانی کار ہی میں مگن تھا اسے نئی کار خریدنے پر مجبور کرنا، جو اپنی کٹیا میں مست تھا اسے عالیشان بنگلوں میں قرضوں کے ذریعے مقیم ہونے پر بھڑکانا عہد حاضر کا کمال ہے۔ ہر فرد سرمایہ، سائنس و ٹیکنالوجی کی زنجیر غلامی میں باندھ دیا گیا ہے اور اس کے سحر میں مبتلا ہے۔ اسے زنجیریں، بیڑیاں نظر آ رہی ہیں مگر وہ بخوشی اسے پہنتا چلا جا رہا ہے۔ سچی ضروریات کے بجائے چھوٹی ضروریات زندگی نے انسانوں کو بدترین اقتصادی غلام بنا دیا ہے۔ ٹیکنالوجی ضروریات کے لیے کام نہیں کر رہی بلکہ ٹیکنالوجی انسان کو بتا رہی ہے کہ اس کی ضروریات کیا ہیں؟ کیونکہ اس کا تعلق سرمایہ دار سے ہے اور سرمایہ دار اپنے سرمایہ کے بل پر لوگوں کو بتاتا ہے کہ کیا چیز لوگوں کی ضرورت ہے؟ کیا ضرورت نہیں ہے؟ لہٰذا انسان سرمایہ داری کے آہنی پنجرے میں بند ہو گیا ہے جس کا دوسرا نام روسی اور چینی اشتراکیت بھی ہے۔ فکر معاش ہر فکر پر فائق برتر اور غالب ہو گئی ہے۔ ہوس حسد کینہ حاصل زندگی ہے۔ مغرب کا انسان اندر سے بے حد دکھی ہے، تنہا ہے، غمزدہ ہے اس کا دل بجھا ہوا ہے مگر فریاد نہیں کر سکتا یہ سب کچھ اس لیے کہ آلاتی عقل یا عقل معاون Isturnmental reason کو ہر قدر، فکر، نظریے پر بالادستی حاصل ہو گئی ہے۔ عقل انسانی نے ایجادات و اکتشافات کا ایک ایسا جال بچھا دیا ہے کہ اس سے نکلنا اب اس کے لیے ناممکن ہو گیا ہے۔ انسان تنقیدی عقل Critical Reason کا استعمال بھول گیا ہے۔ اس کی یہ صلاحیت جدید یت مغربیت اور عیش و عشرت کی زندگی نے سلب کر لی ہے۔ وہ آلاتی عقل کا غلام ہو گیا ہے۔ عہد حاضر کا انسان تاریخ انسانی کا وہ بدترین اور بدنصیب انسان ہے جو اپنے اوپر تنقید کی صلاحیت کھو بیٹھا ہے۔ غامدی صاحب اگر مارکوزے کی درج ذیل کتابیں کا مطالعہ کریں تو شاید وہ مغرب کی اسلام کاری کے منصوبے سے تائب ہو جائیں۔

[1] Eros and Civilization 1955 [2] Reason and Revolution 1941. [3] One dimensional man - studies in the Ideology of adranced Industrial Soceity 1964. [4] Negations: Essays in Critical theory 1968. [5] Connter revolution and Revolt 1972.

عہد جدید کے انسان کے المیوں کی کہانی سننے، جاننے اور سمجھنے کے لیے غامدی صاحب روشن خیالی کی جدلیات کا مطالعہ کریں اور Adorno اور ہاک ہائمر کی کتاب The dialectic of Enlightenment کا مطالعہ کریں تو وہ روشن خیالی کے فلسفے کو اسلامی ثابت کرنے کی خرافات سے بھی دستبردار ہو جائیں گے۔

عصر جدید کے سب سے بڑے فلسفی یرگن ہیبر ماس [Jurgen Habermas] کے افکار سے بھی غامدی صاحب قطعاً لاعلم ہیں۔ اس کی درج ذیل کتابیں:

[1] Towards a Rational Soceity: Student Protest, Science and Politic 1971 [2] Knowledge and Human Intrest 1972 [3] Theory and Practice 1973. [4] Legitimization Crisis 1976. [5] Communication and Evolution of Soceity 1979. [6] Theory of Communicative Action 1984. [7] The Philosphical discourse of Modrenity 1988. [8] Post Metaphysical Thinking 1992.

کا مطالعہ فرمالیں تو انھیں مغرب کی آفاقیت کے بہت سے دعوے غلط نظر آئیں گے۔ ہیبر ماس کی نظر میں Historical hermenuetic Sciences اور Emancipatory Sciences کی کیا اہمیت و حقیقت ہے۔ غامدی صاحب اس سے بھی قطعاً ناواقف ہیں۔ وہ مغرب کی تمام اقدار کو آفاقی اور اخلاقی تسلیم کرنے سے انکار کرتا ہے۔ اس کے خیال میں بیشتر اقدار خواہ وہ اخلاقی ہوں یا سماجی، اضافی ہوتی ہیں اور ہر دم بدلتی رہتی ہیں۔ ہر چیز قطعاً خیر، حق، اخلاقی اور آفاقی نہیں ہوتی، فلسفہ افادیت پرستی اقدار اور چیزوں کی حیثیت و حقیقت کو بدلنے کا اصل سبب ہے۔ وہ جدیدیت کی سرمایہ دارانہ شکل، سرمایہ دارانہ نظام، صنعتی انقلاب اور ٹیکنالوجی کی بالادستی کے بجائے نجاتی عقل پر زور دیتا ہے جو ایک ایسی جدید تہذیب کو وجود میں لا سکے جس میں انسان مشینوں کی غلامی سے آزاد ہو، اس کے برعکس غامدی صاحب عالم اسلام کے ہر فرد کو مغربی مشینوں سائنس و ٹیکنالوجی کا بے دام غلام بنانا چاہتے ہیں۔

غامدی صاحب نے Alwin Toffler کی کتاب Future Shock بھی نہیں پڑھی ورنہ وہ مغرب کی سائنس و ٹیکنالوجی اور جدیدیت کی حمایت سے دستبردار ہو جاتے۔ ٹوفلر لکھتا ہے کہ دنیا کا مستقبل غیر محفوظ ہے۔ امن کی کوئی ضمانت نہیں کب کیا ہو جائے گا کچھ پتہ نہیں، عصر حاضر میں معصوم بچے بڑے ہونے سے قبل ہی جوان ہو جاتے ہیں، بڑے اور بزرگ اب بچے معلوم ہوتے ہیں اور کمسن بڑوں سے بڑے لگتے ہیں، کسی کے پاس پیچھے مڑ کر دیکھنے کا وقت نہیں سب آگے کی سمت بھاگنا چاہتے ہیں۔ طرز حیات ایک مبہم اصطلاح بن کر رہ گیا ہے۔ Cultrual Shock نے جدید مغربی انسان کو ہلا کر رکھ دیا ہے۔ نئی دنیا ماضی سے اپنا ہر رشتہ توڑ چکی ہے۔ سائنس و ٹیکنالوجی سے آنے والی تبدیلیاں انسانوں کے لیے ایک آزار، مصیبت، جہنم بن گئی ہیں، ان کی مثال اس بیماری کی ہے جسے [Progeria] کہا جاتا ہے۔ مارچ ۱۹۶۷ء میں کینیڈا میں ایک گیارہ سالہ بچہ اس بیماری میں مبتلا ہو کر مر گیا۔ اس بیماری کے دوران اس کم عمر بچے پر جو علامات نمودار ہوئیں وہ نوے سالہ آدمی کے جسم پر رونما ہونے والی علامات سے مماثل تھیں۔ اس کی رگیں سخت ہو گئیں، سر سے بال اڑ گئے، جسم کی جلد پر جھریاں رونما ہو گئیں اور ذہنی کیفیت نوے سالہ سنکی کی سی ہو گئیں۔ گیارہ سال کی عمر میں نوے سالہ انسان کی علامات پانے والا یہ بچہ

آخرکار مر گیا۔نئی سائنس ٹیکنالوجی سے عبارت اس نئی دنیا کا نیا انسان بھی اسی قسم کی صورت حال سے دوچار ہے تبدیلیوں کے طوفان کے ساتھ بھاگتے ہوئے وقت کا مقابلہ کرنے کی صلاحیت مسلسل کم، مفلوج اور ختم ہورہی ہے۔ وہ ایسی تیز تبدیلی کے لیے پیدا ہی نہیں کیا گیا۔ثبات ایک بے معنی قدر ہے۔ یہ دور محض ''ثبات ایک تغیر کو ہے زمانے میں'' کی مادی تفسیر ہے کسی شے کو محفوظ کرنے کی ضرورت نہیں۔ ہر چیز استعمال کرو اور پھینک دو ہر شے Disposable ہے ایک ایسا دور جہاں اشیاء کی قدر و قیمت محض وقتی ہو وہاں انسانی اقدار کیسے پنپ سکتی ہیں۔ جب ہر شے پھینکنے کے قابل ہو تو پھر ماں، باپ، اقدار و روایات رشتے ناتے تعلقات کیسے محفوظ رکھیں گے؟ یہ بھی آخرکار پھینک دیے گئے ہیں۔ٹوفلر فیوچر شاک کی سب سے بڑی وجہ ہائی ٹیکنالوجی کو قرار دیتا ہے۔تشدد جرائم نقل مکانی دہشت گردی کا سبب یہ ٹیکنالوجی ہے اور غامدی صاحب اس کا دفاع کر رہے ہیں۔ یہ مغرب سے زیادہ مغرب کے وفادار ہیں۔اس تمام تجزیے کے بعد ٹوفلر اس وحشت، بربریت، بہیمیت اور ہنگامہ خیزی سے بچنے کی تجاویز بھی دیتا ہے۔کاش غامدی صاحب اس کتاب کو پڑھ لیتے اگر وہ اجازت دیں تو اس کا ترجمہ ان کی خدمت میں قسط وار پیش کیا جاسکتا ہے۔

غامدی صاحب مغرب کو اسلام سے ثابت کرنے سے پہلے درج ذیل کتابوں کا مطالعہ کرلیں تو نہ صرف ان کا بلکہ ان کے ذریعے بہتوں کا بھلا ہوگا۔مشل فوکالٹ کی کتابیں:

[1] Madness and Civilization. [2] The Architecture of Knowledge. [3]The birth of Clinic. [4] History of Sexuality

ایرش فرام کی کتابیں:

[1] The Heart of Man. [2] The anatomy of human Desructiveness

غامدی صاحب مغرب کے فلسفے، روشن خیالی، عہد جدید کے معجزات اور ان کے مضمرات کو سمجھنے کے لیے خاص طور پر درج ذیل کتابیں پڑھیں:

[1] Culler, Jonathan, on Deconstruction: Theory and Criticism after structuralism, 1982. [2]D, James and Williams, The Great Reckoning, 1992. [3] Derrida, Jacques, of Grammatology, 1975. [4] Derrida, Jacques. Writing and Difference, 1975. [5] Derrida, Jacques. Speech and Phenomena and Other Essays on Husserl's Theory of Signs, 1979. [6]Derrida, Jacques, Dissemination, 1981. [7] Derrida, Jacques, Margins of Philosophy, 1982. [8] Derrida, Jacques. Glas, 1986. [9] Derrida, Jacques. The Post Card: From Socrates to Freud and Beyond, 1987. [10]Esposito, John L., The Islamic Threat: Myth or Reality?, 1992 [11]Fukuyama, Francis., The End of History and the Last Man, 1992. [12] Gadamer, Han-Georg, Reason in the Age of Science, 1981. [13]Gadamer, Han-Georg, Truth and Method, 1990. [14] Gellner, Ernest. Muslim Society, Cambridge, 1981. [15] Gellner, Ernest. Postmodernism, Reason and Religion, 1992. [16] Giddens, Anthony., The Consequences of modernity, 1990. [17] Giddens, Anthony., Modernity and Self-Identity: Self & Society in the Late Modern Age, 1991 [18] Lyotard, J. F. The Postmodern Condition: A Report on Knowledge, 1994. [19] Mortimer, Edward., Faith and Power: The Politics of Islam, 1982. [20] Nasr, Seyyed Hossein, Traditional Islam in the Modern World, 1987. [21] Nasr, Seyyed Hossein., The Need for a Sacred Science, 1993. [22] Sardar, Ziauddin, Science, Technology and Development in the Muslim World, 1977. [23] Sarup, Madan, An Introduction to Post structuralism and Postmodernism, 1993.

مغرب نے انسان کو اور اس کے نفس کو علم کا ماخذ قرار دینے کے بعد ہر انسان کو نفس کا بندہ نفس کا غلام بنا دیا۔نفسانیت کی غلامی کے نتیجے میں ہزاروں سالوں سے قائم اجتماعیتیں [Collectivities] خاندان، قبیلے، برادری، گروہ، نسل، سب تہہ تیغ ہوگئے۔عورت اور مرد کی مساوات کے نام پر دونوں کی آزادی نے خاندان کے ادارے کا خاتمہ کر دیا۔آزادانہ شہوت رانی مقصد زندگی بنا تو کوئی عورت لذت ترک کرنے اور درد زہ کی اذیت سہنے کے لیے تیار نہیں۔لہٰذا مغرب کی نسلیں مٹ رہی ہیں، گوری چمڑی والے دنیا کی کل آبادی کا صرف پانچ فیصد ہیں جو ۲۰۴۰ء تک گھٹ کر صرف ۱ء۳ فیصد رہ جائیں گے۔لذت پرستی، نفس پرستی، Individndism، Freedom، Equality، Pleasurism، Positivism، Pregmatism کے نتیجے میں محبت، ایثار اور قربانی کی تمام روایتیں ختم ہوگئیں۔دو دوستوں کی دوستی، ایک کمرے پر مشتمل چھوٹے سے کنبے کی بقاء، میاں بیوی

پر مشتمل ایک چھوٹے سے خاندان کا استحکام۔ محبت اور ایثار و قربانی کے جذبے کے بغیر ممکن نہیں۔ محبت و قربانی کے بغیر ایک بچہ پرورش کے مراحل طے نہیں کر سکتا۔ ایک کمرے کا گھر محبت کے بغیر نہیں چل سکتا۔ دو دوستوں کی دوستی قائم نہیں رہ سکتی لیکن پوری مغربی تہذیب ان جذبوں کی نفی پر کھڑی کر دی گئی ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ بے بنیاد تہذیب ہے جو ایثار و قربانی کے ملبے پر زیادہ دیر کھڑی نہیں رہ سکی۔ مغرب میں ایثار و قربانی کی تہذیب ققنس کی طرح اپنی خاکستر سے جنم لے گی اور اسلام کی آغوش میں آ کر رہے گی۔ بشرطیکہ جاوید غامدی جیسے جدیدیت پسند مفکرین منظر سے ہٹ جائیں۔ ایک دانشور کا بڑا عجیب نظریہ ہے لیکن حقیقت سے بہت قریب نظر آتا ہے۔ ان کا خیال ہے کہ مسلمان دنیا بھر میں آج کل مغرب کے ہاتھوں شکست کھا رہے ہیں اور زخم اٹھا رہے ہیں۔ اس لیے کہ مغرب اسلام کا دشمن ہے لیکن آثار یہ نظر آتے ہیں کہ مستقبل میں مغرب اسلام کی آغوش میں آ جائے گا اور عالم اسلام جاوید غامدی، قرضاوی جیسے دانشوروں کے ذریعے جدید بن کر مغربیت اختیار کر لے گا تب ''مسلمان مغرب'' دوبارہ عالم اسلام پر حملہ آور ہوگا تا کہ اسے ایمان و یقین کی منزل تک پہنچائے اور جدیدیت کے کفر سے آزاد کرے۔ یہ مسلمان آج مغرب سے اس کے کفر کے باعث مار کھائیں گے اور کل اپنے کفر یعنی جدیدیت کے باعث مغرب سے دوبارہ زخم سہیں گے، دانشور کا یہ تجزیہ درست نظر آتا ہے۔ عالم اسلام جس تیزی سے جدیدیت کے حصار میں جا رہا ہے۔ اس کے بعد یہی متوقع ہے۔ لیکن المیہ یہ ہے کہ عبدہٗ، سر سید، افغانی، غلام احمد پرویز، منظور احمد، جاوید غامدی اس کم زور حقیر تہذیب کو صرف اس کی سائنس و ٹیکنالوجی کی بنیاد پر دنیا کی طاقت ور ترین تہذیب تصور کر رہے ہیں۔ معذرت خواہی کی یہ آخری حد ہے۔

جدیدیت کے سائے میں انگریزی زبان کی نئی اصطلاحات اور نئے محاورے

جدیدیت کے زبان پر مرتب ہونے والے ہولناک اثرات کا جائزہ

جناب غامدی صاحب افضال ریحان کو انٹرویو دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ مغرب اسلام سے قریب آ رہا ہے۔ اس خطیبانہ دعوے کی تحقیق کے لیے ہم نے انگریزی زبان کی تاریخ اور لغات سے رجوع کیا تو ہولناک صورت حال سامنے آئی۔ مغرب میں جدیدیت [Modrensim] اور مابعد جدیدیت [Post modrenism] نے نئی مابعد الطبیعیات کو جنم دیا اور قدیم مابعد الطبیعیات کو مسترد کر دیا جس کے نتیجے میں جدیدیت نے ایک نئے انسان، ایک نئی عورت، ایک نئی کائنات، ایک نئے خدا اور ایک نئے زمین و آسمان پیدا کیے جو قدیم سے سراسر مختلف تھے۔

حقیقت، علم، خیر و شر، خدا، آخرت، انسان کا کائنات سے تعلق انسان کا خدا سے تعلق، انسان کا انسان سے تعلق، جوڑنے والی حفظ مراتب کی تہذیب جب ختم کر دی گئی تو مغرب نے عہد قدیم کو دور ظلمات [Darkage] قرار دے دیا اور سترہویں صدی سے پہلے کے انسانوں کو انسان ماننے سے انکار کر دیا اس انکار کا آخری درجہ وہ تھا جب ایک بہت بڑے مغربی فلسفی نے یہ لکھا کہ سترہویں صدی سے پہلے تو انسان کو یہ بھی معلوم نہ تھا کہ جنسی عمل کیسے کیا جاتا ہے یہ تو جدیدیت کا کمال ہے کہ اس نے انسان کو یہ طریقہ بھی سکھایا ہے مغرب کی پیروی میں عام طور پر بہت سے مسلمان دانشور اور مفکرین بھی سترہویں صدی سے پہلے کے زمانے کو قرن مظلمہ ہی کہتے ہیں وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ اس اصطلاح کا ایک لادینی کافرانہ اور ملحدانہ پس منظر ہے۔ جب ہم سابقہ تاریخ کو قرن تاریک کہتے ہیں تو دراصل ہم تمام انبیاء کرام کا انکار کر دیتے ہیں کیونکہ ان سب کی بعثت اسی دور میں ہوئی تھی۔ یہ اصطلاح ایجاد کرنے والے مغرب کا خیال ہے کہ سترہویں صدی سے پہلے دنیا میں مذہب اور اہل مذہب کی حکمرانی تھی اور علم کا ذریعہ حقیقت کے حصول کا طریقہ اس عہد میں علم نقلی تھا یعنی وحی الٰہی یا سنت محبوب الٰہی لہٰذا وہ عہد تاریک عہد تھا سترہویں صدی میں ڈیکارٹ سے لے کر کانٹ تک روشن خیالی کا سورج طلوع ہوتے ہوتے سوا نیزے پر آ گیا اور علم کا واحد معتبر اور موثر ترین ذریعہ عقل کو قرار دیا گیا اور انسان نے دعویٰ کیا کہ وہ عقل کے ذریعے کائنات کی حقیقتوں تک رسائی حاصل کرے گا اور ان قوتوں تک بھی پہنچ جائے گا جن تک صرف مذہب کے ذریعے پہنچنے کا دعوی کیا جاتا ہے۔ عقل کی حکمرانی کے اس دعوے کا نام ہی جدیدیت ہے جس کے نتیجے میں تمام علوم نقلی جہالت قرار دیئے گئے اور آخر کار خدا کے وجود کا انکار کر دیا گیا اور خدا اور تصور خدا۔ وجود انسانی، خیر و شر جیسے سوالات کو بے کار سوالات قرار دے کر روزمرہ کی زندگی کو ہی [Every day life] اصل اور اہم قرار دیا گیا انسان کہاں سے آ رہا ہے اور کہاں جائے گا انسان کیوں مرتا ہے مرنے کے بعد کہاں جاتا ہے یہ سوالات لایعنی قرار دیے گئے اور کہا گیا کہ ہم بس دنیا میں پھینک دئے گئے ہیں کس نے پھینکا ہے بے کار سی بات ہے، پھینکنے والا ہمیں کب دنیا سے اٹھائے گا یہ بھی بے کار سوال ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ آنے اور جانے کے درمیان جو وقفہ ہمارے وجود being کا ہے اس پر توجہ دی جائے اس زندگی کو کیسے بامعنیٰ بنایا جائے اصل مسئلہ یہی ہے جب ہم مرجائیں گے تو کہاں جائیں گے یہ سوال جب پیدا ہوگا تو ہم اس سوال کے مکلّف نہیں ہوں گے کیونکہ اصل وجود وہ ہے جو موجود ہے ڈیکارٹ کے لفظوں میں I think there for I am جب میں موجود نہ رہوں گا تو سوچنے و سمجھنے کی صلاحیت سے محروم ہو جاؤں گا جب یہ صلاحیت ہی باقی نہ رہی تو پھر موت کے بارے میں غور و خوض میرا مسئلہ نہیں ہے یہ ان کا مسئلہ ہے جو زندہ ہیں لیکن زندوں کا تعلق اپنے وجود سے ہے میرے عدم سے نہیں۔ کیوں کہ زندگی حیاتیاتی وجود I am کا نام ہے اس وجود کے مٹ جانے کا نام نہیں ہے لہذا مغرب میں موت کو موت کہنے کے بجائے اب limits of utalitarianism کہا جاتا ہے یعنی انسان افادہ حاصل کرنے کی صلاحیت، لذت کمانے کی استعداد سے محروم ہو گیا ہے مغرب کے انسان کے اس جاہلانہ ملحدانہ اور کافرانہ تصورات نے انگریزی زبان و ادب پر نہایت گہرا اثر ڈالا جب خیالات ہی بدل گئے مابعد الطبعیات ہی تبدیل ہوگئی تو الفاظ، جملے، محاورے، تراکیب، کہاوتیں، حکایتیں، اصطلاحات بھی تبدیل ہونے لگیں اور تخلیق بھی ہونے لگیں، نئے نئے محاورے ایجاد ہونے لگے جو جدیدیت پسند مغربی تہذیب کے شجر زقوم سے حاصل ہونے والے کڑوے ترین زہریلے اور کانٹے دار پھل ہیں۔

کسی بھی زبان کے محاورے، اصطلاحات، جملے، تراکیب زبان بولنے والوں کی مابعد الطبعیات، علمیات، کونیات، احساسات، جذبات اور محرکات کے عکاس ہوتے ہیں لہذا اس جام جم کے ذریعے اردو خواں طبقات پہلی مرتبہ دجالی اور ابلیسی مغربی تہذیب کی تباہ کاریوں سے لغات اور لسانیات کے ذریعے آگہی کا نیا دریچہ دیکھ سکیں گے۔

گزشتہ صدی میں مغرب میں آرٹ، ادب، شعر، فنون لطیفہ، فن تعمیر کے میدانوں میں بے شمار احتجاجی ہنگامی، عارضی دوامی تحریکیں اٹھیں، ڈاڈا ازم، ماڈرن ازم، اسٹرکچرل ازم، پوسٹ اسٹرکچرل ازم، Surralism، شاعری کا Phy Lon School، وغیرہ وغیرہ ان تحریکوں نے شاید ہی کوئی مثبت اثر لسانیات پر ڈالا ہو لیکن ان کے منفی

اثرات بے شمار ہیں جن کا احاطہ ممکن نہیں۔

گوری چمڑی والے انسانوں نے جب سے دنیا کی امامت کا ٹھیکہ خود لے لیا ہے White man's burden کی اصطلاح ایجاد ہوئی جس کا تعلق صرف گورے آدمی سے نہیں Necon سے بھی ہے۔ New world order سے بھی ہے اور Pax Americana اور Rough State سے بھی۔ حکمرانی، جبر، استعماریت کے اس تانے بانے نے زبان کو بھی شدید طور پر متاثر کیا اور تہذیب کو بھی حقیقت یہ ہے کہ مارماڈیوک پکتھال جب مغربی تہذیب کو تہذیب کے بجائے بہیمیت Savegry کہتے اور اسے کتوں بلیوں کی تہذیب قرار دیتے تھے تو بات کچھ زیادہ سمجھ میں نہیں آتی تھی ہم اسے ایک نومسلم کا جوش جنوں اور سوز دروں سمجھ کر نظر انداز کر دیتے تھے لیکن جب گزشتہ ایک سو برس میں انگریزی زبان کی اصطلاحات، محاوروں، تراکیب حکایتیں جملے پڑھنے کا اتفاق ہوا تو ان کا تجزیہ بالکل درست نظر آیا ہمارے خیال میں تو یہ تہذیب اب کتوں بلیوں سے بھی بدترین تہذیب ہے کیونکہ جانوروں کے جنگل میں بھی کچھ ادب آداب اخلاق اصول اور حفظ مراتب کی تہذیب ہوتی ہے مغرب نے تو ان سب امور کو پس پشت رکھ دیا ہے۔ گزشتہ سو برس میں انگریزی زبان میں جو بے ہودہ محاورے، تراکیب ایجاد اور رائج ہوئیں ان کی مختصر فہرست درج ہے اس فہرست کو پڑھتے ہوئے سلیم الطبع لوگوں کو قے آنے لگتی ہے۔ ایسی غلیظ اور ذلیل تہذیب تاریخ میں کبھی پیدا نہیں ہوئی۔

جاوید غامدی صاحب اس لغت کا مطالعہ کرنے کے بعد ارشاد فرمائیں کہ کیا مغربی تہذیب اسلام کے قریب آ رہی ہے یا قیامت کے قریب جا رہی ہے۔

New man: [نئے مرد] جدید زمانے کی اصطلاح میں نیا مرد وہ ہے جس کی طبیعت میں یہ بات داخل ہے کہ وہ دوسروں کا خیال رکھے اور موقع محل کے مطابق مدد کے لیے تیار ہو۔ نیا مرد گھر کی صفائی کرنے، کھانا پکانے، شاپنگ کرنے اور اسی طرح کے کام کاج میں بیوی کا برابر سے ہاتھ بٹاتا ہے اور بچوں کو اسی طرح پالتا ہے جیسے ماں پالتی ہے۔ [یہ نیا آدمی بھی عہد جدید کی پیداوار ھے اس کے کام عورت پر احسان نہیں ھیں کیونکہ اس آدمی کی عورت بھی صبح کام کے لیے نکلتی ھے کما کرلاتی ھے لهذا عورت کے باقی فرائض میں مرد کا ھاتھ بٹانا اس کی مجبوری ھے ورنہ عورت نوکری سے انکار کردے گی اور بے چارہ نیا آدمی بھوکا مرے گا عالم اسلام میں آج بھی مرد عورت کے کمانے کو خاندان کے لئے تباہ کن سمجھتا ھے کیونکہ اس کی عورت گھر سے کام کے لئے نکلے گی تو بچوں کو سنبھالنے کے لئے دوسری عورت کو دوسرے گھر سے بلانا ھوگادوسری عورت ماں کا متبادل نہیں ھوسکتی اس کے نتیجے میں دوسری عورت کا گھر بھی تباہ ھوگا کیونکہ وہ اپنے بچوں کی دیکھ بھال کے لئے کسی دوسری عورت کے اخراجات اٹھانے کی سکت نہیں رکھتی ھارڈورڈ یونیورسٹی کی تحقیقات کے مطابق دنیا کی تاریخ میں کبھی عورتوں نے اتنے بڑے پیمانے پر ایک براعظم سے دوسرے براعظم تک نوکری چاکری غلامی بیگار کے لئے سفر نہیں کیا آٹھ گھنٹے کے لئے گھر سے نکلنے والی مغربی عورت کے گھر کو سنبھالنے کے لئے تین بر اعظموں سے لاکھوں عورتوں نے نقل مکانی کی جس کے نتیجے میں مغربی عورت اور ان تین براعظموں کے گھربھی تباہ ھوگئے عورتیں بدکردار، آوارہ، عیاش، اچھال چھکا ھوگئیں جنھوں نے اپنی عصمت و عزت کی حفاظت کرکے نفس کے شریر تقاضوں سے اجتناب کیا وہ ذھنی مریض بن گئیں اور پاگل ھوگئیں ان ملازم عورتوں کے گھروں میں خوشحالی آئی لیکن یہ خوشحالی خاندان رشتوں شوھر بیوی کے معاملے کے لئے موت کا پیغام لائی.]

New morality: [نیا اخلاقی نظام] ۱۹۶۰ء کے زمانے میں یہ اصطلاح عام ہوئی جب کہا جا رہا تھا کہ تیزی سے رونما ہونے والی ٹیکنیکل اور سماجی تبدیلیوں کے پیش نظر معاشرتی زندگی پر جن اخلاقی قواعد اور ضوابط کا اطلاق ہوتا تھا وہ اب فاضل اور بے کار ہو چکے ہیں۔ مانع حمل گولیوں کی ایجاد اور سماجی رشتوں میں ''روشن فکری'' ایسی سماجی تبدیلیاں تھیں جو بڑھتی ہوئی خوش حالی نے پیدا کی تھیں۔ اس کے ساتھ فلاحی مملکت نے افراد کے کاندھوں پر فرائض کا بوجھ کم کر دیا تھا۔ مذہب کا اثر ذہنوں سے زائل ہو رہا تھا۔ طبقہ اوسط کی اخلاقی اقدار مقبول ہو رہی تھیں اور بعض ادیب اور نظریہ ساز اپنی تحریروں میں لذت کوشی اور عیش و نشاط کی ترغیب دے رہے تھے۔ [جاوید غامدی فرماتے ھیں کہ ان روایات کے باعث مغرب اسلام سے قریب آرھا ھے .اس سے ان کی جہالت کا اندازہ کیجیے عالم اسلام کے جدیدیت پسند علماء مثلاً سرسید مفتی عبدہ، پرویز جیراج پوری، احمد دین امرتسری، منظور احمد غامدی، جاوید اقبال کا المیہ یہ ھے کہ یہ اگر اسلام سے واقف ھیں تو مغرب سے ناواقف اسی ناواقفیت کے باعث یہ مغرب کو اسلامی تہذیب کی مطلوب اور ترقی یافتہ شکل قرار دیتے ھیں یہ جاھلیت جدیدہ ھے جس کی بنیاد صرف جہالت ھے مثلاً پرویز منظور احمد ، غامدی عربی نہیں جانتے عبدہ غامدی، پرویز، وحید الدین خان بے چارے مغربی فلسفے تہذیب کی ابجد سے بھی واقف نہیں لیکن دعوے اس طرح کرتے ھیں جیسے یہ ھائیڈیگر کی سطح کے فلسفی ھوں.]

New Romantic: [نئے رومانٹک] ۱۹۸۰ء کے عشرے کے آغاز میں فیشن اور موسیقی کا ایک نیا انداز جس میں عورتیں

اور مرد دونوں خوب بھاری بھاری میک اپ کرتے اور بھڑکیلے کپڑے پہنتے تھے۔(b1961) Boy George نام کے ایک صاحب اس فیشن کی منہ بولتی تصویر تھے۔[عالم اسلام ابھی تک ان چھچھوری حرکتوں سے محفوظ ھے.]

New woman:[نئی عورت] مختلف زمانوں میں نئی عورت مختلف روپ میں نظر آتی ہے۔انیسویں صدی کے اواخر میں جب حقوق نسواں کی تحریک چلانے والی خواتین اپنا گہرا اثر چھوڑ رہی تھیں تو نئی عورت آزاد خیال اور اپنے مقاصد کا حصول چاہنے والی عورت تھی۔بیسویں صدی میں اس کی جانشین وہ عورت تھی جو مردوں کی طرح کوئی پیشہ اختیار کر کے اپنی زندگی اور مستقبل کی مختار بننا چاہتی تھی۔یہی عورتیں ۱۹۵۰ء کی دہائی میں career girl یا career women کہلائیں۔پھر ۱۹۸۰ء کا زمانہ آتا ہے جب ایڈز کی بیماری نے زور دکھانا شروع کیا اور بلا امتیاز جنسی تعلقات کی روش کے خلاف معاشرے میں لہر اٹھی تو ۱۹۹۰ء تک نئی عورت وہ تھی جس نے جنسی تعلقات سے کنارہ کشی اختیار کرنی شروع کر دی اور ایک بالکل نئے نظام اخلاق کا ''کنوارا پن'' اپنا لیا۔غرض کہ نئی عورت کی اصطلاح کو ذرائع ابلاغ نے جس طرح چاہا استعمال کیا۔[نئی عورت وحی، اور حکم خداوندی پر چل کر جنسی زندگی گزارنے کے بجائے آزادی کی راہ چلتی ھے اور اپنی عصمت و عزت بچانے کے بجائے اپنی صحت کو بچانے کے لئے پاک دامنی اختیار کرلیتی ھے نیا آدمی اور نئی عورت افادیت پسندی کے فلسفے کے قائل ھیں اگر گناہ اس کی صحت مندی کی علامت بن جائے تو بلا تکلف وہ گناھگار زندگی کو سینے سے لگالے گی اگر پرھیز گاری کی زندگی اس کی دولت میں اور فوائد میں اور عیش و عشرت میں لازماً اضافہ کرے تو وہ پرھیز گاری کو بھی فورا قبول کرے گی یہ نیا مرد اور عورت اسلامی تاریخ کے لیے اجنبی مرد و عورت ھیں افادیت پسندی اور pregmatism کے مغربی سانچے اسلامی تہذیب کے لئے ناقابل قبول ھیں.] **Nubile**:[شہوت انگیز عورت] لفظ کے یہ معنی ۱۹۷۰ء کے زمانے میں نکالے گئے حالانکہ سترھویں صدی سے اب تک اس کے معنی ناکتخدا، کنواری، شادی کے لائق لڑکی کے لیے جاتے تھے۔چونکہ یہ اطالوی زبان کا لفظ ہے اس لیے اٹلی میں کنواری لڑکی کے لیے پاسپورٹ پر nubile لکھ کر اس کی ازدواجی حیثیت ظاہر کی جاتی ہے۔انگریزی میں اس کا مفہوم وہ ہے جو پہلے بیان کر دیا گیا ہے۔[مابعد الطبعیات بدل جانے سے الفاظ کے معانی و مفاھیم بھی بدل جاتے ھیں حتی کہ سونے جاگنے کے اوقات بھی بدل جاتے ھیں اخلاق کے پیمانے بھی الٹے ھوجاتے ھیں الحمدللہ اسلامی تہذیب و تاریخ ابھی تک اسی لئے محفوظ ھے کہ ھماری مابعد الطبعیات ، ماخذات علم ، اور ھمارا علم قرآن و سنت اجماع اور قیاس کے ذریعے ابھی تک محفوظ ھے جو علماء کا سب سے اھم کارنامہ ھے . یہ اتنا بڑا کام ھے کہ اس کارنامے کے باعث علماء کی بعض اغلاط اور کم زوریاں نظر انداز کی جاتی ھیں.] **Old bag**:[بوڑھی کھوسٹ یا بدچلن عورت] زیادہ عمر کی عورت جس میں دلکشی نہ ہو یا ایسی عورت کو بھی کہتے ہیں جس کے ساتھ یارانہ گانٹھا جا سکے۔[مغرب میں تمام الفاظ، اصطلاحات علامات، لفظیات صرف عورت اور عورت سے وابستہ جنسی زندگی کے گرد گھومتے ہیں اس کے باوجود غامدی صاحب فرماتے ہیں کہ مغرب اسلام کے قریب آ رہا ہے۔]

Old Contemptibles:[مردودوں کی فوج] ایک لاکھ ساٹھ ہزار برطانوی فوجی جو ۱۹۱۴ء کی پہلی جنگ عظیم میں جرمنی کے خلاف جنگ کرنے کے لیے فرانسیسی اور بیلجیئن فوجوں کے ساتھ شامل ہوئے۔ان فوجیوں نے اپنا نام مردودوں کی فوج اس لیے رکھ لیا تھا کہ جرمنی کے شہنشاہ قیصر نے اسی سال اگست میں اپنے ایک خطاب میں جرمن فوجیوں کو حکم جاری کیا تھا کہ دغاباز انگریزوں کو نیست و نابود کر دو اور جنرل فرینچ کی ''مردودوں کی فوج'' کو روند ڈالو۔[مھذب جرمنی کی کیا خوبصورت زبان ھے یہ سولائزڈ لوگ ھیں امریکی برطانوی اور جرمن تہذیب و تاریخ و تمدن کی غلاظت آپ مسلسل پڑہ رھے ھیں یہ گندے لوگ سلامتی کونسل کے مستقل مجرمین دنیا کو تہذیب سکھارھے ھیں یہ ھے white men burden].

Colombian necktie:[گردن کاٹنا] قتل کرنے کا ایک بھیانک طریقہ۔مقتول کی گردن ٹھوڑی کے نیچے سے کاٹ کر زخم میں سے زبان کھینچ لی جاتی ہے۔یہ وحشیانہ طریقہ ۱۹۸۰ء کے زمانے میں کولمبیا میں منشیات فروشوں کی آپس کی جنگ میں 'غداروں' پر آزمایا گیا تھا۔[یہ طریقے ان گوروں نے ایجاد کئے ھیں جو مھذب ھیں اور دنیا کا ٹھیکہ لیا ھوا ھے].

Columbine massacre:۲۰/اپریل ۱۹۹۹ء کو امریکہ کی ریاست کولوراڈو میں شہر Littleton کے ایک سکول کولمبائن میں دو طالب علموں نے بارہ بچوں اور ایک استانی کو گولیوں سے ہلاک کر کے اپنی بندوقوں سے خودکشی کر لی تھی۔ہلاک شدگان میں کئی ایک تو محض اتفاقی طور پر گولیاں لگنے سے ہلاک ہوئے تھے لیکن قاتل اصل میں ایتھلیٹ لڑکوں اور کالوں کو نشانہ بنا رہے تھے۔یہ دونوں نازیوں سے متاثر تھے اور ہٹلر کی سالگرہ کو انھوں نے اس قاتلانہ کارروائی کے لیے چنا تھا۔[دھشت گردی کا ایسا کوئی واقعہ آج تک عالم اسلام کے کسی اسکول یا مدرسہ میں نہیں ھوا لیکن پھر بھی دھشت گرد اسلام ھے].

Chinese slavery:[چینی غلامی] ایسی مزدوری جس میں معاوضہ تھوڑا ہو کام بہت۔یہ اصطلاح ۱۹۰۳ء کے زمانے میں برطانیہ کی لبرل پارٹی نے Arthur

Balfour[دیکھیے : Bob's your unclle کی کنسرویٹو حکومت کے خلاف بہت استعمال کی تھی جس نے جنوبی افریقہ کی جنگ کے زمانے میں مقامی سیاہ فام کافر [Kaffir]مزدوروں کی قلت کی وجہ سے Rand کی سونے کی کانوں میں چینی قلی بھرتی کر لیے تھے۔ان غریبوں کو مویشیوں کی طرح احاطے میں رکھا جاتا اور بلا پرمٹ باہر نکلنے کی اجازت نہیں تھی۔گویا کہنے کو ملازم لیکن عملاً غلام تھے۔[یہ ہے مغرب کا اصل چہرہ جس کے مداح غامدی صاحب ہیں اور جنھیں اسلام میں غلامی کے احکامات پر شرم آتی ہے اگر غامدی صاحب فلسفہ مغرب اور مغرب کے صنعتی اداروں میں بدترین غلامی کی تاریخ پڑھ لیتے تو انہیں قرآن کے احکام غلامی میں کوئی نقص نظر نہیں آتا. غامدی صاحب کا مسئلہ یہ ہے کہ وہ مغرب کو الحق سمجھ کر تحقیق کا آغاز کرتے ہیں جس کا انجام یہی ہے. مغرب نے غلامی کی جو ذلیل قسمیں ایجاد کی ہیں بے چارے غامدی صاحب اس سے واقف نہیں.ملٹی نیشنل کمپنیو ں میں کام کرنے والے کمپنی کی غلامی پر مجبور ہیں کام کرنے والوں کے اوقات کار مقرر نہیں ہیں رات گئے تک کام پھر موبائل کمپیوٹر فون کے ذریعے چوبیس گھنٹے کمپنی کی غلامی میں رہتے ہیں اس غلامی کے خلاف مغرب میں Lawsuit دائر کی جارہی ہیں افریقہ، لاطینی امریکہ میں ملٹی نیشنل کمپنیاں جنگلات باغات میں لوگوں سے جس طرح غلامی کراتی ہیں اس کی تفصیل جنوری ۲۰۰۶ء کے ساحل میں دیکھیے]

Closet queen:[چپ ہم جنس باز] ایسے مرد کے لیے یہ اصطلاح استعمال ہوتی ہے جو ہم جنس باز ہو لیکن جس نے اس کا اعلان نہ کیا ہو۔[مغرب کس قدر بے حیاء اور بے شرم ہے کہ گناھگار ہونے کا اعلان بھی ضروری ہے ورنہ مزہ نہیں آتا غامدی صاحب اسی ذلیل مغربی تہذیب کے گن گارہے ہیں].

Concrete skirting board:[ترقی پر روک] برطانیہ کے دفتروں وغیرہ میں وہ حد جس سے آگے اقلیتی گروپوں اور خاص طور سے ایشیائی عورتوں کو ترقی نہیں دی جاتی۔کنکریٹ کے لفظ کے باوجود تصور یہ ہے کہ گویا ترقی کے زینے پر ایک نظر نہ آنے والی چھت لگی ہوئی ہے جو زینے کو بند کر دیتی ہے۔کوئی دفتر یا کارخانہ یہ بات نہیں مانتا کہ اس نے ترقی پر یہ حد بست لگا رکھی ہے لیکن ایشیائی سمجھتے ہیں کہ ترقی کے معاملے میں ان سے نسلی اور جنسی تفریق برتی جاتی ہے اور انھیں خاص حد سے آگے نہیں بڑھنے دیا جاتا۔[غامدی صاحب فرمائیے کہ مساوات، حب انسانیت، اخلاق کے مغربی دعوے کہاں ہیں].

Crusties:[میلے کچیلے لوگ] برطانیہ کے شہروں قصبوں میں ۱۹۹۰ء کی دہائی میں ایسے بے گھر نوجوان کثرت سے نظر آنے لگے تھے جو رات اور دن سڑکوں گلیوں میں گزارتے۔ پلاسٹک کے تھیلوں میں بھرے ہوئے چیتھڑوں گودڑوں کا بستر، سر کے بال بڑھے ہوئے، بدن پر میلے چکٹ کپڑے، نہانے دھونے سے کوئی غرض نہیں۔اکثر کے ساتھ کتا بھی ہوتا۔کچھ کے پاس گٹار یا اسی طرح کا کوئی ساز جس کی سنگت میں بھونڈی آواز میں بے سُرا سا کوئی گیت۔ایسے بدقسمتوں کے لیے یہ اصطلاح بنائی گئی تھی۔[یہ اس ملک کا حال ہے جو دنیا کو انسانیت، تہذیب، مساوات کا درس دے رہا ہے یہ ہے سوشل ویلفیئر]. **Dirty realism**:[مکروہ حقیقت پسندی]وہ ناول یا افسانے مکروہ حقیقت پسندی کی صنف ادب میں شامل ہیں جن میں مختصر ترین مکالموں والا بے تکان پلاٹ ہوتا ہے،تشدد اور کریہہ جنسی مناظر پر زور دیا جاتا ہے اور گھٹیا درجے کے ناکارہ کردار پیش کیے جاتے ہیں۔[یہ مغربی ادب وثقافت ہے جو غامدی صاحب کی مداحی کی قتیل ہے]۔

Dirty weekend:[نجس اختتام ہفتہ] ہفتہ اور اتوار کی چھٹی کسی ایسے شخص کے ساتھ گذارنا جو آپ کی بیوی یا شوہر نہیں ہے یا بیوی اور شوہر کا بچوں کے بغیر کہیں اور چھٹی کے دو دن بسر کرنا۔اس میں لفظ نجس جنسی تعلقات کے بارے میں وکٹوریائی عہد کی اخلاقی اقدار کی عکاسی کرتی ہے جن میں جنس صرف افزائش نسل کا ذریعہ سمجھی جاتی،اس سے حظ اٹھانا ناپسندیدہ فعل ہے۔[یہ ذلیل زندگی اور تہذیب کیااسلام کی توسیع شدہ شکل ہوسکتی ہے؟ غامدی صاحب کو اصرار ہے کہ مغرب اسلام ہے اور قریب آرہا ہے].

Don't ask, don't tell[نہ پوچھو، نہ بتاؤ]امریکی فوج میں عورتوں اور مردوں کی ہم جنس بازی کے بارے میں جو پالیسی رہی ہے اس کو اس ایک جملے میں سمو دیا گیا ہے یعنی نہ کسی سے پوچھا جائے کہ وہ ہم جنس باز ہے یا نہیں اور نہ کسی کو بتائے۔اگر کسی کے جنسی رجحان کے بارے میں برملا انکشاف نہیں ہوتا تو فوج کو کوئی اعتراض نہیں کہ وہ خدمات انجام دیتا رہے۔یہ جملہ محاورے کے طور پر اب باہر بھی استعمال ہونے لگا ہے۔[کتنے مہذب روادار اور صلح جو لوگ ہیں جو کچھ نہیں پوچھتے جو چاہو کرو آزاد ہو].

Downshifter:[الٹی ترقی لینے والا، ترقی معکوس] ایسا شخص جو اونچی تنخواہ پاتا ہے یا اچھی آمدنی کا کاروبار کرتا ہے لیکن اس ملازمت یا کاروبار کی وجہ سے دماغی اور جسمانی دباؤ سے عاجز آکر یہ کام چھوڑ دیتا ہے اور کم آمدنی والا نسبتاً آسان کام شروع کر دیتا ہے۔یہ رجحان امریکہ میں ۱۹۹۰ء کی دہائی میں شروع ہوا خاص طور سے کمپیوٹر کی صنعت میں دن رات کی محنت اور فکروں سے تنگ آنے والوں نے کم تر تنخواہوں کی نوکریاں تلاش کیں، چھوٹے گھر لیے اور اپنے اخراجات کم کر کے اس اصول پر کاربند ہو گئے کہ زیست کی اعلیٰ روش وہ ہے جس میں سادگی ہو۔[جدیدیت کی پر تعیش زندگی کا ردِ عمل مغرب میں سامنے آچکا ہے لیکن ہمارے یہاں بلا سود بینکاری کے

حامی چند علماء لوگوں کو قرض کی مہلت سے پر تعیش زندگی گزارنے کی ترغیب دے رہے ہیں اسے اسلامی رویہ ثابت کرنے کے لیے سالانہ چار کروڑ روپے لے کر فتوے بھی دے رہے ہیں کاش کہ وہ مغرب سے واقف ہوتے۔ پر تعیش زندگی اختیار کرنے والا، مغرب توبہ کر رہا ہے، اس ذلیل زندگی کے ہنگاموں سے بچنے میں عافیت سمجھ رہا ہے، ہمارے بعض علماء جو مغرب سے ناواقف ہیں اپنے فتوئوں سے عیش و عشرت کی حرام زندگی کو عام کر رہے ہیں۔]

Dresden:مشرقی جرمنی میں ایک شہر جو دوسری جنگ عظیم کے زمانے تک اپنی خوبصورتی کے لیے ایسا مشہور تھا کہ اسے دریائے Elbe کا فلورنس کہا جاتا تھا۔لیکن ۱۹۴۵ء میں فروری کی ۱۳/اور ۱۴/کی رات کو برطانوی فضائیہ کے ۸۰۰ بمبار طیاروں نے اس شہر پر وہ بم برسائے کہ تیس سے ساٹھ ہزار تک عام شہری ہلاک ہو گئے بلکہ بعض اندازوں کے مطابق ایک لاکھ پینتیس ہزار۔ اسی پر بس نہیں۔۱۴/فروری کو دن میں چار سو امریکی طیاروں نے اس پر حملہ کیا، اگلے دن دو سو طیارے حملے کے لیے بھیجے گئے۔ رہی سہی کسر پوری کرنے کے لیے دو ہفتے کے بعد چار سو مزید بمبار طیارے حملے کے لیے گئے اور آخر میں ڈیڑھ مہینے کے بعد ۵۷۲ مزید طیاروں نے شہر کا بھس بھر دیا۔ عام انسانی جانوں کی یہ بے دریغ تباہی سوویت یونین کی درخواست پر کی گئی تھی جس نے کہا تھا کہ جرمنی کے بڑے بڑے شہروں مثلاً برلن Chemnitz لائپ زگ اور ڈریسڈن پر بمباری کر کے جرمن فوجوں کی نقل حرکت میں رکاوٹ پیدا کی جائے۔لیکن اس حکمت عملی پر شدید نکتہ چینی کی گئی اور معترضین نے کہا کہ ڈریسڈن کی تباہی سے کوئی فوجی مقصد پورا نہیں ہوا۔لہٰذا اصل مقصد یہ معلوم ہوتا تھا کہ جرمن شہریوں کو دہشت گردی کے ذریعہ زیر کیا جائے تاکہ اتحادی فوجیں جب عنقریب فتح حاصل کرتی ہوئی جرمنی میں داخل ہوں تو یہ شہری کوئی مزاحمت نہ کریں۔ اس کے علاوہ سوویت یونین کو بھی کان ہو جائیں کہ برطانیہ اور امریکہ کے پاس کیسی زبردست فضائی قوت ہے۔[امریکی، برطانوی، روسی دہشت گردی کی تاریخ دیکھ لیجیے یہ تینوں اب مہذب ملک ہیں اور سلامتی کونسل کے مستقبل رکن یہ دنیا کے ذمہ دار ترین، شریف ترین، عمدہ و اعلیٰ ترین لوگ کھلاتے ہیں یہ ہے ان کی اخلاقیات]. **Dresden china**:[ڈریسڈن چائنا،چینی کی گڑیا]ڈریسڈن سے چونکہ انتہائی نازک اور نفیس پورسلین کے ظروف آیا کرتے تھے اس لیے کسی بھی نازک اور حسین چیز اور خاص طور سے نازک لڑکیوں کے لیے یہ اصطلاح برتی جاتی ہے۔[مغرب کی لفظیات حسن صرف نازک و کم سن لڑکیوں کے لئے کیوں وقف ہے]. **Empty nester**:[تنہا والدین]وہ ماں باپ جن کے بچے بڑے ہو کر اپنے اپنے گھروں کے ہو گئے اور اب وہ اکیلے گھر میں رہتے ہیں۔[یہ مغرب کا ثمر تہذیب ہے جو بوؤ گے وہ کاٹو گے۔].

Evil Empire[شیطانی مملکت]امریکی صدر رونالڈ ریگن نے ۱۹۸۳ء میں چرچ کے رہنماؤں کے سامنے تقریر کرتے ہوئے سوویت یونین کو یہ خطاب دے کر امریکہ کے ان کٹر مذہبی گروہوں کے نظریے کی توثیق کی تھی جو کمیونزم کو اسی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ رونلڈ ریگن کو گفتار کا غازی[Great Communicator] بھی کہا جاتا تھا۔ان کا ایک اور واقعہ یہ ہے کہ ایک بار ریڈیو پر انھیں ایک تقریر نشر کرنی تھی۔ مائیکروفون کو ٹیسٹ کرنے کے لیے انھوں نے ایک اعلان فرمادیا۔ میرے ہم وطنوں۔ میں نے ایک فرمان پر دستخط کر دیے ہیں کہ روس کو ہمیشہ کے لئے غیر قانونی قرار دے دیا جائے اور ہم پانچ منٹ میں بمباری شروع کرنے والے ہیں،انھوں نے یہ اعلان مائیکروفون ٹیسٹ کرنے کے لیے کیا تھا لیکن شومئی قسمت کہ ان کا اعلان پوری دنیا میں سنا جا رہا تھا۔ پھر سرد جنگ کے خاتمے کے دنوں میں انہی رونلڈ ریگن نے سوویت یونین سے جسے وہ شیطانی مملکت کہہ چکے تھے مذاکرات کیے،معاہدے کیے۔[یہ امریکہ کی اخلاقی حالت ہے امریکی ذھنیت کے تحت الشعور اور لاشعور میں جو کچھ دبکا ہوا تھا وہ بلا ارادہ بے ساختہ ریگن کی زبان پر آگیا روس کے بارے میں امریکہ یہ جذبات رکھتا ہے تو مسلمان کس شمار قطار میں ہیں غامدی صاحب] **Feeding frenzy**:[گاہکوں کی چھینا جھپٹی]ایک کاروبار میں مصروف کمپنیاں جب کسی موقع پر گاہکوں کو اس طرح دبوچنے کی کوشش کریں جیسے شارک مچھلیاں ایک شکار پر حملہ آور ہوں تو یہ محاورہ استعمال میں آتا ہے۔ ٹیلی وژن کمپنیاں،اخبارات اور بعض اوقات فلم کمپنیاں بھی گاہکوں کی چھینا جھپٹی کے بڑے بڑے پلان بناتی ہیں۔[اس کے بغیر صنعتوں کا پہیہ نہیں چل سکتا جب تک سرپلس نہ ہو اور کنزیومر سوسائٹی نہ ہو صنعتوں کی بلا ضرورت پیداوار کی کھپت ناممکن ہے لہٰذا جعلی طلب پیدا کرنے کے لئے سرمایہ داری ہر ہتھکنڈہ اختیار کرتی ہے اس سے مغربی معاشرے کی پسماندگی ذلت و رسوائی کا اندازہ کیجیے۔]

Four-letter word[چارحرفی لفظ]اردو میں جب کہتے ہیں کہ چار حرف بھیجو تو مراد لی جاتی ہے ل ع ن ت[لعنت]۔لیکن انگریزی میں اس اصطلاح کے زیادہ گہرے معنی ہیں اور مختلف قسم کی گالیوں کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔اب سے چند برس پہلے تک آکسفورڈ انگلش ڈکشنری میں بھی یہ وضاحت نہیں کی جاتی تھی کہ یہ لفظ کیا ہیں لیکن اب مغربی معاشرے میں بلا تکلف ان کا استعمال ہوتا ہے خواہ عام گفتگو ہو یا ریڈیو اور ٹیلی وژن کے ڈرامے اور انٹرویو۔[مغرب اسلام کے قریب آرہا ہے اور کس طرح قریب آرہا ہے قربت کے اس سفر کی کہانی پڑھنے کے بعد بھی غامدی صاحب اپنے موقف پر قائم رہیں گے کیونکہ مغرب پر یقین ان کی

ایمانیات کا مسئلہ ھے اور مذھب فلسفہ اور سائنس ایمانیات کے بغیر اپنے سفر کا آغاز ھی نہیں کرسکتے.]

Granny dumping:[بڑی بی کوٹھکانے سے لگانا] کسی بزرگ اور خاص طور سے نانی دادی کو جن کی عادتوں اور مزاج سے گھر کے لوگ تنگ آ چکے ہوں کسی ہسپتال یا ضعیفوں کی رہائش گاہ کے سپرد کردینا۔ یہ سلسلہ امریکہ میں ۱۹۹۰ء کی دہائی میں شروع ہوا ہے۔[غامدی صاحب مغربی کیا زبردست تھذیب ھے اسلام سے قریب آرھی ھے یا اسلام کی تعلیمات کو ھی ٹھکانے لگارھی ھے.].

Guerrilla Girls[زنان گوریلا] نیویارک میں آرٹسٹ خواتین نے ۱۹۸۴ء میں اس نام سے ایک گروپ اس مقصد سے بنایا تھا کہ فنون لطیفہ کی دنیا میں جنسی اور نسلی تعصب کا مقابلہ کیا جائے۔اس گروپ میں شامل عورتیں ٹیلی وژن پر انٹرویو کے لیے آتیں تو چہرہ چھپانے کے لیے نقاب اوڑھ کر آتیں۔اپنے مقصد کی تشہیر کے لیے انھوں نے پوسٹروں اور چھوٹے اشتہاروں سے بھی خوب کام لیا۔ایک بہت بڑا سا پوسٹر قابل ذکر ہے جس میں ایک عورت کا ننگا بدن ہے لیکن سر ایک گوریلہ بندر کا ہے۔اس کے نیچے تحریر ہے" کیا عورتوں کو برہنہ ہونا پڑے گا تبھی انھیں میٹروپولیٹن میوزیم میں جگہ ملے گی جس کے جدید آرٹ کے شعبے میں پانچ فی صد سے کم عورتوں کی بنائی ہوئی تصویریں ہیں جبکہ ۸۵ فی صد برہنہ تصویریں عورتوں کی ہیں"۔اس گروپ کے بارے میں ایک کتاب ۱۹۹۵ء میں شائع ہوئی تھی۔[غامدی صاحب اس عبارت سے بهت کچھ معلومات حاصل کرسکتے هیں وہ پردہ کے مخالف هیں بے چاری مغربی عورت اپنے آپ کو پردے میں چھپانے کے لئے بے تاب ھے یهاں مغرب اسلام سے قریب آرھا ھے اور غامدی صاحب کو اسلام و مغرب کی یہ قربت گوارا نهیں فرماتے هیں کہ پردہ نہ کرو اسے ترک کردو اب مغربی عورت کهاں جائے اسلام کے دامن میں بهی غامدی صاحب نے اس کے لئے جگہ نہ چھوڑی.].

Gymslip mum:[کچی عمر کی ماں] ایسی نوعمرلڑکی جو سکول میں پڑھ رہی ہو اور ماں بن جائے۔جم سلپ ایک لباس تھا جو ۱۸۹۳ء میں ایک طالب علم نے خصوصاً gymnasium میں ورزش کرتے وقت پہننے کے لیے وضع کیا تھا اور بہت جلد سکولوں میں رائج ہوگیا تھا۔[حرام زادگی اور حرم زدگی کی مغربی روایات کا کیا کهنا].

Hands Across America:[امریکی انسانی زنجیر]بے گھروں کی حالت سے عام لوگوں کو روشناس کرانے کے لیے ۲۵/مئی ۱۹۸۶ء کو کوئی ساٹھ لاکھ انسانوں نے ایک دوسرے کا ھاتھ پکڑ کر مشرق میں نیو یارک سے مغربی ساحل پر کیلیفورنیا میں لانگ بیچ تک ایک زنجیر سی بنائی تھی جو چند ایک مقامات پر، جهاں بالکل آبادی نهیں تھی، ٹوٹ گئی تھی ورنہ پورے ملک کے طول میں پھیلی ھوئی تھی.[کیا زنجیریں بنانے سے لوگوں کو گھر مل سکتے هیں سرمایہ دارانہ نظام میں زمین اور گھر عام آدمی کی قوت خرید سے باھر کردیے جاتے هیں تاکہ سودی نظام معیشت کو رائج کیا جائے اگر مکان لوگوں کی دسترس میں هوں تو کون قرض لے. چرندے درندے پرندے بھی اپنے لیے گھر بنا لیتے هیں اپنی اولاد کے لئے گھر چھوڑ جاتے هیں قدرت نے درختوں سے گھر تعمیر کرنے کا مسالہ مهیا کررکھا ھے لیکن عصر حاضر کا انسان گھر نهیں بنا سکتا کہ سرمایہ داری نے اسے ممکن نهیں رکھا. ٹوکیو میں دو کمروں کا فلیٹ کئی کروڑ کا ھے کراچی میں اسی گز کا مکان تیس لاکھ کاھے تو کیا زنجیر بنانے سے مکان مل جائے گا اس کے لئے سرمایہ داری کا خاتمہ کرنا ھوگا.غامدی صاحب کو مغرب پھر بھی پسند ھے. ان کی کتاب قانون معیشت پڑہ لیجے اور معیشت کے موضوع پر ان کی دس تقریریں اور ڈیڑہ سو سوالات کے جوابات پڑہ لیجیے تو معلوم هوجائے گا کہ بے چارے جاوید غامدی کو نہ اسلامی معیشت کا پتہ ھے نہ جدید مغربی معیشت کا وہ کلاسیکل اور نیو کلاسیکل اکنامکس سے ناواقف هیں وہ Theory of moral centiments سے واقف نهیں جس پر جدید معیشت کی روحانی بنیاد رکھی گئی ھے. یہ جاهل عالم Political Economy کے نشیب و فراز و مباحث سے ناواقف ھے. یہ رسد و طلب کو فطری قانون سمجھتے هیں جب کہ آئی ایم ایف نے شکست روس کے بعد روس کی معیشت کا جائزہ لیا تو وهاں طلب و رسد کے قانون کو موجود ھی نهیں پایا. وہ حیرت زدہ هوگئے کہ معیشت اس کے بغیر کیسے چل سکتی ھے. دنیا کی اکیس تهذیبیں طلب و رسد کے قانون کے بغیر چلتی تھی اسی لیے دنیا کی ساڑھے سات ہزار سالہ تاریخ میں اشیائے صرف کی قیمتوں میں برائے نام اضافہ سالهاسال میں هوتا تھا، قیمتیں مستحکم رهتی تھیں، طلب و رسد کا قانون مغربی فلسفے کا قانون ھے جس نے معیشت کو برباد کر دیا. انسان کو گھر تک میسر نهیں رھا. غامدی صاحب معیشت کے فلسفے اور اس کی ما بعد الطبعیات سے نا بلد هیں وہ معیشت کو جو صرف سوشل سائنس کا ایک حصہ بلکہ مغربی فلسفہ و تهذیب کو غالب کرنے کا سب سے موثر هتھیار ھے غیر اقداری value

nutral سمجھتے ہیں وہ فلسفہ سے ناواقف ہیں لہٰذا سوشل سائنسز کی تباہ کاری سے قطعاً واقف نہیں وہ اپنی کتاب میں معیشت کا جو قانون بیان کررہے ہیں وہ نہ کبھی عالم اسلام میں تھا نہ اب رائج ہوسکتا ہے یہ قانون ڈاکٹر فضل الرحمان کے احمقانہ افکار کا حرف بہ حرف سرقہ چربہ ہے]۔

Home alone[گھر میں تنہا] ایسے بچوں کے لیے اصطلاح جو گھر میں اکیلے ہوں۔ والدین باہر گئے ہوں یا شہر سے باہر چلے گئے ہوں۔ اس اصطلاح کا چلن ۱۹۹۰ء کی ایک امریکی فلم کی وجہ سے ہوا جس میں یہی دکھایا گیا تھا کہ والدین اپنے بچے کو بھولے سے گھر میں چھوڑ چھٹیوں پر چلے جاتے ہیں۔ گھر میں اکیلے رہ جانے والے والدین کے لیے Empty nester کی اصطلاح رائج ہے۔[اسلامی تہذیب میں ماں باپ سے ایسی غلطی کا صدور محال ہے۔]

Kerb crawling[طوائف کی تلاش] خاص جزائر برطانیہ کی علت جہاں طوائفوں کے بازار نہیں ہیں اس لیے گاہک فٹ پاتھ کی منڈیر [kerb] کے بالکل پاس آہستہ آہستہ گاڑی چلاتا ہے [یعنی crawl کرتا ہے] اور وہیں سے جسم فروش کو گاڑی میں بٹھالیتا ہے۔ پہلے جب لوگوں کے پاس گاڑیاں کم تھیں تو فٹ پاتھ پر اسی طرح پیدل رینگنے کو kerb crawling کہتے تھے۔[کیا خوبصورت تہذیب ہے جہاں ہر مرد طوائف کی تلاش میں Bed room eyes لئے گھوم رہا ہے. غامدی صاحب کہتے ہیں کہ مغرب اسلام کے قریب آرہاہے حالانکہ اصلاً صرف عورت کے قریب جارہا ہے]۔

Kinder, Kirche, Kuce:[جرمن محاورہ: بچے، چرچ اور چولہا] بیسویں صدی کے شروع ہی سے جرمنی میں رائج ایک محاورہ کہ عورتوں کا مقام گھر ہے، عبادت ہے اور بچے پیدا کرنا اور ان کی پرورش کرنا ہے۔ لیکن اس محاورے کو نظریے کی شکل نازیوں نے دی اور اصول مقرر کیا کہ عورت کا فرض مزید آریاؤں کو جنم دینا ہے۔ ۱۹۳۳ء کے بعد یونیورسٹی میں اعلیٰ تعلیم اور ملازمت کرنے میں عورتوں کی خاصی حوصلہ شکنی کی جاتی[جرمنی آج کل پھر آبادی بڑھانے کے لئے بچے پیدا کرنے پر عورت کو راغب کررہا ہے اور پرکشش معاوضے پیش کررہاہے عورت کا اصل کام نسل نو کی تیاری ہے جو ہر لحاظ سے تن درست محبت سے سرشار مضبوط اور اخلاقی طور پر طاقت ور ہو اوسطاً ایک ماں کو کم از کم پانچ بچے پیدا کرنے چاھئیں تاکہ آبادی کا توازن برقرار رہ سکے پانچ بچے پیدا کرنے کا مطلب یہ ہے کہ عورت کم از کم پچیس سال تک کسی بیرونی کام کی ذمہ داری اٹھانے کے قابل نہیں رہتی اسی لئے دنیا کی اکیس تہذیبوں میں عورت کبھی شمع محفل، بازار کی رونق اور دفاتر کی زینت نہیں بن سکی وہ عورتیں جو اپنے زمانے کی اخلاقی قدروں کی منکر رہیں زیادہ سے زیادہ وہ رنڈی اور فنکار بن گئیں تہذیبوں نے انہیں دوسری ذمہ داری اٹھانے کی اجازت نہیں دی لیکن دنیا کی اکیس تہذیبوں میں اس کا بنیادی وظیفہ خاندان کی دیکھ بھال اور تازہ دم محبت سے بھر پور جوان نسل کی افزائش رہا جس بچے کو گھر میں ماں کی محبت نہ ملے وہ بش اور ٹونی بلیئر کی طرح خونی اور ظالم ہوگا مغربی اقوام کے گھر ماں کی محبت سے خالی ہیں ان وحشیوں نے خاندانی نظام تباہ کرکے ماں کی محبت سے محرومی گوارا کرلی اس محرومی کانتقام اب پوری دنیا سے لے رہے ہیں۔ جدیدیت پسند مسلم مفکرین جو مغرب سے متاثر ہیں عورت کو گھر سے نکلوانا عین اسلام سمجھتے ہیں اب تو بعض راسخ العقیدہ مذہبی گروہ بھی عورت کی زندگی میں مردوں کے شانہ بشانہ شرکت کو قرآن و سنت کی غلط سلط تاویلوں سے ثابت کررہے ہیں جبکہ تمام مذہبی تہذیب و تمدن اور اسلامی تاریخ و تہذیب میں عورت کا اصل مقام گھر ہے مغرب میں عورت کی اور خاندان کی تباھی کے بعد مغرب سے عبرت حاصل کرنے کے بجائے ہمارے راسخ العقیدہ لوگ بھی معذرت خواہی اور مغرب سے شرمندگی کے باعث عورت کو زیادہ سے زیادہ کار زندگی میں شریک کرکے خاندانی نظام تباہ کررہے ہیں مولانا سمیع الحق فرماتے ہیں کہ مسلمان عورت آکسفورڈ یونیورسٹی میں پڑھا سکتی ہے اسلامی جماعتیں عورتوں کو یونین کونسل کے الیکشن میں شریک کرکے اسلامی تاریخ و تہذیب کی نفی کررہی ہیں. پاکستان میں صرف شہداد کوٹ، شہداد پور اور فاٹا کے چند مقامات وہ جگہیں ہیں جہاں کے مضبوط خاندانی نظام کے باعث عورتوں کی نشستیں خالی رہیں.]۔

Kissogram:[بوسہ+ ٹیلی گرام] ایسا کم ہوتا ہے، لیکن ہوتا ہے کہ کسی بڑے آدمی کی سالگرہ یا کسی اور موقع پر پیار کا تحفہ بھیجنے کے لیے کسی حسین سی لڑکی کو کرائے پر لے کر کم سے کم کپڑوں میں اس کے جسم کو ڈھانپ کے اس شخص کے پاس بھیج دیا جاتا ہے اور یہ لڑکی بہ نفس نفیس ممدوح کو تحفہ پیش کردیتی ہے۔ بالکل یہی عمل strippergram کے ذریعہ بھی دہرایا جاتا ہے۔ بس اتنا ہے کہ وہاں لڑکی کے جسم پر کپڑے نہیں ہوتے[یہ وہ ذلیل وحشی، غلیظ، ناپاک مغربی تہذیب ہے جس کے قصیدے سرسید، عبدہ، غامدی پڑھتے ہیں اور اسلام اور مغرب میں سمٹتے ہوئے فاصلے ان جاھلوں کو نظر آتے ہیں اسلامی تاریخ و تہذیب ایسی

اصطلاحات سے آج تک خالی ھے] Kitten heel-: چھوٹی ایڑی یا عورتوں کے چھوٹی ایڑی کے جوتے جو۱۹۶۰ء کی دہائی میں فیشن میں آئے تھےاور پھر ۱۹۹۰ء کی دہائی میں بھی۔ایسے جوتے پہننے والی لڑکیوں کو sex kitten خیال کیا جاتا تھا یعنی کم عمر لڑکی جس کو دیکھ کے نفسانی بھوک بھڑک اٹھے۔[پورا مغرب اسی بھوک میں مبتلا ھے]

Kneecappinp:[گھٹنے توڑنے کی سزا] شمالی آئرلینڈ میں بیسویں صدی کے دوسرے نصف کے دوران خانہ جنگی میں جو مسلح گروپ بنے ہوئے تھے وہ سراغ رسانوں، گروپ کو چھوڑنے والوں یا چھوٹے موٹے جرم کرنے والوں کو اس طرح کی سزا دیتے کہ ان کے گھٹنے کی چپنی پر گولی مار دیتے یا بجلی کے برمے سے سوراخ کردیتے تھے۔اٹلی میں بھی ۱۹۷۰ء کی دہائی میں بائیں بازو کے دہشت گرد گروپ تاجروں اور ججوں سے انتقام لینے کے لیے ان کے گھٹنے توڑ دیا کرتے۔[یہ مہذب مغرب اٹلی امریکہ آئر لینڈ کا حال ھے دهشت گرد مغرب ھے یا عالم اسلام جاوید غامدی صاحب خود فیصلہ کرلیں دنیا میں دھشت گردی کی تمام اقسام مغرب کی ایجاد ھیں مجاھدین اسلام کی نھیں مجاھدین تو امت کا سرمایہ ھیں۔]

Occidentalism:[مغرب دشمنی کا نظریہ] عام طور سے اس اصطلاح کے معنی مغربیت پرستی لیے جاتے ہیں لیکن ۲۰۰۴ء میں ایک امریکی اور ایک اسرائیلی پروفیسر نے اسے یہ نئے معنی پہنا دئے۔ ایڈورڈ سعید کی شہرہ آفاق تصنیف Orientalism کی نقل کر کے پروفیسر Ian Buruma اور Avishai Margait نے امریکہ اور مغرب سے 'اسلامی دہشت گرد' گروپوں کی شدید نفرت کو Occidentalism کا نام دیا ہے۔ان کا کہنا ہے کہ یہ 'جہادی' مغرب کو انسان نہیں سمجھتے۔مشینی مخلوق سمجھتے ہیں جسے تباہ کرنا ضروری ہے اسی طرح جیسے کینسر کو ختم کرنا ضروری سمجھا جاتا ہے۔ان دونوں نے اپنی تازہ کتاب Occidentalism The West in the Eyes of its Enemies میں لکھا ہے کہ اس نفرت کا تعلق صرف مغرب کے سیاسی، اقتصادی اور معاشرتی استحصال سے نہیں ہے۔امریکہ کے صدر جارج بش اور برطانوی وزیر اعظم ٹونی بلیئر نے ''دہشت گردی کے خلاف جنگ'' کے جواز میں جو بیانات دیے ہیں ان میں اسی نظریہ Occidentation کی بازگشت سنائی دیتی ہے۔[مغرب کے فلسفی اور مفکرین بخوبی سمجھتے ھیں کہ اسلام اور مغرب میں مفاھمت ممکن نھیں کیونکہ دونوں کی مابعدالطبعیات علمیات، کونیات، تصور انسان، تصور خدا تصور آخرت بالکل مختلف ھے ایک تھذیب الوھیت رب کی قائل ھے دوسری الوھیت انسانی کی ایک کے یھاں انسان محو ر و مرکز کائنات ھے دوسری کے یھاں خدا محور و مرکز اول و آخر کائنات ھے لھٰذا دونوں تھذیبوں میں مصالحت مفاھمت مکالمہ گفت و شنید ممکن ھی نھیں مغرب جس طرح اسلام کو تھس نھس کرنا چاھتا ھے اسلام بھی بالکل اسی طرح "مغرب کی جاھلیت جدیدہ کا دشمن ھے اور اس کے انھدام سے کم کسی عمل پر راضی نھیں لیکن ھمارے نادان جدیدیت پسند مذھبی مفکرین مغرب کو اسلام کی توسیع و ترقی یافتہ شکل سمجھتے ھیں اس سے غامدی صاحب کی جاھلیت بہ سلسلہ مغرب کا اندازہ کیجیے. غامدی صاحب کو Humanism اور Freedom کی فلسفیانہ اصلاحات کے معنی بھی معلوم نھیں. وہ سمجھتے ھیں کہ یونانیوں اور رومیوں کے یھاں جس طرح آزادی کا تصور تھا. مغربی فکر و فلسفہ میں بھی آزادی کا وھی تصور ھے جب کہ رومی اور یونانی تھذیب میں آزادی سراسر قربانی و ایثار کا نام ھے جب کہ مغرب میں آزادی خواھش نفس کو اللہ بنا لینے کا اور اس کی مسلسل پرستش افزائش کا نام ھے. رومیوں کے یھاں آزادی کا تصور اپنی خواھشات کو اپنی قوم کی خاطر قربان کرنے سے مربوط ھے. یونانیوں کے یھاں میدانِ جنگ میں شرکت شھریت کی ضمانت ھے. جو خون کی قربانی نہ دے وہ یونان کا شھری نھیں ھوسکتا. [Participation in citizenship] جدیدیت پسند مفکر قیصر عالم نے مشرق و مغرب کو ملانے کے جاھلانہ تصور کے تحت ایک رسالہ Discourse نکالا راسخ العقیدہ عالم جناب احمد جاوید اس کے Chief Consultant ھیں معلوم ھوا ھے کہ ان کا نام زبردستی ان کی اجازت کے بغیر شائع کیا گیا فراست رضوی ڈاکٹر طاھر مسعود جیسے مومن راسخ العقیدہ اور جدیدیت کے دشمنوں کے نام بھی جبراً جدیدیت پسند قیصر عالم نے اپنے رسالے میں شامل کئے یہ جدیدیوں کی اخلاقیات ھے. بے چارے قیصر عالم کو یہ معلوم نھیں کہ مغرب اور اسلام کی Metaphysics، Epistemology، Axiology بالکل مختلف ھیں لھٰذا ان میں مصالحت کا کیا سوال دو دشمنوں کے درمیان کاغذی پل کیسے بن سکتا ھے. مشرق و مغرب کو ملانے والے اس جعلی تحقیقی رسالے میں عسکری، سلیم احمد، جمال پانی پتی ڈاکٹر منظور احمد وغیرہ کے پچیس تیس سال پرانے مضامین ترجمہ کر کے شامل کئے گئے یہ اس رسالے کی علمی وقعت ھے. قیصر عالم نے پوری دنیا میں یہ رسالہ بھیجا لیکن مغرب کے کسی ایک دانشور فلسفی مفکر یا یونیورسٹی نے اس پر کوئی رد عمل ظاھر نھیں کیا کیونکہ مغرب کے مفکرین اس قسم کی حرکتوں کو نھایت احمقانہ و جاھلانہ

حرکات تصور کرتے ہیں. ان کی نظر میں عسکری ڈاکٹر منظور احمد کی فلسفیانہ حیثیت ہی نہیں ہے . ڈاکٹر منظور احمد جو پاکستان کے سب سے بڑے فلسفی کہلاتے ہیں. پچھتر سال میں انہوں نے مغربی فلسفے پر کوئی کتاب نہیں لکھی، پچاس سال پہلے فلسفے میں پی ایچ ڈی کی سند حاصل کی تھی لیکن اس مقالے کو اشاعت کے قابل نہیں سمجھتے . مشرق و مغرب کو ملانے کا دعویٰ ایک احمقانہ دعویٰ ہے جس پر مغرب کے لوگ ہنستے ہیں اور ہندو پاک کے ان علمی چھٹ بھئیوں کو گھاس بھی نہیں ڈالتے . ہیگل اور فوکو یاما کے الفاظ میں تاریخ کا سفر ختم ہو گیا ہے مغرب کے خیال میں دنیا کی عظیم تہذیب، عظیم فلسفہ عظیم سائنس مغربی تہذیب ہے . لہٰذا اب کسی سے مکالمے کا کیا سوال End of History کے بعد مکالمے کی بات یا تو قیصر عالم کی سادگی ہے یا نادانی یا جہالت یا مغرب سے ناواقفیت اگر وہ سہیل عمر سے رہنے کی چند کتابیں سبقاً سبقاً پڑھ لیتے تو اس جاہلیت سے تائب ہوجائے . اب قیصر عالم حسبِ معمول حالت دیوانگی میں چلا رہے ہیں کہ مغرب والے intolerent ہیں میں رسالہ بند کردوں گا مجھے مایوسی ہوئی ہے میں ایک اداریہ لکھ کر مغرب کی بے حسی بتاؤں گا بے چارے قیصر عالم کو یہ معلوم ہی نہیں کہ مغرب ان جیسے جدیدیت بازوں کو گھاس ڈالنے کے قابل بھی نہیں سمجھتا اگر وہ کولمبیا یونیورسٹی سے شائع ہونے والے رچرڈ رارٹی کے مکالمے Is religion possible کو پڑھ لیتے ہیں تو مشرق و مغرب کو ملانے کے جاہلانہ فلسفے سے دستبردار ہوجاتے .

Pyramid selling: مال فروخت کرنے کا ایک عجیب وغریب طریقہ۔ ایک آڑھتی دوسرے کسی آڑھتی کو پھانس کے مال اس کے ہاتھ کچھ منافع پر بیچ دیتا ہے۔ دوسرا آڑھتی بھی اسی طرح تیسرے کے سر منڈھ دیتا ہے۔ اور یہ سلسلہ چلتا رہتا ہے حتیٰ کہ بالکل اوپر پہنچ کے جس کے ہاتھ یہ مال لگتا ہے اس کو اتنے اونچے دام پر ملتا ہے کہ وہ آگے نہیں بیچ سکتا۔ یہ طریقہ کئی ایک ملکوں میں غیر قانونی ہے۔ [مال کمانے اور بیوقوف بنانے کے سوا سرمایہ داری کی کوئی اخلاقیات نہیں ہے یہ تمام دھندے مغرب کی ایجاد ہیں جو رفتہ رفتہ مشرق میں بھی عام ہورہے ہیں.]

Rough trade: [امرد پرستی، پیشہ کرانے والے مرد کو ایذا دے کر جنسی تسکین حاصل کرنا] کسی ایسے لڑکے یا مرد سے جنسی تعلق قائم کرنا جس کا یہی پیشہ ہو خاص طور سے اگر فعل کے دوران جبر یا ایذا رسانی سے جنسی تسکین حاصل کی جائے۔ ۱۹۳۰ء کے زمانے سے a bit or rough کا محاورہ عورت کے ساتھ فعل میں زیادتی کرنے کے لیے استعمال ہوتا تھا لیکن اب اوباش، بدچلن لڑکوں یا مردوں کے لیے برتا جانے لگا ہے۔ [مغرب کی دلچسپی کے مباحث پڑھتے جائیے حیرتوں کے در کھلتے جائیں گے ان بد بختوں کے پاس کوئی اور موضوع ہی نہیں کرنے کا کوئی کام ہی نہیں ہے . جو راہ ادھر کو جاتی یہ وہ راہ ادھر سے جاتی ہے]۔ **Rumpy-pumpy**: [چوما چاٹی] چھپ چھپ کے جنسی فعل کرنا۔ [کیا عظیم الشان تہذیب مغرب ہے جس پر غامدی صاحب کو فخر ہے].

Samaritans: یاس اور نا امیدی میں مبتلا ایسے افراد کی مدد کے لئے جو خودکشی کرنا چاہتے ہوں یہ تنظیم لندن کے ایک پادری [Rev.Chad Varah [b 1911 نے ۱۹۵۳ء میں قائم کی تھی۔ ۱۹۹۰ء کی دہائی تک برطانیہ میں ۱۸۰ مراکز بن چکے تھے اور چند ایک باہر کے ملکوں میں بھی۔ ان مراکز میں تربیت یافتہ رضا کار چوبیس گھنٹے ضرورتمندوں کو پوری ہمدردی کے ساتھ مشورے دینے کے لیے موجود رہتے ہیں۔ عام طور سے لوگ ٹیلی فون کر کے مشورے طلب کرتے ہیں۔ تنظیم کا نام بائبل کے ایک قصے پر رکھا گیا ہے جس میں کسی شخص کو کچھ لوگوں نے مارا پیٹا اور اس کے پیسے چھین لیے۔ یہ راستے میں نیم مردہ پڑا تھا۔ دوسرے راہ گیر اس کا راستہ چھوڑ کے سڑک کے دوسری طرف ہو جاتے تھے۔ اتنے میں Good Samaritan کا گزر ہوا۔ اس نے اس شخص کی مرہم پٹی کی اسے اپنے گدھے پر سوار کر کے ایک سرائے میں لے گیا اور تیمارداری کی [Luke 10:30-37]۔ [غامدی صاحب کی نظر میں مغربی فلسفہ تہذیب سائنس دنیا کے عظیم ترین عجائب ہیں تو مغرب میں زندگی کیوں اپنے معنی کھو چکی ہے وہاں لوگوں کو ہر طرح کی آسائش سکون اطمینان میسر ہے تو وہ خود کشی کیوں کررہے ہیں اگر دنیا کی ہر نعمت مغرب کے لوگوں کو میسر ہے تو خود کشی کی سب سے زیادہ شرح مغرب میں کیوں ہے؟ ظاہر ہے روحانیت کے بغیر مادی زندگی اس قابل ہے کہ خود کشی کے ذریعے ختم کردی جائے مغرب کے بڑے بڑے لوگ خود کشی کیوں کررہے ہیں وہ کیا بے یقینی ہے جس نے مغرب کو اس حال تک پہنچادیا ہے کہ خود کشی میں مدد دینے کے لئے مراکز بن رہے ہیں ٹائن بی نے معلومہ تاریخ میں اکیس تہذیبوں کی نشان دہی کی ہے لیکن کسی تہذیب میں خود کشی عام نہ تھی اور کسی تہذیب نے خود کشی کو آسان و عام کرنے کے لئے ، مدد دینے کے لئے مراکز نہیں کھولے یہ دنیا کی بد ترین تہذیب غلیظ ترین تمدن ہے جسے مارماڈیوک پکتھال ”بہمیت اور کتوں بلیوں کی تہذیب کہتے ہیں جہاں خود کشی کو روکنے کے بجائے اس عمل میں سہولت مہیا کی جارہی ہے یہی انسانیت ہے جاوید غامدی جس تہذیب کو

عظیم برتر سمجھتے ھیں اس میں خود کشی کے مسئلے پر خاموش کیوں ھیں جب بھی عالم اسلام مغربیت اور جدیدیت کو اختیار کرے گا خود کشی کی شرح اور اس کا عالم یھی ھو گا.]

Saturday night special:[سستا ریوالور] عام طور سے امریکہ میں بدمعاش لفنگے سستا سا ریوالور یا پستول خرید کے شراب خانوں سے پیسے لوٹنے یا گلی محلے کی لڑائیوں میں استعمال کرتے ہیں جو ہفتے کی راتوں کو زیادہ ہوتی ہے۔[یہ مھذب امریکہ کا حال ھے جو دنیا کو تھذیب کے اسباق دینے کے لئے سفید آدمی کا بوجھ اٹھائے پھر رھا ھے جس قوم کے بد معاش ھر ھفتے گلی محلوں میں یہ کام کرتے ھیں وھی کام اب عراق و افغانستان میں ان کی حکومت نے سنبھال لیا ھے .]

Seven year itch:[ساتویں برس کی چُل یا مستی] کہتے ہیں شادی کے سات سال گزرنے کے بعد یکا یک بے وفائی کرنے اور کسی دوسرے سے محبت کی پینگیں بڑھانے کا جی چاہنے لگتا ہے۔اس نام سے ۱۹۵۲ء میں ایک مزاحیہ فلم بھی بنی تھی جس کے بعد یہ محاورہ بہت مشہور ہو گیا تھا۔[ماڈرن مین اور نیا آدمی جو مغرب میں پیدا ھوا ھے چل بازی، بے وفائی، بے غیرتی، ذلیل ترین حرکتیں اس کا پیشہ ھیں اسلامی تھذیب و تاریخ میں قدیم انسان رھتا ھے اسے اس طرح کی کوئی چُل اور مستی نھیں ھوتی . غامدی صاحب توجہ فرمائیں کم از کم اس مسئلے پر ان کو تو چُل ھونی چاھیے.]

Skid row:[آوارگی یا نشے بازوں کا اڈہ] امریکہ میں شہر کے ایک ایسے علاقے کو skid row کہتے ہیں جہاں لچے لفنگے یا ایسے لوگ رہتے ہوں جن کو کمانے کھانے سے کوئی مطلب نہ ہو۔ یہ اصطلاح جنگلوں میں درخت کاٹنے اور لکڑی دریا میں بہانے سے نکلی ہے۔ دریا کے کنارے گیلی ڈھلان پر لکڑی کو پھسلا کے دریا میں ڈالنے کی جگہ کو skid کہا کرتے تھے۔ جب یہ پیشہ اپنے عروج پہ تھا تو یہاں شراب بیچنے والے اور طوائفیں جمع ہونے لگیں۔اس کے بعد شہر یا قصبے کے اس محلے کو skid road کہا جانے لگا جہاں درختوں کی کٹائی کرنے والے رہتے تھے یا فرصت کا وقت گزارتے۔اس طرح بدلتے بدلتے موجودہ معنوں میں یہ اصطلاح رائج ہو گئی۔[عالم اسلام یا مذھبی تھذیبوں میں آپ کو اس قسم کے لوگ، ایسی آبادیاں، ایسے محلے نھیں ملیں گے جھاں اوباش اکٹھے ھوسکیں یھی امریکہ اور اسلام میں فرق ھے غامدی صاحب دونوں ایک نھیں ھوسکتے.]

Sleaze factor:[اخلاق سوزی کا عنصر] گھٹیا اور شرافت سے گری ہوئی صورت حال، خاص طور سے سیاسی حلقوں میں۔ یہ اصطلاح امریکہ میں شروع ہوئی تھی پھر ۱۹۸۰ء اور ۱۹۹۰ء کی دہائیوں میں برطانیہ میں اس اصطلاح سے لوگ بہت اچھی طرح مانوس ہو گئے جب کنزرویٹو حکومت کے وزیروں میں اوپر تلے ایسے واقعات کا انکشاف ہوا جن کو برطانوی سیاست میں شرمناک سمجھا جاتا ہے مثلاً پارلیمنٹ میں سوال پوچھنے کا معاوضہ وصول کرنا۔لفظ sleaze خود بھی نیا ہے جو sleaziness سے بنایا گیا ہے اور پہلی بار ۱۹۶۰ء کی دہائی میں سننے میں آیا تھا۔[یہ مھذب مغرب برطانوی اور امریکی معاشرے کی اصل صورت ھے جسے غامدی صاحب منظور احمد وحید الدین خان ھم سے چھپاتے ھیں].

Streaking:[ننگے دوڑ لگانا] سارے کپڑے اتار کے عام لوگوں کے سامنے دوڑ لگانا۔ ننگے دوڑنے والوں میں مرد بھی ہوتے ہیں عورتیں بھی کھیل کے میدانوں میں یہ منظر نظر آتا ہے لیکن دفتروں یا ریسٹورنٹ میں بھی لوگ یہ حرکت کرتے پائے گئے ہیں۔اس کا رواج ۱۹۷۰ء کی دہائی میں امریکی کالجوں سے ہوا تھا اور شروع میں زیادہ تعداد مردوں کی تھی۔کہا جاتا ہے کہ پہلی ننگی دوڑنے والی لڑکی Variana Scotney تھی جس نے ۱۹۸۱ء میں انگلستان میں Highbury کے فٹ بال گراؤنڈ میں دوڑ لگائی تھی۔[مغربی تھذیب ان حرکات کے ذریعے کیا مسلسل اسلام سے قریب آرھی ھے دیکھیے غامدی صاحب برھان میں کیا فرماتے ھیں صاف معلوم ھوتا ھے کہ مغربی تھذیب صرف اور صرف خوبصورت حسین آوارہ اچھال چھکا عورتوں کے قریب جارھی ھے. ساحل]

Striptease:[سٹرِپ ٹیز] سٹیج پر موسیقی کے ساتھ جسم کے ایک ایک کپڑے کو اتار کر مکمل طور پر عریانی کا مظاہرہ۔ کہتے ہیں کہ ۹ فروری ۱۸۹۳ء کو پیرس کے Mouling Rouge میوزک ہال میں پہلی بار ایسا مظاہرہ ہوا تھا جسے طلبا نے اپنے سالانہ رقص کی تقریب کے لیے کرائے پر لے رکھا تھا۔ یہ سالانہ رقص رنگ رلیوں، شراب نوشی اور اوباشی کے لیے بدنام تھا۔اس رات دولڑکیوں میں سے ایک کو حسین تر ثابت کرنے پر بحث چھڑ گئی تو دونوں کے ٹخنوں کا، پھر پنڈلیوں کا اس کے بعد کولہوں کا پھر سینے کا معائنہ کیا گیا حتی کہ ان میں سے ایک بالکل برہنہ ہو چکی تھی۔ اگلے دن یہ خبر شہر کے ناچ گھروں کے ڈائرکٹروں تک پہنچی تو ان کے کان کھڑے ہوئے۔ لیکن ایک سال سے اوپر گزر گیا اور کسی کی ہمت نہیں ہوئی کہ اس عمل کو اپنے تماشائیوں کے سامنے کر سکیں۔ مارچ ۱۸۹۴ء میں ایک کلب نے ہمت کر کے ایک چھوٹے سے اسٹیج میں برہنگی کا مظاہرہ کرایا تو اس کی دھوم مچ گئی اور پھر ہر کلب اور ہر ہال نے اپنے اپنے انداز میں سٹرپ ٹیز پیش کرنا شروع کر دیا۔[کیا مقدس تھذیب مغرب ھے جس کے پجاری غامدی اور وحید الدین خان ھیں].

Superhooligans:[سُپر فسادی] برطانیہ سمیت پورے یورپ کے فٹ بال کے میدانوں میں جو تماشائی مخالف کلب کے حامیوں سے لڑتے جھگڑتے اور مار پیٹ کرتے ہیں ان کو hooligan کہا جاتا ہے۔ ان میں سپر ہولی گن کا لقب ان گروپوں کو دیا گیا جنھوں نے مار پیٹ کرنے کے لیے اپنے مخصوص طریقے اختیار کر رکھے ہیں۔ یہ اپنے کلب کے نشانات [کلب کے رنگ کا مفلر، ٹوپی یا کپڑے کا پھول] نہیں لگاتے۔ کلب کے حامیوں کے لیے مخصوص بسوں میں سفر نہیں کرتے بلکہ عام مسافروں کی طرح ریل یا بس وغیرہ میں کھیل کے میدان میں جاتے ہیں اور مخالف کلب کے حامیوں کو مارتے پیٹتے ہیں تو اپنے گروپ کا نام چھوڑ جاتے ہیں۔ [عالم اسلام کے ہر عالم، مدرسے، ملا، مولوی، مجاهد کو دهشت گرد قرار دینے والے مغرب کے اسکول، کالج، پیشاب خانے قحبه، سے لے کر اسٹیڈیم، هسپتال، کھیلوں کے میدان میں تک غنڈے بد معاش دندناتے پھرتے هیں.]

Symbionese Liberation Army [SLA]: امریکی انقلابیوں کا ایک گروہ جس کا نام پہلی بار ۱۹۷۳ء میں سننے میں آیا تھا جب اس کے آدمیوں نے ایک سکول کے عہدیدار کو زہر میں بجھی بندوق کی گولی سے ہلاک کیا۔ اگلے سال SLA نے اخبارات کے لکھ پتی مالک کی بیٹی، انیس سالہ Patricia [Patty] Hearst کو اغوا کر لیا اور مطالبہ کیا اس کے والدین کیلیفورنیا کے غریبوں میں کھانا تقسیم کریں۔ مطالبہ پورا کر دیا گیا تو 'پیٹریشیا' اپنے اغوا کرنے والوں کے ساتھ مل گئی، اپنا نام Tania رکھ لیا اور ایک بینک کو لوٹنے میں اس انقلابی گروہ کا ساتھ دیا۔ آخر میں Tania نے SLA کے باڈی گارڈ سے شادی کر لی۔ گروہ کا نام یونانی لفظ سے مستعار ہے جس کے معنی ہیں 'ساتھ مل کر رہنا'۔ [یه غنڈے بد معاش، دهشت گرد گروه امریکه اور مغرب میں گلی گلی محله محله عام هیں مگر انهیں کوئی نهیں جانتا او ران کا ذکر کوئی نهیں کرتا.]

Oomph:[جنسی کشش، پُرکشش، جی دار] ایسا جس کے بارے میں کہا جا سکے کہ ''بھئی بڑی جان ہے اس میں''، مثلاً امریکی فلم ایکٹریس Ann Sheridan (1915-1967) جن میں بڑی جنسی کشش بتائی جاتی تھی ان کی پبلسٹی Oomph girl کے طور پر کرائی گئی تھی۔ [ملاحظه کیجیے که کتنی خوبصورت تهذیب هے جس کا وظیفه صرف جنسی کشش تلاش کرنا هے عربی اردو فارسی میں ایسی بے هوده اصطلاحات ڈھونڈے سے نهیں ملیں گی یه ذلیل اصطلاحات اس ذلیل طرز حیات، ذلیل مابعد الطبعیات کا ثمر هے جسے ماڈرن ازم کها جاتا هے.]

Permissive society:[جنسی چھوٹ والا سماج] برطانیہ میں ۱۹۶۰ء کی دہائی میں یہ اصطلاح تیزی سے بدلنے والے سماجی رجحانات کے لیے بہت عام تھی جب جنسی معاملات میں رواداری اور فراخ دلی اتنی بڑھ گئی تھی کہ غلط اور صحیح، اچھے اور برے کی تمیز جاتی رہی تھی۔ جوئے کے کلب، برہنہ ناچ کے کلب، ہم جنس بازی کی قانونی اجازت اور طباعت اور اشاعت ہو یا فلم اور تھیئٹر ہر جگہ گندے الفاظ اور گالیوں کا بڑھتا ہوا استعمال، اس طرح کی باتیں اس جنسی چھوٹ والے سماج کا اظہار کر رہی تھیں۔ [عالم اسلام کی تهذیب تاریخ اور معاشرت آج بھی ان ذلیل تصورات آزادی سے آزاد هے جس کا مغرب کو بهت دکھ هے اور جاوید غامدی ڈاکٹر منظور جیسے جدیدیت پسندوں کے ذریعے مغرب عالم اسلام کو انهی جنسی راهوں پر لانا چاهتا هے اسلامی تهذیب و معاشرت میں گندے الفاظ اور گالیوں کی قطعاً اجازت نهیں قرآن حکیم نے مسلمانوں کو یه حکم بھی دیا که وه کفار و مشرکین کے جعلی خداؤں اور معبودوں کو گالیاں نه دیں لیکن مغربی تهذیب جو جاوید غامدی جیسے نادان جاهل مفکرین کی نظر میں عظیم برتر تهذیب هے اس تهذیب کی حالت دیکھ لیجیے.]

Pile it high, sell it Cheap:[ڈھیر لگاؤ اور سستا بیچو] برطانیہ کے ایک سُپر سٹور Tesco کے بانی Sir John Cohen (1898-1979) کا مقولہ۔ [اسلامی تاریخ Consumption more consumption کے تصور سے خالی هے بهترین مسلم وه هے جو bad consumer هوتا هے خراچ، معیشت نے دنیا کو اور خاندانوں کو تباه و برباد کرڈالا هے.]

[The] Pill:[مانع حمل گولی] پانی کے ساتھ نگلنے والی مانع حمل دوا گولی کی شکل میں ۱۹۶۰ء کی دہائی کے شروع میں بازار میں آئی تھی جب سے اسے 'دی پل' کہا جانے لگا اور باقی ہر مرض کی ہر گولی اس نام سے خارج کر دی گئی۔ [اسلامی تاریخ و تهذیب ایسی دوا کے تصور سے خالی هے ذلیل اور نجس زندگی کے نتائج سے بچنے کے لیے ان دواؤں کے استعمال کے باعث مغربی عورتوں کو جن خطر ناک بیماریوں کا سامنا کرنا پڑا وه بھیانک تاریخ هے. اس کے باعث مغرب میں عورتوں کو جگر، پستان، اندام نهانی کا کینسر هوا اور ایسی غلیظ بیماریاں لاحق هوئیں جس کے نتیجے میں مغرب کی صنعت ادویه سازی کے وارے نیارے هوگئے.]

Ponzi scheme.:[سرمایہ کاری کی جعلی اسکیم] سرمایہ لگانے کی ایسی اسکیم جس میں سرمایہ کسی نفع بخش کاروبار میں نہیں لگایا جاتا بلکہ شروع میں جن لوگوں نے پیسہ لگایا ہے ان

کواس پیسے سے ادائیگی کردی جاتی ہے جو بعد کے لوگ لگا رہے ہیں۔ چونکہ سرمائے پر بہت بڑا منافع دینے کا وعدہ کیا جاتا ہے اور ایسے لوگوں کی مثالیں سامنے ہوتی ہیں جن کو یہ منافع مل رہا ہے اس لیے لوگ بڑی بڑی رقومات جمع کراتے رہتے ہیں۔حتیٰ کہ ایک دن یہ کمپنی بیٹھ جاتی ہے اور سب کا پیسہ ڈوب جاتا ہے۔۱۹۷۰ء کے زمانے میں امریکہ میں یہ اصطلاح رائج ہوئی تھی۔اور پاکستان میں لوگوں کو یاد ہوگا کہ اسی زمانے میں کئی کمپنیاں اسی طرح فراڈ کر کے لوگوں کو لوٹ چکی تھیں۔امریکہ میں ۱۹۱۹ء میں ایک شخص Charles Ponzi نے ایسی ہی جعلی سکیم کے ذریعہ چھ مہینے کے اندر لوگوں سے دس ملین ڈالر ہتھیا لیے تھے۔[اس معاشی دهشت گردی کا آغاز بهی امریکه سے هوا اور امریکه کی پیروی میں یهی اسکیم مصر اور پاکستان میں شروع هوئی یعنی هر اخلاقی اور معاشی غنڈه گردی کا اصل مرکز امریکه اور مغرب هے. پاکستان میں الائنس موٹر ز، صمد دادا بهائی سب نے امریکه کی پیروی میں یه کاروبار شروع کیا اور بعض علماء نے مغربی فلسفے، اس کی مابعدالطبیعات اور اس سے نکلنے والی معیشت سے ناواقفیت کے باعث نادانی میں اس کاروبار کی شرعی حیثیت کی تصدیق فرمائی جس سے لوگوں کو بهاری نقصان هوا جن علماء نے اس سودی کاروبار کی حمایت کی وه معیشت کے اسرار و رموز سے قطعاً ناواقف تهے اور اس موضوع پر ان کا خاموش رهنا افضل تها لیکن حسن ظن کی بنیاد پر انهوں نے الائنس کی حمایت کی سود خوری کے اس کام کے سب سے بڑے حامی جناب صلاح الدین مدیرتکبیرتهے جو الائنس موٹرز کی حمایت میں آخر تک نادانی کے باعث کمر بسته رهے اس لئے آدمی کو کسی ایسے معاملے میں دخل نهیں دینا چاهیے جو اس کا میدان نه هو]۔

Cash for questions[سوال پوچھنے کا معاوضہ] برطانیہ میں ۱۹۹۰ء کی دہائی میں کئی ایسے واقعات کا انکشاف ہوا کہ ارکان پارلیمنٹ نے افراد یا اداروں سے رقم لے کر پارلیمنٹ میں ایسے سوال پوچھے، پرسش کی جن سے ان افراد یا اداروں کے مفادات پورے ہوتے تھے۔سب سے مشہور واقعہ ۱۹۹۷ء کا ہے جب پارلیمانی کمیٹی نے ایک رکن پارلیمنٹ Neil Hamilton کے بارے میں تفتیش کی کہ انھوں نے مشہور سٹور Harrods کے مالک محمد الفائد سے نقد رقم لے کر الفائد کو برطانوی شہریت نہ ملنے پر ایوان میں حکومت سے پرسش کی تھی۔بعد میں الفائد نے جب اس کا انکشاف کیا تو نیل ہیملٹن نے ان پر ازالہ حیثیت عرفی [libel] کا مقدمہ دائر کیا جس میں ان کی ہار کو ۱۹۹۹ء کے سنسنی خیز واقعات میں شمار کیا جاتا ہے۔[یه جمهوریت کا اصل چهره]

Cardviard City:[ڈبہ بستی] لندن میں دریائے ٹیمز کے جنوبی کنارے پر ریل کے پلوں کے نیچے، عمارتوں کے پھاٹکوں اور بڑے بڑے راؤنڈ اباؤٹ[چورنگیوں] پر بے گھر لوگوں کے ٹھکانے جو گتے کے ڈبوں کے اندر گودڑ بچھا کر بستر کر لیتے ہیں۔۱۹۸۰ء کی دہائی میں یہ منظر بہت عام ہوگیا تھا اور اسی وقت یہ اصطلاح وجود میں آئی تھی۔اب دنیا میں کہیں بھی ایسے ٹھکانوں کے لیے استعمال ہوتی ہے۔[یه اس جدید مغرب کے طاقت ور ملک برطانیه کا حال هے جس کی سوشل سکیورٹی پوری دنیا میں مشهو رهے جهاں لوگ گتے پر راتیں بسر کرتے هیں].

Carjacking:[کار اغوا] کار اور ہائی جیکنگ کو ملا کر یہ لفظ اس جرم کے لیے بنایا گیا ہے جو امریکہ کے شہر Detroit میں شروع ہوا تھا۔ڈاکو چھرا یا بندوق دکھا کر گاری ڈرائیور سے چھین لیتے ہیں۔[کار چهیننے کی دهشت گردی بهی مغرب اور امریکه کی ایجاد خاص هے اسلامی تاریخ و تهذیب میں لوگوں کی سواریاں لوٹنے کی کوئی روایت نهیں ملتی یه فرق هے مغرب اور اسلام میں غامدی صاحب].

Champagne socialist:[شیمپین سوشلسٹ] ایسا شخص جو منہ سے سوشلزم کے عقائد کا پرچار کرتا ہو لیکن دنیا کی ہر نعمت کا طلبگار بھی رہتا ہو۔برطانوی اخبارات جن لوگوں کو شیمپین سوشلسٹ کہتے ہیں ان میں ادیب John Mortimer لیبر رکن پارلیمنٹ Barbara Follet اور اخبارات کے کروڑ پتی مالک Robert Maxwell کے نام شامل ہیں۔یہ اصطلاح اب برطانوی وزیراعظم ٹونی بلیئر کی نئی لیبر پارٹی پر چسپاں کردی گئی ہے۔[عام اسلام میں پرویز صاحب ، جاوید غامدی، ڈاکٹر منظور احمد، رشید احمد جالندهری اسی قسم کے مسلم مفکرین هیں. غامدی صاحب نے اپنی کتاب اسلامی انقلاب کی جدوجهد میں ایک ایسی خانقاه اور درویش کا ذکر کیا تها جو لوگوں کو دیتا هے ان سے کچھ نهیں لیتا لیکن غامدی صاحب اس تصور کے مطابق نه خانقاه بنا سکے نه خود وه درویش بن سکے کیونکه دنیا کمانا هی ان کا اور ان کے پورے خاندان کا مشغله هے اس لیے ان کا بیٹا جو ساتویں جماعت میں پڑهتا هے اور بیٹی جو میٹرک کی طالبه هے اشراق کی مجلس مشاورت میں شامل هے جب که بے چارے نه عربی جانتے هیں نه اسلام. کیسا خدا کیسا نبی، پیسه خدا پیسه نبی.]

Changi دوسری جنگ عظیم کے زمانے میں جاپانیوں کے زیر قبضہ سنگاپور کے اسی نام کے گاوں کے پاس قیدیوں کا بدنام کیمپ ۱۹۴۵ء میں برطانوی فوجوں نے قیدیوں کو رہائی دلائی تو ان قیدیوں نے کیمپ کے محافظوں کی وردیاں اتروا کر انھیں ننگا کر دیا اور حکم دیا کہ زمین پر ماتھا ٹیک کر معافیاں مانگو۔[کتنی خوبصورت تهذیب هے]

Chappaquiddick امریکہ میں Massachusetts کے نزدیک ایک چھوٹا سا جزیرہ جس نے ۱۸ر جولائی ۱۹۶۹ء کی اس واردات کی وجہ سے نام پایا جس میں صدر کینیڈی کے بھائی رابرٹ کینیڈی ملوث تھے۔ وہ کار چلا رہے تھے جو ایک چھوٹے سے پل سے گر گئی اور اس میں سوار ایک نوجوان لڑکی Mary jo Kopechne ڈوب کر مر گئی تھی۔ پہلے تو اس واردات کو چھپانے کی کوشش کی گئی لیکن جب طشت از بام ہوئی تو رابرٹ کینیڈی کو ہر ذمہ داری سے بری کر دیا گیا حالانکہ یہ ثبوت موجود تھا کہ بحیثیت ڈرائیور ان کی لاپروائی سے یہ موت واقع ہوئی تھی۔ عام تاثر یہ تھا کہ رابرٹ کینیڈی اپنی خاندانی دولت اور سیاسی اثر رسوخ کی وجہ سے سزا سے بچ گئے تھے۔ [یہ ہے مغرب کی عظیم الشان تہذیب و تاریخ جس کے عدل و انصاف و مساوات پر غامدی صاحب کو فخر ہے]۔

Junk bond: [جنک بانڈ، ردی بانڈ] بہت تیزی کے ساتھ بڑی مقدار میں سرمایہ اکٹھا کرنے کے لیے ایسے بانڈ فروخت کرنا جن کے ساتھ وعدہ شامل ہو کہ عام شرح سے کہیں زیادہ سود یا منافع کے ساتھ اصل رقم واپس کی جائے گی۔ امریکی سرمایہ کار Michael Milken کو 'جنک بانڈ کنگ' کہا جاتا تھا کیونکہ وہ ردی بانڈ فروخت کر کے منٹوں میں لاکھوں کروڑوں ڈالر جمع کر لیا کرتے تھے۔ ہر بانڈ کے ساتھ اتنے بڑے منافع کی ذاتی ضمانت ہوتی جسے روایت پسند لوگ بیاج خوری سمجھتے۔ آخر ۱۹۹۰ء میں مینیکل ملکن کا دیوالہ نکل گیا اور ردی بانڈ خریدنے والے ہاتھ ملتے رہ گئے [دنیا میں جوار اور سود خوری میں بھی امریکہ کا کوئی مقابلہ نہیں]۔ **Junk food**: [جنک فوڈ، الا بلا] کھانے پینے کی ایسی چیزیں جن میں غذائیت [تغذیہ] برائے نام ہو۔ وہ اشتہار جو دن بھر گھر کے لیٹر باکس سے اندر برستے رہتے ہیں junk mail [کوڑا ڈاک] کہلاتے ہیں۔

Rat race: [اندھی دوڑ] صنعتی معاشروں میں عہدے، ملازمت یا کاروبار میں دوسروں سے آگے نکلنے یا دوسروں سے بہتر بننے کی متواتر جدوجہد۔ [اسلامی تاریخ و تہذیب اس ضلالت و گمراہی اور مسابقت سے بالکل خالی رہی اسلامی میں کاروبار اور بازار میں بھی بنیاد مسابقت نہیں محبت رہتی ہے مسابقت کا مغربی تصور ذاتی مفاد صرف اپنا مفاد کے حریصانہ و مریضانہ ذہنیت کے گرد گھومتا ہے جس کی اسلامی تہذیب و تاریخ میں کوئی گنجائش نہیں اس کی مثال دیکھئیے کہ مارکیٹ میں ایک دکان پر آنے والے گاھک کو دوسرا دکاندار اچکنے کی کوشش کرتا ہے ڈیفنس سوسائٹی کی کسی مارکیٹ میں جائیے ہر دکاندار آپ کو اچکنے کی کوشش کرے گا. لیکن اسلامی بازار میں اگر ایک خریدار کسی ٹھیلے پر خریدنے جائے ٹھیلے والا نہ ہو تو برابر والا اسی ٹھیلے سے سامان دے کر پیسے لے لیتا ہے یہ محبت اور دیانتداری ہے چاکیواڑہ میں گدھا گاڑی اسٹینڈ پر روزانہ یہ واقعہ پیش آتا ہے کہ ایک گدھا گاڑی والا دو پھیرے کرچکا ہو اور اس کے پڑوسی کی گدھا گاڑی کو پھیرا نہ ملے تو وہ تیسرا پھیرا لینے سے انکار کردیتا ہے اور گاھک کو اس کے پاس بھیجتا ہے کہ میرا خرچہ نکل گیا ہے اب تم اپنا خرچہ نکالو]۔

Nervous wreck: [اعصاب زدہ] کسی ایسے شخص کے لیے جو اعصابی تناؤ کا بری طرح شکار ہو اور یوں لگتا ہو جیسے وہ اندر سے ٹوٹ پھوٹ چکا ہے یہ اصطلاح بیسویں صدی کے شروع سے رائج ہے۔ [اسلامی تاریخ و تہذیب میں ایسی کوئی اصطلاح نہیں ملتی جس تہذیب میں خاندان بکھر جائے وہاں انسان بھی ٹوٹ پھوٹ جاتا ہے خاندانی نظام کے انہدام بلکہ خاتمے کے نتیجے میں شوگر، ڈپریشن، انگزائٹی، بلڈ پریشر، تھکن، اعصابی بیماریاں، نفسیاتی امراض کا سیلاب مغرب میں پھوٹ پڑا ہے اور موٹاپا اور حملہ قلب اس کے ذیلی امراض ہیں.]. **Never a dull moment**: [مزے ہی مزے ہیں، ذرا دیر کو بھی بوریت نہیں] عام طور سے انگریزی کا یہ محاورہ مثبت معنوں میں بھری پری زندگی یا خوشگوار ماحول کے لیے استعمال کیا جاتا ہے لیکن کبھی کبھی منفی معنوں میں یا طنز کے طور پر بھی بولا اور لکھا جاتا ہے خاص طور سے کسی مشکل کام یا وقت کے سلسلے میں۔ [مغربی تہذیب مزے اور Pregmatism utalitarianism اور Pleasurism پر کھڑی ہے کہ فائدہ کس میں ہے کہ انسان تو لذت حاصل کرنے والا جانور ہے لذت اصل زندگی ہدف اور حاصل حیات ہے ایسی بد ترین اور بد قماش تہذیب دنیا کی تاریخ میں کبھی نہیں پیدا ہوئی.] **New lad**: [نئے من چلے] نئے نئے جوان جو عورت کو کمتر ذات سمجھتے ہیں، معاشرے کی قدروں سے پرہیز اور اجتناب برتتے ہیں اور گھر کے کام کاج کو لعنت سمجھتے ہیں۔ نئے من چلوں کا تصور ۱۹۹۰ء کی دہائی کے اواخر میں ابھرا تھا اور rock موسیقی کے گروپوں سے ان کا تعلق سمجھا جاتا ہے۔ [اسلامی تاریخ تہذیب ایسے احمق نوجوانوں کے تصور سے کامل خالی رہی ہے.]

Pindown: [کیلنا، قابو میں آنا، بس میں لانا] برطانیہ میں یتیم خانے کی طرح کے اداروں یا ان مراکز میں جہاں مجرم بچوں کو نگرانی میں رکھا جاتا ہے ۱۹۸۰ء کی دہائی تک یہ طریقہ تھا جو بچے قابو میں نہیں آتے ان کو کمروں میں بند کر دیا جاتا اور صرف ایسے کپڑے پہننے کو دیے جاتے کہ وہ باہر نہ نکل سکیں۔ اس قید تنہائی کو اطوار کی درستگی کا علاج کہا جاتا تھا۔ ۱۹۸۹ء میں ہائی کورٹ کے حکم پر یہ طریقہ ختم کیا گیا۔ [برطانیہ میں اساتذہ کو اسکول کے بچوں کو تھیٹر جانے کی اجازت اب دے دی گئی ہے

کیونکہ بچوں نے اساتذہ کی بے عزتی کو شیوہ بنالیا تھا مجرم بچے صرف مجرم معاشرے میں پیداہوتے ھیں لھٰذا انھیں مجرموں کی طرح رکھا جاتا ھے۔ مغرب میں ابھی تک Normal man کی تعریف متعین نھیں کی جاسکی۔ امریکہ کا انسٹی ٹیوٹ آف سائیکالوجی ھر سال نارمل اور ابنارمل آدمیوں کی نئی تعریف متعین کرتا ھے۔ آج کل مغرب میں اگر لڑکی کا بوائے فرینڈ نہ ھو اور لڑکے کی گرل فرینڈ نہ ھو تو اسے ابنارمل کھا جاتا ھے اور ماھر نفسیات سے اس کا علاج کرایا جاتا ھے۔ معاشرے کو درست کرنے کے بجائے مغربی فلسفی صرف سزاؤں، پاگل خانوں، اور سخت سے سخت قوانین کو استعمال کرتے ھیں لیکن فرد کی مذھبی و اخلاقی اصلاح کے قائل نھیں لھٰذا ھر روز مغرب میں نئے نئے جرائم ایجاد ھورھے ھیں اور نئے نئے قانون بنائے جارھے ھیں دنیا کی تاریخ میں سب سے کم قوانین مذھبی تھذیبوں اور اسلامی تھذیب میں ھیں جھاں اخلاقی قانون سب سے اھم ھوتا ھے]۔

Pink:[زنخے، ہم جنس باز] دوسری جنگ عظیم کے زمانے میں نازیوں نے جب قیدیوں کو بڑے بڑے کیمپوں میں رکھا تھا تو جن لوگوں کو ہم جنس باز خیال کیا گیا تھا ان کو بدن پر گلابی رنگ کی ایک تکون نما پٹی لگانی پڑتی تھی۔ اس وقت سے یہ رنگ ہم جنس بازوں کا رنگ ہوگیا اور مغربی ملکوں میں ایسے مردوں اور عورتوں نے اسے بہ سرو چشم قبول کرلیا۔ ہم جنس بازوں کا ایک اخبار بھی برطانیہ میں ۱۹۷۸ء سے شایع ہو رہا ہے جس کا رنگ گلابی ہوتا ہے۔ عام طور سے گلابی رنگ نوزائیدہ بچیوں کے لیے اور نیلا رنگ بچوں کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔[الحمدللہ اسلامی تاریخ ایسے طبقات اور ایسے ابلاغ، اور ذرائع ابلاغ سے خالی ھے غامدی صاحب سوچئے کہ کیا مغرب اسلام کے قریب آرھا ھے]۔ **Pink-collar worker**:[محنت کش عورتیں] امریکی اصطلاح ان پیشوں کے لیے جن میں عورتوں کی اکثریت ہوتی ہے مثال کے طور پر ٹیچنگ، دفتروں میں کلرکی، دکانوں میں سیلز کا کام۔[اس کے باوجود مغرب کا دعویٰ ھے کہ مرد عورت میں مساوات ھے کوئی فرق نھیں ھے تو پھر صرف ان چند پیشوں میں عورتوں کی کثرت کیوں؟ ظاھر ھے یہ آسان کام ھیں جو عورت کی فطری طبعی ساخت سے کچھ نہ کچھ مطابقت رکھتے ھیں مرد سخت جان کام کرتا ھے کہ اللہ نے اسے اسی کے لیے پیدا کیا ھے۔ لیکن مغرب اس حقیقت کو جاننے کے باوجود عورتوں کو باھر نکال کر خاندانی اور اخلاقی نظام کو تباہ کرچکاھے۔]

Playboy:[پلے بوائے] چکنے کاغذ پر جوان لڑکیوں کی رنگین عریاں تصویریں اور اعلیٰ ادبی نوعیت کے مضامین کے ساتھ ساتھ شہوت انگیز مواد شائع کرنے والا رسالہ۔ یہ رسالہ 'بیچ کے صفحے' کی روایت شروع کرنے میں پیش پیش تھا جس پر مہینے کی عریاں تصویر فخر کے ساتھ شائع کی جاتی ہے۔ بیچ کے دونوں صفحے نکال کے انھیں دیوار پر پوسٹر کی طرح لگایا جاسکتا ہے۔ رسالے نے Hugh Hefner کو لکھ پتی بنا دیا۔ انھوں نے پلے بوائے کلب کھولے، جن میں خرگوش کی سی سفید دم اور سفید کان لگائے ہوئے نیم برہنہ 'بنی گرل' (bunny girls) میز بانی کے فرائض انجام دیتیں۔[کیا خوبصورت اور عظیم مغربی تھذیب ھے جس پر جاوید غامدی صاحب کو فخر ھے]۔ **[To] Play the field**:[اوپری رسم و راہ رکھنا] جنسی مراسم بہت سوں سے قائم رکھنا لیکن کسی سے مستقل رشتے کے لیے تعلق استوار نہ کرنا۔ ۱۹۳۰ء کے زمانے میں یہ محاورہ گھڑ دوڑ میں شرط بدنے پر استعمال ہوتا تھا جب favourite کو چھوڑ کے باقی سب گھوڑوں پر بازی لگائی جاتی۔[اسلامی تاریخ و تھذیب ایسی گندی اصطلاح سے خالی ھے۔]

Plunging neckline:[گریبان کا گہرا چاک] عورتوں کے لباس میں گریبان اتنا گہرا کٹا ہوا ہو کہ سینے کا ابھار نظر آنے گے۔ یہ اصطلاح یوں تو ۱۹۴۰ء میں شروع ہوئی تھی لیکن ۱۹۱۰ء میں بھی اس طرح کے لباس پر تشویش ظاہر کی جارہی تھی کہ کہیں پوری عورت ذات نمونیے کا شکار ہو کر ختم نہ ہو جائے۔[ھر ذلیل تصور، خیال، نظریے اور غلاظت کا مرکز مغرب ھے عالم اسلام نھیں لیکن غامدی صاحب کو مغرب سب سے اچھا نظر آتا ھے]۔

Power suit[پاور سوٹ] عورتوں کا بزنس سوٹ جس میں کندھوں پر پیڈ لگے ہوتے اور گھٹنوں تک کا سکرٹ ہوتا تھا۔ یہ سوٹ عام طور سے عورتوں میں مردانگی کے اظہار کے لیے پہنے جاتے اور ۱۹۸۰ء کی دہائی میں بہت مقبول تھے۔[یہ اظھار مردانگی ھے یا اظھار حیوانگی اسلامی تاریخ و تھذیب میں ایسے لباس کا کوئی تصور نھیں ملتا اسی لئے مغرب عالم اسلام کو جاھل گنوار اور اجڈ کھتا ھے۔] **Private eye**[پرائیویٹ سراغ رساں] جاسوسی اور سراغ رسانی کے لیے لفظ eye انیسویں صدی سے مستعمل رہا ہے۔ برطانیہ میں ۱۹۶۱ء سے پرائیوٹ آئی کے نام سے ایک ہفتہ وار رسالہ بھی شائع ہو رہا ہے جو با اختیار اداروں کے راز افشا کرنے کے لیے مشہور ہے۔[اسلامی تاریخ و تھذیب میں ایسے کسی رسالے کی گنجائش نھیں ایسی صحافت کرنے والوں کو سخت ترین سزائیں دی جاسکتی ھیں حتی کہ فساد فی الارض کے جرم میں انھیں قتلوا تقتیلا کیا جاسکتا ھے۔] **Pub crawl**:[میخانہ گردی] ایک شراب خانے میں پی، اٹھے دوسرے میں چلے گئے، پھر تیسرے میں۔ ساری شام پیمانے کی طرح گردش کرتے رہے۔ انتہا اس وقت ہوتی ہے جب یا تو میخانے بند ہو جائیں یا پھر خود ہی ہمت جواب دے

جائے۔[ایسے ذلیل شرابی مشرق میں نہیں ملیں گے خاندانی نظام ٹوٹنے کے بعد مغرب میں ہر فرد کا اصل گھر شراب خانہ ھے جہاں کوئی غم نہیں ھے تمام امریکی اور مغربی دفاتر سے نکلتے ھی سیدھے شراب خانے جاتے ھیں پھر کھانا کھاتے ھیں پھر جو ا کھیلتے ھیں پھر قحبہ خانے واپس آتے ھیں اس کا نام ھے ماڈرن زندگی.]. **Riot girls**[رائیٹ گرلس]punkلڑکیوں کا ایک ڈھیلا ڈھالا سا گروپ جو۱۹۹۰ء کی دہائی میں واشنگٹن[ڈی سی] میں بنا تھا۔اس کا نعرہ تھا!Revolution Girls Style Nowانقلاب،لڑکیوں کے سٹائل پر ابھی،فوراً]۔گروپ کے سامنے سب سے بڑا مقصد یہ تھا کہ punk گروپ کے رہن سہن پر مردوں کا غلبہ ختم کرایا جائے۔Girl power تحریک کو اس نے اپنا پلیٹ فارم بنایا۔بعد میں 'رائیٹ گرلس' کی اصطلاح عورتوں کے جنسی طور پر بے حجاب یا بیباک اور نڈر گروپوں کے لیے استعمال ہونے لگی۔[عورت کی آزادی کا آخری روپ اور منطقی انجام جنسی بے باکی پر ھی ھوتا ھے لیکن اس منزل تک پہنچانے کے لیے اسے خوبصورت نعروں کے ذریعے آزادی پر مائل کیا جاتا ھے اسلامی تاریخ و تہذیب ایسے تصورات سے خالی ھے.] **Roaring Twenties**[بیس کی ولولہ انگیز دہائی]۱۹۲۰ء کا وہ زمانہ جب پہلی جنگ عظیم کے خاتمے کے بعد آزادی اور نئے ولولوں کی فضا طاری تھی۔امریکہ میں یہ زمانہ نوجوانوں کے فیشن کا زمانہ تھا،شراب پر پابندیوں کا زمانہ تھا،چوری چھپے شراب پینے کا زمانہ تھا،پیشہ ور بدمعاشوں کے گروہوں کا زمانہ تھا۔سب سے بڑھ کے پیسے کی ریل پیل کا زمانہ تھا۔یہ سب کچھ اس وقت غبارے کی ہوا کی طرح نکل گیا جب۱۹۳۰ء کی دہائی میں عظیم سرد بازاری نے دنیا کی معیشت کا گلا دبوچ لیا۔[ایسے زمانے اسلامی تاریخ و تہذیب میں کبھی نہیں آئے کیوں اس کی تفصیلات جاوید غامدی سے پوچھیے اگر وہ نہ بتاسکیں تو پھر ساحل حاضر ھے.]

Category A[درجہ اول] برطانوی نظام جرم وعدل میں سب سے خطرناک قیدی جس کی سخت ترین حفاظت ہونی چاہیے۔درجہ ب کے قیدی وہ ہوتے ہیں جن کو ہرگز فرار ہونے کا موقع نہیں ملنا چاہیے۔درجہ ج میں ان قیدیوں کو رکھا جاتا ہے جو فرار ہونے کی کوشش نہیں کریں گے اور درجہ د کے قیدیوں کو کھلی جیل میں رکھا جاسکتا ہے۔[اسلامی تاریخ ایسے مجرموں اور جیل خانوں کے تصور سے عاری ھے].

Cenotaph:[یونانی زبان:'خالی مقبرہ'،یادگار]ایسے شخص کی یاد میں بنائی جانے والی عمارت جو کہیں اور دفن ہو۔لندن میں وائٹ ہال میں جو Cenotaph ہے وہ پہلی جنگ عظیم میں کام آنے والے فوجیوں کی یاد میں۱۹۲۰ء میں تعمیر کیا گیا تھا۔بعد میں اسے دوسری جنگ عظیم کے سپاہیوں کی یادگار بھی قرار دے دیا گیا۔[اسلامی تاریخ میں یادگاروں، بے مصرف عمارتوں کی کوئی روایت نہیں یہ خالص مغربی تصورات ھیں قرآن نے اس کی مذمت کرتے ھوئے کہا کہ تم جگہ جگہ یاد گاریں کیوں کھڑی کردیتے ھو].

Centrefold:[بیچ کا صفحہ،بیچ کی پرت]رسالوں میں بیچ کے وہ دو صفحات جن پر عام طور بڑی تصویر چھاپی جاتی ہے اور اگر دونوں کو پھیلایا جائے تو پوسٹر کی طرح بن جاتی ہے۔اب ان ماڈل لڑکیوں کو بھی Centrefold کہا جانے لگا ہے جن کی برہنہ یا نیم برہنہ تصویریں رسالوں میں شائع ہوتی ہیں۔پہلی پوسٹر نما تصویر Playboy میں فروری ۱۹۵۴ء میں شائع ہوئی تھی۔[کیا خوبصورت تہذیب ھے جو صرف لڑکی کی عریاں تصویر چھاپتی ھے یہاں مساوات یاد نہیں آتی].

Charm school:[اخلاق وآداب کے سکول]ان میں نوجوان لڑکیوں کو محفل میں اٹھنے بیٹھنے اور لوگوں سے بات کرنے کے سلیقے سکھائے جاتے ہیں۔۱۹۵۰ء کے زمانے میں جب مغربی دنیا دوسری جنگ عظیم کے ظلم اور بربریت کے دور سے نکل کر ایک بار پھر تہذیب وتمدن کے دور میں داخل ہونے کی تیاری کر رہی تھی تو اس قسم کے اسکولوں کی مانگ بڑھ گئی تھی۔[لکھنؤ میں طوائفوں کے کوٹھوں اور ان مغربی اسکولوں میں کچھ زیادہ فرق نہیں تھا اس معاملے میں ھندوستان مغرب سے آگے ھے].

Charm bracelet:[گنڈے تعویذ]گنڈے جو کلائی پر راکھی کی طرح باندھ لیے جائیں یا ایسی چوڑیاں یا کڑے جن میں گھنگرو کی طرح چیزیں ہوں اور پہننے والے کا خیال ہو کہ وہ بری نگاہ سے بچا رہے گا۔[پہلے لوگ مشرق والوں کو تو ھم پرست، غیر سائنسی مزاج والا کہتے تھے اب یہ دھندے مغرب میں بھی مقبول ، معروف اور مشہور ھیں. مادیت کے زخموں نے روحانیت کی پیاس بڑھا دی ھے.]

[To] Chase the dragon:[اژدھے کا پیچھا کرنا]نشہ آور دوا ہیروئن کا دھواں ناک کے ذریعہ پینا۔ہیروئن کو پنّی کے ایک ٹکڑے پر رکھ کر اس کے نیچے شعلہ جلاتے ہیں اور اسکے بخارات ایک نلکی سے ناک میں اسی طرح کھینچ لیتے ہیں جیسے سگریٹ کا دھواں منہ سے کھینچا جاتا ہے۔یہ اصطلاح چینی زبان سے انگریزی میں ترجمہ کی گئی ہے۔[کراچی میں لیاری ندی کے نشہ بازوں نے امریکی اور مغربی ھیرونچیوں کی کیا عمدہ نقل کی ھے حیرت ھوتی ھے کم از کم ھمارے اور مغرب کے نشہ باز ایک سطح کے ھیں].

Chinese restaurant syndrome:[چینی غذا والی بیماری کا حملہ] بیماری کا ایسا حملہ جو تھوڑی دیر رہ کر ختم ہو جاتا ہے۔ عام طور سے چینی ریسٹورنٹ میں کھانا کھانے والے اس کا شکار ہوتے ہیں۔ حملے کی علامات ہیں سر میں درد، چکر آنا، چہرہ تمتما جانا، دل دھڑکنا اور پسینہ آنا۔ چینی کھانوں میں monosodium glutamate کا استعمال کثرت سے ہوتا ہے جس کی وجہ سے یہ علامات نمودار ہوتی ہیں۔ اس بیماری کو kwok بھی کہتے ہیں، امریکی ڈاکٹر Robert Kwok کے نام پر جنھوں نے ۱۹۶۰ء میں اس کے اسباب کا پتہ چلایا تھا۔[ہمارے ملک میں چینی کھانوں کے شائقین کا انجام یہی ہے]۔

[To] Come out of the closet:[برملا تسلیم کر لینا، سب کے سامنے قبول لینا] عام طور سے اس وقت استعمال کرتے ہیں جب کوئی یہ تسلیم کر لے کہ وہ ہم جنس باز ہے۔ محاورے میں closet یا الماری استعارہ ہے دل کا جس میں وہ اپنا راز چھپائے ہوئے تھا۔[غامدی صاحب کو معلوم نہیں اس ذلیل اور غلیظ تہذیب سے کیا محبت ہے اور اس تہذیب سے ان کا کیا علاقہ ہے]۔

[To] Come out of the kitchen:[چولہا چکی چھوڑنا، گھرداری ترک کرنا] عورت جب اپنے گھریلو کام چھوڑ کر بزنس یا ملازمت کا ایسا پیشہ اختیار کرتی ہے جس میں وہ کامیاب بھی ہو اور نامور بھی۔[عالم اسلام میں نہ یہ اصطلاح محاورہ مستعمل ہے نہ اس رویے کو مجموعی طور پر پسند کیا جاتا ہے عورت کا اصل میدان اس کا گھر ہے]۔

Doggy bag:[بچا کھچا ساتھ لے جانا] کسی ریسٹورنٹ میں کھانے کے بعد جو کچھ بچ جائے اسے پیک کرا کے ساتھ لے جانے کے لیے یہ اصطلاح استعمال کرتے ہیں اور تاثر یہ دینا مقصود ہے کہ یہ کھانا گھر میں پلے ہوئے کتے کے لیے ہے۔[منافقت اور ریاکاری مغربی تہذیب کا بنیادی وصف ہے]۔

Dolly-bird:[طرح دار کم عمر لڑکی] یہ اصطلاح ۱۹۶۰ء کے زمانے میں دفتروں میں کام کرنے والی سیکریٹری یا کسی سٹور میں ملازم انیس سے بیس بائیس سال کی لڑکیوں کے لیے استعمال ہوتی تھی۔ اب صرف سماجی رجحانات کے بارے میں مضامین لکھنے والے استعمال کرتے ہیں۔

Drag:[ہیجڑوں کا لباس] عورتوں کے کپڑے جو مرد پہنیں۔ یہ اصطلاح تھیٹر کی ہے اور ایسے لباس سے شروع ہوئی جس کا پچھلا دامن دور تک زمین پر گھسٹتا جائے۔

Dreamboat:[خوابوں کا پیکر] بہت ہی خوبصورت مرد جو عورتوں کے لیے خوابوں کا شہزادہ ہو۔[یہ اصطلاحات محاورے الفاظ مغرب کا چہرہ دکھانے کے لئے کافی ہیں]۔

Family jewels:[سی آئی اے کے گھریلو جواہرات] جاسوسی کے لیے سی آئی اے کون کون سی غیر قانونی حرکتیں اور کارروائیاں کر سکتی ہے اس کی ایک فہرست James Schlesinger نے ۱۹۷۳ء میں مرتب کرائی تھی جو واٹر گیٹ اسکینڈل کے بعد سی آئی اے کے ڈائریکٹر مقرر ہوئے تھے۔ اسی فہرست کو سی آئی اے کے گھریلو جواہرات کہا جاتا ہے۔[پھر بھی جاوید غامدی صاحب امریکیوں کو مہذب انسان کہتے ہیں]۔

[To] Feel up: کسی کے بدن پر ہاتھ پھیرنا خاص طور سے اس کی رضا کے بغیر۔[کیا زبردست مغربی تہذیب ہے غامدی صاحب...... جس کے پاس کرنے کے لئے کوئی اور کام ہی نہیں ہے]۔ **Free, white and 21**: ایک پرانی اصطلاح جسے پہلے زمانے میں تو نہیں لیکن اب نسل پرستانہ خیال کیا جاتا ہے۔ غیر شادی شدہ، سفید فام اور نوجوان فرد کے لیے اس اصطلاح کو برتا جاتا تھا۔ شروع میں اس کا اطلاق لڑکوں اور لڑکیوں دونوں پر کیا جاتا تا لیکن بعد میں صرف امریکی نوعمر لڑکیوں کے لیے استعمال ہونے لگی تھی۔[امریکیوں اور مغربیوں کو لڑکیوں سے کتنی محبت ہے اندازہ کرلیجے غامدی صاحب اسے سولائزڈ تہذیب کہتے ہیں]۔ **Gay plague**[ہم جنس بازوں کا طاعون] ۱۹۸۰ء کے عشرے میں ایڈز کا مرض نیا نیا منظر عام پر آیا جو ہم جنس باز مردوں میں بری طرح پھیل رہا تھا اسی لیے لوگ اس کو ہم جنس بازوں کا طاعون کہنے لگے تھے۔[اسلامی تہذیب، معاشرت تاریخ اس طاعون سے محفوظ اور محروم ہے]۔ **Girl Friday**[گرل فرائی ڈے] کوئی ایسی کلرک لڑکی یا پرسنل اسسٹنٹ جو طرح طرح کے دفتری کام انجام دے سکتی ہو لیکن جس کے سپرد کوئی بڑی ذمہ داری نہ ہو۔ یہ اصطلاح ۱۹۵۰ء میں عام ہوئی تھی لیکن ۱۹۸۰ء کے بعد سے کم و بیش متروک ہو چکی ہے کیونکہ اسے عورتوں کے لیے ہتک آمیز سمجھا جاتا ہے۔[مغرب میں عورت محض کھلونا ہے جس کا کام مرد کا دل بہلانا اور اس کی تسکین کرنا ہے اس کے باوجود غامدی صاحب فرماتے ہیں کہ مغرب نے عورت اور مرد کی مساوات کا اسلامی آفاقی پیغام دیا جو اس کا کارنامہ ہے]۔

Girl in pearls:[موتی مورت] عام بول چال کا محاورہ خوش شکل، خوش ادا اور دولت مند خواتین کی تصویروں کے لیے جو عام طور سے چکنے کاغذ کے ان رسالوں میں شائع ہوتی ہیں جو ڈرائینگ روم میں سجا کے رکھے جاتے ہیں۔[کیا عالیشان تہذیب تمدن فلسفہ و ثقافت ہے]۔ **Go-go dancer**[گوگو ڈانسر] کسی نائٹ کلب میں کم سے کم تر جسم کو ڈھانپے تیزی سے ناچنے والی لڑکیاں جن کے ناچ کا مقصد جنسی جذبات کو ابھارنا ہو۔ فرانسیسی زبان میں a gogo[افراط] سے یہ اصطلاح بنائی گئی ہے۔

[غامدی صاحب کیا یہ بھی اسلام سے قربت کا کوئی قرینہ، طریقہ، سلیقہ یا زینہ ھے]. **Gold-digger**[دولت کی بھوکی]ایسی عورت کو کہتے ہیں جو پیسے کے لالچ میں کسی امیر سے راہ ورسم بڑھائے یا شادی کرلے۔[مغرب کی ھر لڑکی یھی کام کرتی ھے پھر بھی بھوکی رھتی ھے]۔ **Golden boy or girl**[ہونہار لڑکا یا لڑکی رہیرا لڑکا یا ہیرا لڑکی]خصوصاً کھیلوں میں سونے کا تمغہ حاصل کرنے والے وہ نوجوان جو خوش شکل بھی ہوں ان کو اخبار والے یہ اعزاز دے ڈالتے ہیں۔ [کم سنی، خوش شکلی، جمالیات، مغرب میں اعزاز کے لئے ضروری ھے لیکن سوال یہ ھے کہ پھر بد شکل کیا کریں؟] **Golden handcuffs**[سونے کی ہتھکڑی]کسی کو ملازمت دیتے وقت بڑی فیاضی کے ساتھ کنٹریکٹ کرلینا لیکن رقوم کی ادائیگی کو کئی سال پر پھیلا دینا تاکہ یہ ملازم کمپنی چھوڑ کر کہیں اور نہ جانے پائے۔[مغرب کی کیا زبردست اخلاقیات ھے جس کا چرچا تمام جدیدیت پسند مفکرین اور غامدی کررھے ھیں]۔ **Good-time girl**[دیدہ ہوائی یا ہوائی دیدہ]امریکی اصطلاح کسی ایسی جوان لڑکی کے لیے جسے گھر کے کام کاج یا پڑھائی لکھائی سے زیادہ دلچسپی سیر تفریح، گھومنے پھرنے اور مزے کرنے میں ہو۔ اکثر اوقات کھیلنے والی لڑکی کے لیے بھی یہ اصطلاح استعمال کی جاتی ہے۔[جس تہذیب و قوم میں یہ لڑکی پیدا ھوجائے وھاں بچے کون پیدا کرے اس لئے آج مغرب کی شرح آبادی منفی ھوچکی ھے ۲۰۵۰ تک دنیا میں گوری نسلو ں کی تعداد چالیس فی صد کم ھوجائے گی].

Granny flat:[نانی دادی کا فلیٹ]کسی عمر رسیدہ عزیز کے لیے گھر کے اندر یا اس سے ملحق کمرہ، غسلخانہ اور چھوٹا سا باورچی خانہ بنا کر یہ انتظام کردینا کہ ان کو کسی کی مدد کی ضرورت نہ رہے۔ گھر سے ملحق اس طرح کے فلیٹ کو annex کہا جاتا ہے جن کا رواج اب ختم ہوتا جارہا ہے۔ بعض اوقات اس کے لیے grannex کی اصطلاح بھی بولی جاتی ہے۔[مغرب میں بزرگوں، خاندان کے بڑوں کا انجام ملاحظہ کیجیے]۔ **[To] Grin and bare it**:[چھچھوری اور چلبلی]ایک پرانا محاورہ ہے To grin and bear it یعنی مصائب کو خندہ پیشانی سے برداشت کرنا۔ اس کو ذرا بدل کر ایسی لڑکیوں کے لیے استعمال کرنے لگے ہیں جو پارٹیوں میں نیم برہنہ لباس پہن کر جاتی ہیں اور لوگوں کو رجھانے کے لیے بات بے بات دانت نکال نکال کر ہنستی ہیں[عالم اسلام ابھی تک ایسی فحش لڑکیوں سے خالی ھے].

[To] Have a ball:[مزے لوٹنا، عیاشی کرنا]کسی روک ٹوک کے بغیر خوشیاں منانا۔ اس امریکی محاورے میں جو ۱۹۴۰ء سے رائج ہے لفظ ball سے مراد 'رقص' ہے۔[بغیر روک ٹوک پر غامدی صاحب غور فرمالیں]. **Hippie**:[ہپّی]لفظ Hip[جدید، جانکار]سے ہپّی بنا پھر ہپ ہاپ]۔ ۱۹۶۰ء کی دہائی کے اواخر میں ہپّی امریکی ریاست سان فرانسسکو میں پیدا ہوئے۔ ان نوجوانوں کو انارکسٹ خیال کیا گیا لیکن ایسے انارکسٹ جو ماحول میں بگاڑ نہیں ڈالنا چاہتے تھے۔ وہاں سے یہ تحریک جنگل کی آگ کی طرح دنیا میں پھیلی۔ نظر کو حیران کرنے والے لباس، ٹوٹی پھوٹی کاروں میں قیام، شراب، بھنگ اور چرس کا استعمال ان کی زندگی کا حصہ بن گیا۔ ان کا گزارہ زیادہ تر بھیک یا سرکاری بھتے پر تھا۔ ۱۹۹۰ء کے زمانے تک ان کا زور گھٹ چکا تھا ہپّیوں کی جگہ ان لوگوں نے لے لی تھی جن میں زیادہ تر بے روزگار نوجوان تھے جو خالی پڑے ہوئے گھروں پر جا کر قبضہ کرلیتے۔ انہی میں سے ایک گروپ ابھرا جس کو نئے زمانے کا مسافر[New Age traveller] کہتے ہیں۔ ہپّیوں کو دور سے دیکھ کر پہچانا جاسکتا تھا کہ یہ ہپّی ہیں۔ ان کی جگہ لینے والوں کی کوئی خاص وضع قطع نہیں ہے۔ ان میں ایک خصوصیت رہی ہے کہ یہ ''شہروں کے زہر آلود قید خانوں'' کی بجائے جنگلوں کی کھلی فضا میں گزارہ کرنا چاہتے۔[مغرب نے دو صدیوں میں نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کی کیسی عظیم الشان نسلیں اور فصلیں پیدا کی ھیں غامدی صاحب توجہ فرمائیں.] **Hitt list**[ہٹ لسٹ[سزایابوں کی فہرست]ایسے لوگوں کی فہرست جن کو قتل کرنا مقصود ہو، خواہ میدان سیاست سے انھیں ہٹانے کے لیے یا محض خون بہانے کے لیے۔ ۱۹۷۰ء کی دہائی میں یہ اصطلاح بنی تھی۔ اب ان لوگوں کی فہرست سے بھی مراد لی جانے لگی ہے جن کے بارے میں کوئی اقدام کرنا مثلاً ملازمت سے برطرف کرنا ہو۔ یا ان ملکوں کے لیے جنھیں ان کے 'کرتوتوں' کی سزا دینی ہو۔[اسلامی تاریخ تہذیب ایسی ھٹ لسٹ سے ھمیشہ محروم رھی یہ تصور ھی مغربی دھشت گردی کی مجرمانہ اداؤں کا منظر نامہ ھے.] **Honey trap**[دام فریب]کسی کو جسمانی لذت کوشی کی ترغیب دے کر اسے بلیک میل کرنا۔ عام طور سے اہم سیاسی اور تجارتی شخصیتوں کے لیے حسین لڑکیوں کو اس کام پر لگایا جاتا ہے۔ سرد جنگ کے زمانے میں کمیونسٹ اور غیر کمیونسٹ جاسوس ایک دوسرے کے لیے دلکش جال خوب بچھاتے تھے۔ دنیا کے پہلے جوہری یرغمالی Vanunu Mordechai کو بھی اسی طرح لندن میں پھانسا گیا تھا۔ ونونو اسرائیلی جوہری تنصیب میں ٹیکنیشن تھا جہاں اس نے دیکھا کہ اسرائیل خفیہ طور پر جوہری بم بنا رہا ہے۔ ۱۹۸۶ء میں اس نے تمام تفصیلات برطانیہ کے اخبار Sunday Times کو فراہم کردیں اور بتایا کہ اسرائیل کے پاس ۲۰۰ جوہری بم موجود ہیں۔ ابھی یہ معلومات شائع نہیں ہوئی تھیں کہ ایک خوبصورت جوان لڑکی نے اسے اپنے جال میں پھانسا۔ روم لے گئی، جہاں سے اسے اغوا کیا گیا بے ہوشی کی دوا دے کر اسرائیل پہنچایا گیا اور قید میں ڈال دیا گیا۔ اٹھارہ سال بعد ۲۱/اپریل ۲۰۰۴ء کو اسے رہائی دی گئی۔[مغرب نے مغرب کے خلاف یعنی روس نے امریکہ کے خلاف جاسوسی کے لئے بھی عورت کے استحصال پر اتفاق کیا کیا زبردست تہذیب ھے اور اسلام کے قریب بھی آرھی ھے]۔ **Hooter**:انگریزوں کے ہاں بازاری بولی میں ناک، امریکیوں کے ہاں بازاری بولی میں عورت کا سینہ (hooters)۔ انگریز ناک سنکنے کی آواز کو ہوٹر کہنے لگے۔ امریکیوں نے پرانے وقتوں کو موٹروں میں لگے ہوئے ربڑ کے

بھونپوسے اپنے معنی اخذ کر لیے۔[لفظیات میں مضمر ذھنیت کا اندازہ کیجئے.] **Hot pants**:اونچے اونچے پھنسے ہوئے نیکر جو ۱۹۶۰ء کی دہائی میں نوعمر لڑکیوں نے فیشن کے طور پر پہننے شروع کیے تھے اور جن کی وجہ سے منی اسکرٹ کی ایجاد ہوئی۔ وہ فیشن تو جاتا رہا لیکن یہ تنگ نیکر طوائفیں اور امریکہ میں cheer leader لڑکیاں اب بھی پہنتی ہیں[امریکہ میں طوائفوں اور عام عورتوں میں کوئی فاصلہ نھیں]. [کیا زبردست ایجادات ھیں.] **Hot stuff**[گرما گرم شخص یا چیز] کوئی چیز یا شخص جو بہت عمدہ اور خوبیوں والا ہو۔ ایسی کوئی چیز یا فرد جو جنسی خواہش ابھاردے۔ گرما گرم ناول، گرما گرم عورت وغیرہ[غامدی صاحب کی پسندیدہ تہذیب کے پسندیدہ وظیفے ملاحظہ کیجیے۔] **Junk food**:[جنک فوڈ، الا بلا] کھانے پینے کی ایسی چیزیں جن میں غذائیت[تغذیہ] برائے نام ہو۔ وہ اشتہار جو دن بھر گھر کے لیٹر باکس سے اندر برستے رہتے ہیں junk mail[کوڑا ڈاک] کہلاتے ہیں۔

Ladette:[لڑکوں نما لڑکی۔ پنجابی میں 'ماہی منڈا'] ۱۹۹۰ء کے زمانے میں لڑکوں کے لیے ایک اصطلاح بنی تھی مقابلے میں لڑکیوں کے لیے Ladette کی اصطلاح وجود میں آئی۔ ایسی لڑکی جو جوان عورت جو بے باک ہو اور لڑکوں کے ساتھ برابری سے شریک ہو[عالم اسلام ایسی لڑکی سے خالی ھے اور عالم اسلام کی زبانیں بھی ایسیا اصطلاح سے عاری]. **Lucy Stoner**:[لوسی سٹون کو ماننے والی] وہ عورتیں جو شادی کے بعد اپنا نام بدل کر شوہر کا نام رکھنے سے انکار کریں۔ حقوق نسواں کی طرف دار خاتون[1818-93] Lucy Stone نے ۱۹۵۵ء میں ہنری بلیک ویل سے شادی کی لیکن اپنا نام نہیں بدلا۔ جب Massachusetts میں عورتوں کو ووٹ کی جزوی اجازت ملی تو لوسی سٹون نے اپنا یہی نام ووٹروں کی فہرست میں لکھوایا۔ لیکن رجسٹریشن بورڈ نے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا اور ان کے نام کو فہرست سے خارج کر دیا۔ بعد میں ان کے نام پر ایک تحریک شروع کی گئی کہ عورتیں اگر چاہیں تو شادی کے بعد اپنا پرانا نام برقرار رکھ سکتی ہیں۔ چنانچہ آج اگر کسی کو لوسی سٹونر کہا جائے تو مطلب یہ ہوگا کہ شادی کے بعد اس نے اپنا نام بدل کر شوہر کے نام رکھنے سے انکار کیا ہے۔[کیا زبردست فلسفہ کیسی آزادی کیسی اعلیٰ بات ھے بس اسی وجہ سے تو مغرب ھر ایک کو پسند ھے خصوصاً جاوید غامدی وحیدالدین خان ڈاکٹر منظور احمد ریکٹر اسلامی یونیورسٹی کو].

[To] Put oneself about:[قوت مردی میں اضافہ کرنا]۔[جدید محاوروں کے موضوعات مطالب، مفاھیم، گرد و نواح سے مغرب کے انسان کی ذھنیت کا بخوبی اندازہ ھوتا ھے]۔

Rich Bitch:[مالدار خبیثنی] امریکی ایسی امیر عورت کو منہ بھر کے یہ گالی دیتے ہیں جو نخریلی ہو، بھڑ کیلے کپڑے اور زیور گہنے پہن کے مٹکتی پھرتی ہو۔[کیا تھذیب ھے کیا زبان ھے کیا اخلاق ھے اور کیا آداب ھیں پھر بھی غامدی صاحب کھتے ھیں کہ مغرب اسلام سے قریب آرھا ھے. غامدی صاحب کو مغربی تھذیب سب سے زیادہ مھذب اور عظیم الشان لگتی ھے].

Sack dress:[تھیلے نما لباس] ۱۹۵۰ء میں عورتوں کا یہ لباس بہت فیشن ایبل سمجھا جاتا تھا۔ پورا 'ڈریس' ایک تھیلے کی طرح ڈھیلا جس میں کمر کے گرد بھی کوئی کاٹ نہیں ہوتی تھی۔ صرف کولہوں پر آ کر پھنس سا جاتا۔[جدید متمدن تھذیب میں عورتوں کا یھی چھرہ ھے جسے غامدی صاحب عالم اسلام میں عام کرنا چاھتے ھیں.].

safe sex:[محفوظ جنسی تعلق] ایسا تعلق جس کے دوران جنسی بیماریوں سے محفوظ رہنے کا خیال بھی رکھا جائے اور انتظام کر لیا جائے۔[گناہ گاروں کی جسمانی صحت کا خیال ھے لیکن روحانی صحت سے مغرب کا کوئی تعلق نھیں یھی جدیدیت اور پس جدیدیت ھے جو غامدی صاحب کو بھت عزیز ھے.]

[To] Screw around:[۱۔ جگہ جگہ منہ کالا کرنا، جنسی فعل کرتے پھرنا، ۲۔ بیوقوفیاں کرتے پھرنا] پہلے معنی ۱۹۳۰ء کے زمانے کے ہیں، دوسرے ۱۹۵۰ء کے۔[کیا تھذیب اور نفاست نفس ھے جس پر غامدی صاحب کو فخر ھے کہ مغرب اسلام کے قریب آرھا ھے.] **Sex bomb**:[پٹاخا لڑکی، جنسی کشش والی عورت]۔ Sex kiten[جنسی جذبات ابھارنے والی لڑکی] ایسی نوعمر لڑکی جو کوشش کرے کہ لوگ اس میں جنسی کشش محسوس کریں۔ یہ لقب خاص طور سے فرانس کی ایکٹریس Brigitte Bardot پر صادق آتا تھا جنھوں نے فلموں میں برہنہ دھوپ سینکتے ہوئے اور اپنے عشوؤں اور غمزوں سے دنیا والوں پر اپنی جنسی کشش کی دھاک بٹھانے کی کوشش کی تھی۔ **Sexual politics**[جنسی سیاست] مرد اور عورت کی جنس کے درمیان تعلقات کے تعین اور معاشرے میں ان کے رول، خصوصیت کے ساتھ حقوق نسواں، ہم جنس بازی، جنسی تفریق اور اسی طرح کے دوسرے امور کو طے کرنے کے اصول۔ **[To] Shack up with someone**:[ہم بستری کرنا] ہم بستری کے علاوہ کبھی کبھی دوسرے کے ساتھ گھر میں رہنے کے لیے بھی یہ محاورہ استعمال ہوتا ہے۔[ان اصطلاحات محاورات، روز مرہ کے جملوں، گفتگو، اسالیب سے مغربیت اور جدیدیت کی غلیظ ترین ذھنیت کھل کر سامنے آجاتی ھے پھر بھی غامدی صاحب کھتے ھیں کہ مغرب ھمارے قریب آرھا ھے. ساحل] ۔

Shock jock:[بدزبان ڈسک جاکیjockey] ریڈیو پر فرمائشی گانوں کے ریکارڈ بجانے والا ایسا 'جاکی' جو دانستہ طور پر گندی اور اشتعال انگیز باتیں کرتا ہو۔۱۹۸۰ء کی دہائی میں امریکہ میں ان کا خاصہ رواج تھا لیکن دوسرے ملک ان سے نسبتاً محفوظ رہے۔[کیا اعلیٰ امریکی تھذیب اور سولائزیشن ھے جس پر غامدی صاحب کو فخر ھے؟] Shotgun wedding:[جبری شادی، مجبوری کا الحاق] زبردستی کی شادی خاص طور سے اگر لڑکی حاملہ ہو چکی ہو اور باپ لڑکے کو دھمکی دے کہ شادی کرو ورنہ مار ڈالوں گا۔ اسی طرح کوئی معاہدہ یا الحاق جو حالات کے ہاتھوں مجبور ہو کر کیا جائے۔[مغرب کی بد اخلاقی اور تازہ اخلاقیات کے قصے دیکھ لیجے پہلے خدا سے بغاوت کے ذریعے آزادی کے کڑوے پھل سے بچنے کے لئے دھمکی اور بد معاشی یھی مغرب کا اصل مزاج ھے.]۔

Sleepover:[رات کہیں اور گزارنا] بچوں یا نوعمروں کا کسی دوست یا عزیز کے گھر رات گزارنے کا پروگرام۔۱۹۹۰ء کے اواخر میں برطانیہ کے مشہور 'سائنس میوزیم' نے سکولوں کے بچوں کے لیے انتظام کیا تھا کہ دن بھر وہ میوزیم میں لیکچر اور تجربات میں مصروف رہنے کے بعد شام کو میوزیم میں ہی پکنک منائیں گے اور رات کو وہیں سو جائیں گے۔ [اس طرز عمل کی قباحتیں مخلوط معاشرے کے تناظر میں بخوبی سمجھی جاسکتی ھے] ۔Sleep around:[ادھر ادھر ہم بستری کرنا] کئی لوگوں کے ساتھ جنسی تعلقات ہونا۔[کیا اعلیٰ تھذیب ھے جس کے مداح غامدی صاحب بھی ھیں منظور احمد بھی وحید الدین خان بھی سرسید بھی عبدہ بھی رشید جالندھری بھی خالد مسعود بھی اور اب مولانا زاھدالراشدی بھی اور ان کے بیٹے عمار راشدی بتوسط جاوید غامدی بھی ھیں.] Sodom by the Sea:[سمندر کنارے خطا کاروں کی بستی] یہ نام ہالی ووڈ کو دیا گیا تھا جس کے بارے میں کچھ لوگوں کا خیال رہا ہے کہ بائبل میں مذکورہ شہر سدوم کی طرح یہاں بھی جنسی بے راہ روی عام ہے۔[اب ھالی ووڈ کے نام پر بالی وڈ ایجاد کرلیا گیا ھے گناہ گاروں کی بستیاں عام کرنے کا ٹھیکہ بھی ابلاغ عامہ کے اداروں نے لے لیا ھے اسلحے کے بعد تفریحات کی صنعت Entertainment Industry مغرب کی سب سے بڑی صنعت ھے.] Soft focus:[سافٹ فوکس] فوٹوگرافی میں لینس کے ذریعہ تصویر میں دانستہ طور پر دھندلاہٹ پیدا کرنا۔اشتہارات میں اس سے خاص طور سے کام لیا جاتا ہے۔بعض اوقات عریاں فلموں میں بھی منظر کی درشتی کو کم تر کرنے یا ایسے ایکٹروں ایکٹرسوں کو منظر میں کم نمایاں رکھنے کے لیے جو اہم نہ ہوں۔[یہ اخلاقیات بھی ماضی کا قصہ ھے یہ تھذیب جدیدیت اور پس جدیدیت کے ساتھ مغرب میں دفن ھو گئی ھے].

Stonewall[ہم جنس بازوں کا نعرۂ آزادی: پتھر کی دیوار] ۲۷ جون ۱۹۶۹ء کو نیویارک میں پولیس نے ہم جنس بازوں کے ایک کلب Stonewall Inn پر جس کے پاس شراب کی فروخت کا لائسنس نہیں تھا، اس لیے چھاپہ مارا کہ شاید وہاں شراب پی جا رہی ہو۔ ایسا نہیں تھا اور پولیس کو شراب نہیں ملی لیکن کلب میں موجود لوگوں نے پولیس کا خوب مذاق اڑایا تو فریقین میں ٹھن گئی اور کئی دن تک جھڑپ جاری رہی۔اس واقعہ نے ہم جنس بازوں کی آزادی کی تحریک کو جنم دیا اور Stonewall کو تحریک کا بین الاقوامی نعرہ بنالیا گیا[غامدی صاحب نے اگر مغرب کے اس معاشرے کو رجم کرنے کی کوشش کی تو مغرب انھیں سنگسار کرسکتا ھے لھٰذا اس مسئلے پر سوچ سمجھ کر گفتگو کریں].

Sugar daddy:[بوڑھا زوردار عاشق] ادھیڑ عمر کا یا بوڑھا دولت مند شخص جو اپنے سے بہت کم عمر کی عورت یا لڑکی پر تحفوں کی بوچھار کر کے اس سے جنسی رشتے کا خواہشمند ہو۔ [مغرب کی غلاظت کی انتھا]

Suicide blonde:[سنہرے بالوں والی قاتل حسینہ] وہ حسین عورت جس نے بال سنہرے رنگ لیے ہوں اور لوگ اس کے فریفتہ ہو کر جان دینے کو تیار ہو جائیں۔

Surrogate mother:[مانگے کی ماں] ایسی عورت جو کسی دوسری عورت کی خاطر بچہ پیدا کرے خواہ اس نے دوسری عورت کے مرد کے ساتھ اپنے بیضۂ تولید کو بار آور [fertilize] کیا ہو یا دوسری عورت کے بیضہ کو اپنے رحم میں پالا ہو۔عام طور سے ایسی عورت معاوضہ لے کر یہ کام کرتی ہے۔[مغرب کی ذھنیت دیکھیے کہ عورت اپنے بچے پیدا کرنے پر تیار نھیں لیکن دوسروں سے پیسے لے کر دوسروں کے بچے اپنے رحم میں پرورش کررھی ھے جانور بھی اس رویے سے پرھیز کرتے ھیں صرف اپنے بچے پیدا کرتے ھیں].

Sweeter girl:[لڑکی جس کا جوبن پھٹا پڑے] یہ اصطلاح اب شاذونادر ہی استعمال ہوتی ہے۔اصل میں امریکی فلم ایکٹریس Lana Turner [1920-95] سے اس کا آغاز ہوا تھا جن کی سویٹر والی تصویریں دیکھ کے انھیں 'سویٹر گرل' کہا جانے لگا تھا۔[مغرب کا ھر راستہ، ھر شاھراہ، صرف صنف نازک کے اعضاء اور رنگ و روپ کی طرف جاتا ھے]. [To] Swing both ways:[دوجنسیا، دونوں طرف چلنے والا] ایسا شخص جو عورت اور مرد دونوں کے ساتھ جنسی تعلق رکھتا ہو۔[یہ ذلیل مخلوق اور غلیظ اصطلاح بھی عالم مغرب کا عطیہ خاص ھے عالم اسلام اس سے بالکل خالی ھے]. Swinging sixties:[ناچتی گاتی ساٹھ کی دہائی] ۱۹۶۰ء کی دہائی کے بارے میں خیال کیا جاتا ہے کہ شوق، فیشن اور امنگوں کا زمانہ تھا۔دوسری جنگ عظیم کے بعد کی سختیوں اور پابندیوں کے بعد آزادی کا احساس جاگا تھا۔نوجوانوں میں روایت پسند

ماحول اور بااختیار طبقوں سے بغاوت کی لہر اٹھی تھی۔امن کی طلب تھی۔نئی اور زیادہ ولولہ انگیز دنیا کی چاہت تھی۔[مغرب میں ناچنا گانا ھی زندگی ھے دنیا کی اکیس تھذیبیں ایسی دھائی سے خالی ھیں].

Terminological inexactitute:[اصطلاحی عدم صحت] 'صاف جھوٹ' کے لیے یہ لچھے دار اصطلاح اکثر برطانوی پارلیمنٹ میں استعمال کی جاتی ہے۔پہلی بار اس وقت سننے میں آئی تھی جب ونسٹن چرچل نے کارخانوں میں مزدوروں کے معاہدوں کے بارے میں کہا تھا:

It cannot in the opinion of His Majesty's Government be classified as slavery in the extreme acceptance of the word without some risk of terminological inexactitute.

Hansard [22 February, 1906][اسلامی تاریخ و تہذیب میں لچھے دار جھوٹ کی اصطلاح کبھی داخل نہ ھوسکی]۔**TGIF-[Thank God it's Friday]** ہفتے کے پانچ دن کام کرنے کے بعد تھکے ہارے لوگوں کی دعائے شکرانہ۔[عالم اسلام چھ دن تک جبر یہ کام کے مغربی تصور سے نا آشنا رھا بازاروں میں تاجر بھی آج کل کی طرح سے رات تک مال کمانے میں مگن نہیں رھتے تھے فجر کے بعد بازار کھل جاتے اور عصر کے ساتھ بند ھوجاتے تاجر جیسے ھی ضرورت کے مطابق رقم حاصل کرلیتا دکان بند کرکے دوسرے کاموں مثلاً حصول علم، تعلیم تعلم تدریس، تبلیغ ، صحبت بزرگان، خاندان وغیرہ جیسے مشاغل میں مصروف ھوجاتا مغربی غلبہ کے بعد اب ھر آدمی کم از کم آٹھ گھنٹے بیگار ھفتے میں چھ دن لازم کام کی غلامی میں مبتلا کردیا گیا ھے]۔**Three-day week**:[تین دن کا ہفتہ]۱۹۷۳ء میں برطانیہ کے اقتصادی بحران کو عام طور سے اس نام سے یاد کیا جاتا ہے۔یہ زمانہ کوئلے کی کانوں، ریلوے، بجلی گھروں، کارخانوں اور تجارت میں متواتر ہڑتالوں کا تھا۔بجلی کی کمی کی وجہ سے کاروبار ہفتے میں تین دن تک محدود ہوگیا تھا۔ٹیلی وژن کے پروگرام رات ساڑھے دس بجے ختم کردیے جاتے۔اس بحران کی وجہ سے۱۹۷۴ء میں دوبار الیکشن کرائے گئے اور دونوں لیبر پارٹی نے بہت قلیل اکثریت سے جیت لیے۔[اسلامی تاریخ میں کبھی ھڑتال نہیں ھوئی اور کبھی اس قسم کے بحران پیدا نہیں ھوئے یہ مغرب کی جدید زندگی اور ذلیل صنعتی معاشرت و ثقافت کا نتیجہ ھے . اسلامی تاریخ و تہذیب اس قسم کی حرکتوں سے خالی ھے]۔ **[To] Throw someone to the wolves**:[قربانی کا بکرا بنا دینا] اپنے سر کی بلا ٹالنے کے لیے ماتحت، دوست یا ساتھی کو قربان کردینا۔تصور یہ ہے کہ برف گاڑی پر کچھ لوگ جارہے ہیں کہ بھوکے بھیڑیوں کا غول پیچھا کرتا ہے۔گاڑی پر ایک شخص اپنے ایک ساتھی کو دھکا دے کے گرا دیتا ہے تاکہ بھیڑیئے اس پر جھپٹ پڑیں اور اپنی جان بچ جائے۔[یہ خود غرضی، نفس پرستی، مفاد پرستی کے ذلیل ترین تصورات دنیا کی بائیس تہذیبوں میں سے صرف مغربی تہذیب کے پاس ھیں لھذا اس قسم کے محاورے، اصطلاحات ، جملے بھی آپ کو انگریزی اور یورپی زبانوں میں ملیں گے]۔ **[To] Throw the baby out with the bath water**:[نکمی چیز کے ساتھ کارآمد کو ضائع کردینا]۔یہ مغربی ذھنیت اور جدیدیت، پس جدیدیت اور مغربیت صرف غنڈہ گردی کی نفسیات ھے اسلامی تاریخ اس سے خالی ھے ۔**Top shelf**:[اوپر والی شیلف] اخبار فروش کی دکان میں بنی ہوئی الماریوں میں سب سے اوپر کی شیلف جس پر فحش میگزین اور رسالے رکھے جاتے ہیں تاکہ عام لوگوں کی نگاہ میں فوراً نہ آنے پائیں اور بچوں کے ہاتھ میں نہ پڑیں۔موجودہ مفہوم سے پہلے اس کے معنی تھے[اعلیٰ قسم کی چیز]۔[مغرب میں بلندی اور بلند مقام غلیظ اور ناپاک اشیاء کے لئے استعمال کیا جاتا ہے طہارت سے محروم مغرب غامدی صاحب کو بہت عزیز ہے۔]۔**Toy boy**:[کمسن آشنا] زیادہ عمر کی عورت اگر کم عمر لڑکے کو اپنے عاشق کے طور پر 'ڈال' لے تو اسے toy boy کہیں گے۔ہم جنس بازوں میں ایسے کم عمر لڑکے کو 'لونڈا' کہا جاتا ہے۔جب کسی خوبصورت عورت کو کم عمر لڑکا چاہنے لگے تو اس عورت کو boy toy[کم سنوں کی محبوبہ] کہا جاتا ہے۔پاپولر گیت گانے والی[b1958] Madonna کو 'کم سنوں کی محبوبہ' کا خطاب دیا گیا تھا۔[ان گندی اصطلاحات سے مغربیت جدیدیت کی ذھنیت کا اندازہ کیا جاسکتا ھے غامدی صاحب فرماتے ھیں مغرب اسلام سے قریب آرھا ھے]۔**Traduttori traditori**:[اطالوی زبان: مترجم دغاباز ہوتے ہیں] بیسویں صدی کا اطالوی محاورہ جس کا مفہوم یہ لیا جاتا ہے کہ اصل کو مسخ کیے بغیر ترجمہ کرنا ناممکن ہے۔اس محاورے کو واحد کے صیغے میں اس طرح بولتے ہیں:traduttore traditore[مترجم دغاباز ہوتا ہے]۔[اس محاورے سے مغرب کی جدیدیت پسند ، دغا باز ذھنیت کا بخوبی اندازہ ھوتا ھے جو کسی پر اعتبار نہیں کرتی اور ھر ایک کو اپنی طرح ناقابل اعتبار سمجھتی ھے .]۔

Trahison descheres:[فرانسیسی زبان: محرروں کی دغابازی۔دانشوروں کی غداری] سیاست دانوں کے اثر میں آکر ادیب، شاعر، دانشور اگر اپنی تخلیق کا معیار گرا دیتے ہیں تو گویا وہ غداری کے مرتکب ہوتے ہیں۔۱۹۲۷ء میں Julien Benda نے اسی عنوان سے ایک مضمون میں ایسے لوگوں کو قزاق اور تہذیب کا غدار قرار دیا تھا جو نسلی اور سیاسی

مفادات کے پیش نظر سچائی اور انصاف سے دغا کرتے ہیں[مغرب کی تاریخ ایسے غداروں سے بھری ہوئی ھے].

Unisex:[زنانہ مردانہ دونوں] ایسی چیزیں یا باتیں جو مردوں اور عورتوں دونوں کے لیے موزوں ہوں۔ یہ اصطلاح ۱۹۶۰ء کی دہائی کے اواخر میں عام ہوئی تھی اور خاص طور سے لباس اور بالوں کی تراش وغیرہ کے لیے استعمال ہوتی ہے۔ مردوں اور عورتوں کے لیے ایک جیسے لباس بنانے کی ابتداء فرانسیسی ڈیزائنر Andre Courreges نے کی تھی۔ جہاں تک زنانہ مردانہ 'ہیئر ڈریسر' کا تعلق ہے تو وہ یورپ اور امریکہ میں ہر جگہ خود بخود نمودار ہو گئے تھے۔[اسلامی تاریخ اس زنخے پن سے خالی ھے یہ رویہ فلسفہ مساوات کی عمل شکل ھے]۔ **Untermenschen**:[جرمن زبان: نیم انسان۔ کمین ذات] نازی نسل پرست نظریہ سازوں نے یہودیوں سلوویک نسل کے لوگوں، خانہ بدوشوں اور دوسری کئی نسلوں کے باشندوں کو گھٹیا نسل کے لوگ قرار دے دیا تھا۔ اس کے مقابلے میں جرمن نسل کے لوگوں کے لیے Ubermenschen[سپر انسان] کی اصطلاح تھی یعنی طاقتور، جسمانی طور پر مکمل آریائی جن کو یہ حق حاصل تھا کہ ان نیم انسانوں کو زیر کر کے رکھیں اور ان کا ہر طرح سے استحصال کریں۔[اسلامی تاریخ ایسی اصطلاح سے خالی ھے کیونکہ ہم نہ مہذب ھیں نہ جدیدیت پسند نہ مغرب پسند...... یہ ذلیل طرز زندگی گوری چمڑی والوں کا پسندیدہ مشغلہ ھے]۔

Valium:[ویلیئم] ایک دوا diazepam کا برانڈ نام جو خواب آور ہوتی ہے، تشویش دور کرنے اور اعصاب کو سکون دینے کے لیے دی جاتی ہے۔ ۱۹۶۰ء کے عشرے میں librium کی طرح یہ دوا بھی لوگوں نے کثرت کے ساتھ استعمال کی اور اس کے عادی ہو گئے تھے۔[خواب آور دوا کے کثرت استعمال کا سبب مغرب سے مذہب کے خاتمے کے بعد امن، سکون، محبت کا خاتمہ ھے دنیا کی تاریخ میں کسی تہذیب نے خواب آور دوائوں کی اتنی قسمیں ایجاد نہ کیں جتنی مغرب ایجاد کرچکا ھے اور اسے ترقی قرار دیتا ھے . اسلامی تاریخ و تہذیب میں اور دنیا کی اکیس تہذیبوں کی تاریخ میں بے خوابی کا مسئلہ کبھی نہیں پیدا ھوا یہ وہ جدید مغربی تہذیب ھے جس نے لوگوں سے نیند تک چھین لی ھے اور اس تہذیب پر غامدی کو فخر ھے]۔ **Valspeak**:[وادی کی بولی] ۱۹۸۰ء کے عشرے کے ابتدائی زمانے میں لاس اینجلس کے نزدیک San Fernando Valley کے خوشحال گھرانوں کے نوعمروں نے ایک انوکھی سی بولی نکال لی تھی جس کا چرچا ۱۹۸۲ء کے ایک مشہور گیت Valley Girl کے ذریعہ ہوا تھا۔ بعد میں کچھ مصنفوں نے بھی اس بولی میں ناول لکھے جن میں ۱۹۹۵ء کا Clueless قابل ذکر ہے جو Jane Austen کے مشہور ناول Emma [1816] پر ڈھال کر لکھا گیا تھا۔[اسلامی تاریخ میں خوشحال گھرانوں کے بچے اس قسم کی لغویات میں مبتلا نہیں ھوتے]۔ **Vanity publishing**:[نمائشی ادیب کی نمائشی اشاعت] خود کو صاحب کتاب مشہور کرنے کے لیے پبلشر کو دام دے کر کتاب شائع کرانا۔ ایسی کتاب پر خرچ عام طور سے بے تحاشا ہوتا ہے طباعت کا معیار گھٹیا ہوتا ہے اور مصنف کو مایوسی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ مغربی ملکوں میں پیشہ ور ادارے اور کتابوں کے ایڈیٹر اس طریقے کو ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔[عالم اسلام کا ماضی ایسی گھٹیا حرکتوں سے خالی ھے].

Verlan:[الٹی بولی] بیسویں صدی کے اواخر میں فرانس کے نوجوانوں نے الفاظ میں الٹ پھیر کر کے اپنی بولی ایجاد کر لی تھی، مثلاً pourri[سڑا ہوا، گندہ] ripou ہو گیا، femme[عورت] کو meuf کر دیا گیا اور chaud[گرم] کو auch بنا دیا گیا۔ خود یہ لفظ verian بھی I'envers[الٹی جانب] کے الٹ پھیر سے بنایا گیا ہے۔[جدیدیت نے نوجوانوں کے لئے سائنس و ٹیکنالوجی کے ذریعے بہت ساوقت بچادیا ھے لہٰذا اب نوجوان اسی قسم کی لغویات میں زندگی بسر کرتے ھیں]۔

Watchful waiting:[ہوشیار اور منتظر] کسی کے خلاف کوئی اقدام کرنے سے پہلے یہ انتظار کرنا کہ مناسب موقع ملتے ہی کارروائی کر دی جائے۔ امریکی صدر Woodrow Wilson نے ۱۹۱۳ء میں میکسیکو میں جنرل Huerta کو تسلیم نہ کرنے کا اعلان کرتے ہوئے یہ فقرہ کہا تھا اور سال بھر کے اندر امریکہ نے بندرگاہ Vera Cruz پر قبضہ کر لیا تھا۔[امریکی دھشت گردی کی تاریخ کا ایک نیاباب]۔

When the fat lady sings:[انجام کو پہنچنا، ختم ہو جانا] یہ محاورہ اس طرح بنا ہے کہ opera کے آخر میں ہیروئن آ کر گاتی ہے اور عام طور سے مرجاتی ہے۔ اس پر 'آپرا' ختم ہوتا ہے اور چونکہ 'آپرا' گانے والی خواتین نہ صرف توانا آواز کی مالک ہوتی ہیں بلکہ تن و توش بھی رکھتی ہیں اس لیے محاورہ بنانے والوں نے ان کی جسامت کا لحاظ رکھا ہے۔[مغربیت اور جدیدیت کا سارا کام عورت کے اعضاء، تن و توش حرکات، سکنات، سے شروع ھو کر اسی پر ختم ھو جاتا ھے]۔

Whilderness of mirrors:[آئینوں کا ویرانہ۔ جاسوسی کی دنیا] وہ دنیا جس میں چالبازیاں، دھوکے، جعل سازیاں اور غلط فہمی میں ڈالنے والی ہر ترکیب کا عمل ہے۔ یہ اصطلاح T S Elliot کی نظم Gerontion [1920] سے لی گئی ہے اور سی آئی اے کے ایک ماہر نے پہلی بار جاسوسی کے لیے استعمال کی تھی۔[یہ غلیظ اصطلاح بھی

پوری اسلامی تاریخ سے نہیں مل سکتی نہ دنیا کی دیگر مذہبی تہذیبوں میں کبھی ایسی ذلیل اصطلاح ایجادھوسکی یہ خاص مغربی تہذیب کا کمال ھے]۔

Womanist:[حقوق نسواں کی سیاہ فام حامی] سترھویں صدی میں یہ لفظ 'عورت باز' کے معنوں میں استعمال ہوتا تھا لیکن ۱۹۷۰ء کے زمانے تک یہ معنی متروک ہوگئے تھے جب ایک ناول نگار Alice Walker نے feminist کی جگہ یہ لفظ خاص طور سے سیاہ فام عورتوں کی تحریک کے لیے اختیار کیا۔ اب عورت باز کے لیے womaniser استعمال کیا جاتا ہے۔[عورتوں سے اور عورتوں کے امور مطالبات سے مغرب کو اور تمام جدیدیت پسند اسلامی مفکرین پرویز ، ڈاکٹر منظور احمد اور جاوید غامدی کو کیوں دلچسپی ھے یہ لوگ بار بار اسلام اور عورت کے موضوع پر کیوں بولتے ھیں یہ بات اب ناقابل فھم نہیں ھے.]

Wop:[بدلحاظ، دھونس دینے والا آدمی] امریکی بولی کی یہ اصطلاح اطالوی نسل والوں اور ان سے ملتے جلتے لوگوں کے لیے استعمال ہونے لگی ہے۔[امریکی ذہنیت اس اصطلاح سے عیاں ہے کہ بس وہ شریف ہیں باقی سب بدمعاش]۔**X**:[ایکس] ۱۹۸۳ء سے پہلے سنسر بورڈ ایسی فلموں کو X سرٹیفکیٹ دیا کرتا جن میں بچوں کے لیے نامناسب جنسی یا پرتشدد مناظر ہوتے۔ ۱۹۸۳ء کے بعد برطانیہ میں ایسی فلموں کو ۱۸ کا سرٹیفکیٹ دیا جانے لگا۔ یعنی اٹھارہ سال یا اس سے اوپر کے لوگوں کے لیے موزوں فلم اور امریکہ میں NC-17 یعنی No children under 17۔[جرائم گناہ بڑوں کے لئے حلال بچوں کے لئے حرام مغرب کا کیاعظیم فلسفہ ھے.]

Yellow brick road:[سنہری اینٹوں والی سڑک] خوشیوں کی منزل کو جانے والی سڑک۔ بچوں کی کہانی Wizard of Oz میں اس طرح کی سڑک کا ذکر ملتا ہے۔ [مغرب کا ھر انسان اس سڑک کی تلاش میں ذھنی مریض بن گیا ھے مغرب کے اسّی فیصد لوگ نفسیاتی مریض ھیں.]

Yellow Peril:[زرد خطرہ] انیسویں صدی کے اواخر میں جرمنی میں یکا یک یہ خطرہ ظاہر کیا گیا کہ پیلی رنگت کی اقوام [چینی، جاپانی وغیرہ] کی آبادی کی ایسی کثرت ہوجائے گی کہ سفید فام قومیں جن علاقوں میں آباد ہوگئی ہیں [مثلاً آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ میں] ان پر غالب آجائیں گی۔ یہ اندیشہ سارے سفید فاموں میں پھیل گیا تھا۔[یہ خطرہ اب مسلم آبادی کی صورت میں سامنے آیا ھے ۲۰۵۰ میں فرانس کے اصل باشندوں اور مسلمانوں کی تعداد برابر ھوجائے گی اوریورپ وامریکہ میں مسلمان گوری نسلوں کے مقابلے میں ۴۰ فیصد آبادی کے حامل ھوں گے. ساحل جون ۲۰۰۵ء اور مارچ ۲۰۰۶ء ملاحظہ کیجئے جس میں مغرب کی آبادی پر اعداد و شمار ھیں.]

Yellow press:[سنسنی خیز اخبار] ڈرانے والی سرخیاں، سنسنی پھیلانے والے مضامین، تصویروں کی بھرمار cartoon strip اتوار کے ضمیمے 'یلو پریس' کی خصوصیات سمجھی جاتی ہیں۔ یہ نام اس طرح پڑا کہ ۱۸۹۵ء میں ایک اخبار New york World نے ایک 'کامک سٹرپ' چھاپا جس میں ایک بچہ زرد رنگ کے لباس میں دکھایا گیا تھا۔ اخبار میں رنگین چھپائی کا یہ تجربہ اپنی سرکولیشن حریف اخبار New York Journal سے زیادہ کرنے کے لیے کیا گیا تھا۔ اس طرح دونوں اخباروں کی مقابلہ بازی کو yellow journalism کہا جانے لگا۔[یہ ذلیل کاروباری رویے حرص و حسد کی بنیادوں پر استوار ھیں عالم اسلام ایسی اصطلاحات اور ایسے رویوں سے خالی ھیں].

Yesteray's men:[گزرے دن کے لوگ] وہ لوگ، خاص طور سے سیاستداں، جن کا اثر رسوخ ختم ہوگیا ہو یا جو اپنے عروج سے اب زوال کی طرف جا رہے ہوں۔[یہ مغرب کا خاص مزاج ھے.]

Yuppies:[young upwardly, or urban mobile people ترقی کے زینے طے کرنے والے نوجوان]۔ یہ ۱۹۸۰ء کے زمانے کی اصطلاح جو امریکہ میں شروع ہوئی تھی۔ The Yuppie Handbook میں یپی کی تعریف یہ کی گئی ہے کہ یہ ۲۵ سے ۴۶ کی عمر کے تیز رفتار لوگ ہوتے ہیں۔ بڑے شہر کے اندر یا اس کے نواح میں رہتے ہیں۔ ان کی زندگی کا مقصد آن بان، خوش حالی اور اختیار کا حصول ہے۔ یہ ہفتے اتوار کے چھٹی کے دن brunch [ناشتہ اور دوپہر کا کھانا] کھاتے ہیں۔ کام کے بعد gym میں تن سازی کے لیے جاتے ہیں۔[دنیا کی اکیس تھذیبوں کے نوجوانوں نے اس قسم کے ذلیل تصورات کو زندگی کا نصب العین نھیں بنایا یہ جدید جاھلیت مغربیہ کافیض ھے]

Zero tolerance:[قطعی ناقابل قبول] سماج دشمن حرکتوں کو قطعی ناقابل قبول قرار دے کر ایسے قوانین اور ضابطوں کی مدد سے روکنا جن کا اطلاق معمولی غلطیوں پر بھی کیا جاسکے۔ یہ پالیسی ۱۹۸۰ء کی دہائی میں امریکہ میں اختیار کی گئی تھی اور چھوٹی چھوٹی حرکتوں مثلاً دیواروں پر لکھنا، توڑ پھوڑ، ٹریفک کا راستہ روکنا، بھیک کے لیے زبردستی کرنا اور سڑکوں پر تھوکنا بھی قابل دست اندازی پولیس قرار دے دیا گیا تھا۔[یہ آزاد مغرب ھے دنیا کی ۲۱ تھذیبوں میں مغربی تھذیب واحد تھذیب ھے جھاں سب سے زیادہ قوانین ھیں جب اخلاقیات اور روحانیت Ethics اور Moral ختم ھوجائیں تو زندگی صرف قانون

پر بسر ہوتی ہے اکیس تہذیبوں کے قوانین کی کل تعداد کے مقابلے میں جدید دور کے مغرب کے قوانین ہزاروں گنا زیادہ ہیں انسان کتوں، بلیوں کی سطح پر اتر آیا ہے لہذا ایک کو دوسرے سے بچانے کے لئے قانون پر قانون بن رہے ہیں تاکہ ہر ایک کی آزادی کا تحفظ کیا جاسکے مسلسل قانون سازی کا مطلب یہ ہے کہ مجرموں کی تعداد روزانہ بڑھ رہی ہے کتے کے بھونکنے کا قانون، خراٹے لینے کا قانون، شور مچانے کا قانون، بچے کو مارنے کا قانون، مغرب کی ذلیل زندگی تو اس سے بھری ہوئی ہے سب سے کم قوانین اسلامی معاشروں میں ہیں مارمارڈیوک پکتھال تو مغربی تہذیب کو تہذیب نہیں مانتے اسے بہیمیت savagry کہتے ہیں]۔

Zoo daddy:[بے پرواباپ]امریکیوں کی بولی میں طلاق شدہ باپ جو اپنے بچوں سے شاذ و نادر ملنے جاتا ہے اور اگر کبھی گیا بھی تو بچوں کو تفریح کی کسی جگہ مثلاً چڑیا گھر میں گھما پھرا کر ماں کے پاس چھوڑ جاتا ہے۔اسی نسبت سے Disneyland daddy کی اصطلاح بھی بن گئی ہے۔[اب تو باپ کا بھی پتہ نہیں چلتا نہ ماں کا ، سڑکوں پر بچے پھینکے جاتے ہیں یہ مغرب کی غلیظ زندگی مکروہ تہذیب اور خبیث معاشرت ہے جس پر جاوید غامدی کو فخر ہے]۔

Thalidomide:[تھیلی ڈومائڈ]اعصاب کو سکون دینے اور متلی روکنے والی دوا جو جرمنی اور برطانیہ میں ۱۹۵۹ء سے ۱۹۶۲ء کے زمانے میں مریضوں نے استعمال کی لیکن بعد میں معلوم ہوا کہ اگر حاملہ عورتیں یہ دوا استعمال کریں تو ان کے بچے اعضا کے بغیر پیدا ہوتے ہیں۔جرمنی میں کوئی ۲۰۰ اور برطانیہ میں ۱۵۰۰ بچے پیدا ہوئے۔آخر میں یہ دوا بند کرادی گئی۔[مغرب میں ہزاروں دوائیں لاکھوں انسان کو قتل کرنے کے بعد بند کردی گئیں دنیا کی اکیس تہذیبوں میں سے کسی تہذیب نے دواؤں کے تجربوں کے لئے چند آدمی بھی ہلاک نہیں کئے یہ مغرب کا سب سے بڑا کارنامہ ہے جس کا نام طبی انقلاب ہے جدیدیت نے وہ ہزاروں بیماریاں پیدا کیں جن کا پوری تاریخ میں کسی تہذیب میں وجود نہیں ملتا پھر ان کا علاج دریافت کیا اور پھر خود ہی اپنے آپ کو دنیا کا ترقی یافتہ زمانہ کہہ دیا]۔Three-day week:[تین دن کا ہفتہ]۱۹۷۳ء میں برطانیہ کے اقتصادی بحران کو عام طور سے اس نام سے یاد کیا جاتا ہے۔یہ زمانہ کوئلے کی کانوں، ریلوے، بجلی گھروں، کارخانوں اور تجارت میں متواتر ہڑتالوں کا تھا۔بجلی کی کمی کی وجہ سے کاروبار ہفتے میں تین دن تک محدود ہوگیا تھا۔ٹیلی وژن کے پروگرام رات ساڑھے دس بجے ختم کردیے جاتے۔اس بحران کی وجہ سے ۱۹۷۴ء میں دوبار الیکشن کرائے گئے اور دونوں لیبر پارٹی نے بہت قلیل اکثریت سے جیت لیے۔[اسلامی تاریخ میں کبھی ہڑتال نہیں ہوئی اور کبھی اس قسم کے بحران پیدا نہیں ہوئے یہ مغرب کی جدید زندگی اور ذلیل صنعتی معاشرت و ثقافت کا نتیجہ ہے. اسلامی تاریخ و تہذیب اس قسم کی حرکتوں سے خالی ہے]۔

Toe-cover:[گھٹیا تحفہ]تحفے میں ملنے والی فضول سی کوئی چیز۔[یہ غلیظ ذہنیت مغربی جدیدیت و پس جدیدیت کی تخلیق ہے اسلامی تاریخ میں کسی حقیر سے حقیر تحفے کو حقیر سمجھنا کسی شخص کے بد ذات ہونے کے لئے کافی ہے رسالت مآب کا ارشاد ہے اپنے پڑوسی کو تحفہ بھیجو خواہ بکری کا کھر ہی کیوں نہ ہو. مغربی ذہنیت اس کو فضول تحفہ سمجھ کر رد کرتی ہے یہ ایک مادہ پرست تہذیب ہے]۔Top dog:[چودھری، دادا، ماہرفن]کوئی شخص جو اپنی لیاقت، شخصیت یا مار پیٹ کے ذریعہ دوسروں پر اپنی برتری ثابت کردے۔محاورے میں گلی کے کتوں کی مثال ہے جو کتا دوسروں پر حاوی ہوگا وہی top dog کہلانے کا مستحق سمجھا جائے گا۔[یہ کتے آپ کو صرف اور صرف مغرب میں ملیں گے چودھری بننے کا شوق مغرب کا خاص ذوق ہے]۔Top shelf:[اوپر والی شیلف]اخبار فروش کی دکان میں بنی ہوئی الماریوں میں سب سے اوپر کی شیلف جس پر فحش میگزین اور رسالے رکھے جاتے ہیں تاکہ عام لوگوں کی نگاہ میں فوراً نہ آنے پائیں اور بچوں کے ہاتھ میں نہ پڑیں۔موجودہ مفہوم سے پہلے اس کے معنی تھے[اعلیٰ قسم کی چیز]۔[مغرب میں بلندی اور بلند مقام غلیظ اور ناپاک اشیاء کے لئے استعمال کیا جاتا ہے طہارت سے محروم مغرب غامدی صاحب کو بہت عزیز ہے.] ۔

Touchy-feely:[لپٹانا، تسلی دینا]کسی تکلف کے بغیر کھلم کھلا محبت یا ہمدردی کے جذبات کا اظہار کرنا۔یہ اصطلاح ۱۹۷۰ء کے زمانے میں بنی تھی جب ایسے گروپ بن رہے تھے جن میں شامل افراد ایک دوسرے کو چھوکر، لپٹا کر ٹھیس لگے ہوئے جذبات اور احساسات کو تسکین پہنچانے کی کوشش کرتے۔[الحمدللہ ، اسلامی تاریخ و تہذیب و معاشرت اس دور انحطاط میں بھی ایسے ذلیل خبیث غلیظ تصورات سے خالی ہے غامدی صاحب انہی حرکات کو اسلامیانے کا کام کررہے ہیں. ان کا تازہ فتویٰ ہے کہ عورت مرد سے بلا تکلف ہاتھ ملا سکتی ہے لیکن دبا نہیں سکتی بیٹھ کر تبادلہ خیال کرسکتی ہے

...... بلا تکلف اگر نوکری کرتی ھے تو مرد کو طلاق دے سکتی ھے مردوں کو نماز بھی پڑھا سکتی ھے امید ھے کہ ارتقاء کے بعد ان کا نیا موقف یہ ہوگا کہ اگر حالت حیض میں ھے تو صرف تیمم کر کے نماز پڑھادے]۔

Trailer trash:[ٹریلر کی گند]۱۹۹۰ء کے زمانے کی امریکی اصطلاح اس غریب سفید فام کے لئے جو بڑے سے ٹریلر میں رہتا ہے اور جسے بے حد بدتہذیب، گرا ہوا اور گھناؤنا سمجھا جاتا ہے۔ جب یہ اصطلاح کسی عام شخص کے لئے استعمال کی جائے تو گویا اسے 'نالی کا کیڑا' کہا جائے گا۔ سیاہ فاموں کے لیے بھی ایک اصطلاح رائج ہے ghetto trash[گندی بستی کا کیڑا]۔[یہ ھے مھذب مغرب جو مساوات شرف انسانی کا سب سے بڑا علمبردار ھے]

Transcendental Meditation:[ماورائی مراقبہ]مراقبے[فکر میں غرق ہونے] کی ایک خاص ترکیب جسے عموماً TM کہا جاتا ہے اور جس سے مغرب کو مہارشی مہیش یوگی نے ۱۹۶۰ء کے زمانے میں اپنی کتاب "The Science of Being and Art of Loving" کے ذریعہ متعارف کرایا تھا۔اس مراقبے میں سنسکرت کے چھوٹے چھوٹے منتر متواتر دماغ میں دہرائے جاتے ہیں۔اس طرح انسان کا ذہن سوچ اور تفکر کی موجوں کو مدھم کر دیتا ہے اور اسے شعور کی گہرائیوں میں پہنچا دیتا ہے۔دعویٰ کیا جاتا ہے کہ انسان کو گہرا ذہنی سکون ملتا ہے۔فرحت اور خوشی کی کیفیت پیدا ہوتی ہے۔توانائی حاصل ہوتی ہے اور تخلیق کا جذبہ ابھر آتا ہے۔TM کو خاص طور سے اس لیے مقبولیت حاصل ہوئی کہ ۱۹۶۷ء میں کچھ عرصے کے لیے Beatles بھی اس کے معتقد ہو گئے تھے۔[غامدی صاحب تصوف کے دشمن ہیں لیکن ان کے پسندیدہ مغرب کو ھندو تصوف سے بھی افاقہ ھو گیا تھا مغرب کے جدیدیت پسندوں نے مجبوراًروحانیت کو تسلیم کیا ھے غامدی صاحب تصوف کو بدعت ضلالت اور گمراھی کھتے ھیں ایک ٹی وی مکالمے میں جب ماھر نفسیات نے اسلام پر حملے کئے کہ مغرب میں نفس انسانی، ذھن انسانی کا مطالعہ سائنٹفک طور پر کیا گیا ھے اسلام میں تو اس موضوع پر کچھ میسر نہیں تو علامہ غامدی کو کھنا پڑا کہ مسلمانوں نے تصوف کے ذریعے علم النفس، ذھن انسانی جذبات انسانی کے سلسلے میں گزشتہ پندرہ سو برس میں جو ذخیرہ ادب مھیا کیا ھے مغرب اس کے سامنے طفل مکتب ھے اس کے بعد غامدی صاحب نے غزالی کی احیاء العلوم کا بھی حوالہ دیا اور صوفیاء علماء کے بے شمار علمی کاموں کا بھی تذکرہ کیا.اس موقع پر وہ بھول گئے کہ وہ تصوف کو بدعت تمام صوفیاء بشمول امام غزالی کو گمراہ قرار دے چکے ھیں ماضی میں وہ تصوف کے صرف خدمت والے حصے کو اھم سمجھتے تھے اور خانقاہ اور شیخ کی ضرورت کے قائل تھے اس سلسلے میں جاوید غامدی نے اپنی کتاب ''اسلامی انقلاب کی جدوجھد اور غلطی ھائے مضامین'' کے صفحہ ۱۶۰ پر لکھا.دوسرا کام خانقاھی نظام کا احیاء ھے ھمارے قدیم اداروں میں ایک نھایت مفید ادارہ خانقاھی نظام کا تھا جھاں کچھ ایسے بے غرض لوگ بیٹھے ھوتے جو دنیا سے کچھ لینے کے بجائے اس کو کچھ دیتے تھے جنھوں نے اپنی مرضی سے فقر کی زندگی اختیار کی تھی جن کے پاس ھر فرد اپنے مسائل لے کر آتا تھا اور سکون کی دولت سے مالا مال ھو کر چلا جاتا تھا جھاں ایک پریشان حال فرد آکر دو تین دن ٹھر کرایک عزم نو کے ساتھ سوسائٹی میں واپس چلا جاتا تھا آج ھمیں پھر ایک ایسے ھی خانقاھی نظام کی ضرورت ھے جھاں کچھ اللہ والے اپنے مزاج کے مطابق ھر دکھی دل پر مرھم رکھ دیں لاریب خانقاھی نظام کا صحیح بنیادوں پر احیاء ھمارے معاشرے کے سماجی دکھوں کا علاج ھے یہ کام عمومی دعوت کے پروگرام کا ایک حصہ بھی بن سکتا ھے[ص ۱۶۱.۱۶۲ اسلامی انقلاب کی جدوجھد المورد دانش گاہ معارف اسلامی اکتوبر ۱۹۹۴ء] واضح رھے کہ غامدی صاحب کو اپنے ھر دعوے سے پھلے لاریب کھنے کا شوق بھی ھے اور ساتھ ھی ساتھ ارتقاء فرمانے کا چسکہ بلکہ ملکہ بھی. لیکن غامدی صاحب کا ارتقاء ھوگیا تھا اب دوبارہ ارتقاء معکوس ھوگیا ھے ان کا نہ دین ھے نہ ایمان جب چاھتے ھیں حالات کے لحاظ سے اپنا موقف مسلک نقطہ نظر استدلال سب کچھ بدل لیتے ھیں اور کھہ دیتے ھیں کہ ارتقاء ھوگیا ھے وہ تاریخ و تحقیق کے ضمن میں امام ابو زھری سے روایت کردہ تمام احادیث کو رد کرتے ھیں اور زھری کو ساقط الاعتبار قرار دیتے ھیں یہ تحقیق بھی انکی نھیں علامہ تمنا عمادی کی کتاب کا سرقہ ھے لیکن دوسری جانب اپنی کتاب میزان کے ھر باب کی ابتداء اور استدلال امام زھری کی روایت کردہ حدیثوں پر رکھتے ھیں جھوٹ بولنے والوں کے پاؤں نھیں ھوتے]۔

Trial by Television:[ٹیلی وژن پر مقدمہ چلانا] کسی متنازع معاملے میں شامل شخص کا ٹیلی وژن پر انٹرویو کرتے ہوئے اس سے جرح کرنا اور سختی سے اس انداز میں سوال پوچھنا کہ انصاف سے بعید معلوم ہو...... ''بھون کے رکھ دینا''۔[اسلامی تاریخ و تھذیب ایسے رویے سے ناآشنا ھے دور زوال کے مناظرے اس طرز عمل کی بھت ھی محدود پیمانے پر عکاسی کرتے ھیں لیکن راسخ العقیدہ مکاتب فکر اور علماء نے کبھی مناظرانہ مزاج کو سند عطا نہ کی.]

Trigger-happy:[وار کرنے کو تیار] کسی ذرا سی اشتعال دلانے والی بات پر نہ صرف تیار بلکہ عجلت کے ساتھ وار کرنے کو تیار شخص۔ یہ اصطلاح دوسری جنگ عظیم کی ہے جب bomb-happy کی اصطلاح ان توپ چلانے والوں کے لیے بنی تھی جو گولہ باری کرنے کے بعد مریضانہ مسرت میں مبتلا ہو جاتے تھے۔[اسلامی تاریخ و تہذیب ایسے امراض اور ایسے ذھنی مریضوں سے خالی ھے غامدی صاحب بھی مغرب کے مشتعل کرنے پر ھر وقت اسلام پر چھری چلانے کے لیے تیار رھتے ھیں.] Triple threat:[تین مہارتوں کا خوف] کسی شخص میں ایسی تین خصوصیات کا ہونا جن سے مد مقابل کو خوف آئے۔ یہ امریکی محاورہ ہاں فٹ بال کے کھیل سے ایجاد ہوا ہے جس میں کسی کھلاڑی میں تین گن یہ ہوں گے کہ دوڑنے، پاس دینے اور کک لگانے میں استاد ہو اور مقابل کی ٹیم کے لیے تین گنا خوف کا باعث ہو۔ [خوف، دھشت، بدمعاشی، غنڈہ گردی دادا گیری جدیدیت اور مغربیت کے خاص مظاھر ھیں.] Trophy wife:[نمائشی بیوی] کسی شخص کی ایسی بیوی کے لیے توہین آمیز اصطلاح جو شوہر کی دولت اور منصب کی نمائش کے لیے ہو۔ عام طور سے حسین لیکن ذہانت سے عاری لڑکیوں کو زیادہ عمر کے دولت مند اپنی دوسری بیوی بنا لیتے ہیں اور اس کے حسن کو نمائش کے طور پر پیش کرتے ہیں۔[اسلامی تہذیب و معاشرت لغات ایسی ذلیل اصطلاح سے عاری ھے۔] Trophy art:[جنگ میں لوٹا ہوا آرٹ] یہ اصطلاح خاص طور سے روس اور جرمنی کے لیے استعمال ہوتی ہے جنھوں نے اپنے اپنے موقع پر ایک دوسرے کے آرٹ کے نمونے لوٹے تھے اور ان میں سے بیشتر اب تک واپس نہیں کیے گئے ہیں لیکن ۲۰۰۳ء میں عراق پر امریکی اتحادیوں کی فوج کشی کے دوران بغداد کے میوزیم میں جو لوٹ مار ہوئی وہ بھی اس اصطلاح کے زمرے میں آتی ہے۔[یہ کام بھی ان قوموں نے کئے جو مسلمانو ں کو تھذیب اخلاق کا درس دیتے ھوئے شرم محسوس نھیں کرتے]۔ Twentieth-century blues:[بیسویں صدی کی اداسیاں] بیسویں صدی سے وابستہ افسردگی، یاس اور حسرت کا تصور۔ یہ صدی برطانیہ میں شاہ ایڈورڈ کے سنہرے عہد سے شروع ہوئی تھی لیکن پھر یورپ دو عظیم جنگوں میں پس گیا اور پوری دنیا کو عظیم سرد بازاری کی مشقتیں جھیلنی پڑیں۔ اداسیاں دونوں جنگوں کے درمیانی عرصے میں سب سے زیادہ طاری تھیں۔ یہ اصطلاح ایک گیت نگار Noel Coward کے ایک گیت سے بنائی گئی ہے۔[اداسی کی یہ طویل راتیں ان مھذب قوموں نے دنیا پر مسلط کی ھیں جو گوری چمڑی رکھتے تھے اور مھذب تھے اب یھی دھشت گرد سلامتی کونسل کے مستقل رکن بن کر پُر امن دھشت گردی کررھے ھیں دنیا گزشتہ تین سو برس سے جنگ اور امن یعنی جنگ عظیم world war اور اقوام متحدہ UNO کے نام پر انھی دھشت گردوں کے ھاتھ میں ھے]. Twinkie:[لونڈا] امریکی بولی میں بدفعلی کرانے والا یا زنانوں کی سی حرکتیں کرنے والا نوعمر لڑکا جس کو دیکھ کر شہوانی جذبہ پیدا ہو۔[امریکی مغربی اور برطانوی قوموں میں بس ایک ھی جذبہ پیدا ھوتا ھے پھر بھی غامدی صاحب کھتے ھیں کہ مغرب اور اسلام کے جذبات احساسات ایک ھیں دونوں قریب آرھے ھیں خدا جانے قریب آکر مغرب کیا کرے گا]۔ Twinkie defence:[حیلہ بہانہ] اس اصطلاح کا پس منظر یہ ہے کہ امریکی عدالتوں میں وکلا موکل کی صفائی کے لیے یہ دلیل پیش کرنے لگے تھے کہ ملزم ایسی غیر صحت مند غذا استعمال کرتا رہا تھا جس کی وجہ سے اس کا طرز عمل بدل گیا چنانچہ اسے اپنے فعل کا کمتر جواب دہ سمجھا جائے۔ پہلی بار ۱۹۷۹ء میں سان فرانسسکو کی سپریم کورٹ میں قتل کے ایک مقدمے میں اس دلیل سے کام لیا گیا تھا اور کہا گیا تھا کہ ملزم چونکہ مٹھائی، کیک اور کوک اس کثرت سے کھاتا اور پیتا ہے کہ اس کے بغیر رہ نہیں سکتا اس لیے اس کے بدن میں شکر کی مقدار بڑھ گئی ہے جس نے اس کے دماغ کا توازن بگاڑ دیا ہے اور اس بنا پر وہ اپنے فعل کا جواب دہ نہیں رہا ہے۔ ۱۹۸۱ء میں امریکی کانگریس نے ملزموں کی صفائی میں اس قسم کی حیلہ جوئی کی ممانعت کر دی۔[جدیدیت یعنی مغربی تھذیب بلکہ ابلیسیت نے انسانیت پرستی کے نام پر ایسا عدالتی نظام بنایا جھاں صرف پیسے سے انصاف ملتا ھے جو مجرم جتنا بڑا وکیل خرید سکتا ھے وہ وکیل کی ذھانت سے ھر سزا سے بچ ھوسکتا ھے اسلامی تاریخ و تھذیب میں وکیل اور موجودہ سرمایہ دارانہ عدالتی نظام کا کوئی تصور نھیں تھا آج کل انصاف صرف اور صرف پیسے سے ملتا ھے پیسے کے پجاری یہ وکیل آج کل انصاف اور عدل کے علم بردار ھیں. یہ وہ وکیل ھیں جو ھر عدالت میں رشوت دینے پر مجبور ھیں. اگر رشوت نہ دیں تو ان کی فائل رک جاتی ھے. ان وکیلوں نے آج تک اپنی عدالتوں کے احاطے میں رشوت کے خاتمے کے لیے کوئی تحریک نھیں چلائی. بار کونسلوں نے کبھی عدالتوں میں انتظامی عملے کی رشوت خوری پر توجہ نھیں دی. یھی وکیل ترقی پاتے پاتے ایڈووکیٹ، اٹارنی جنرل، عدالتوں کے جج بن جاتے ھیں لیکن اس نظام کو ختم نھیں کرتے جس کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے اور اپنے ھاتھوں سے رشوت دیتے ھیں. ھر وکیل اپنی فیس کے علاوہ خرچے کے نام پر پانچ سے دس ھزار روپے اپنے موکل سے لیتا ھے جو صرف رشوت کے کام آتا ھے ورنہ مقدمہ وقت پر نھیں لگے گا. نوٹس وقت پر نھیں پھنچے گا جو وکیل اور جج اپنی عدالتوں کے احاطے سے رشوت ختم نھیں کرسکتے وہ کس عدالتی نظام کی بات کر رھے ھیں. ان وکیلوں نے عدالتی نظام کی

اصلاح کے لیے کوئی کام نہ کیا لیکن یہ فوجیوں اور ملکی سیاست کی اصلاح کرنے چلے ھیں پہلے اپنے گھر کو درست کرلیں. سپریم کورٹ بار ایسوسی ایشن کے نائب صدر علی احمد کرد کا بیان ۱۸/ جون کے تمام اخبارات میں شائع ہوا ھے جس میں انہوں نے کہا ھے کہ سپریم کورٹ کے آدھے سے زیادہ جج حکمرانوں سے ملتے جلتے ھیں اور ان کے ڈنر کرتے ھیں. اگر سپریم کورٹ نے حکومت کے کہنے پر چیف جسٹس کے خلاف فیصلہ کیا تو عوام یہ فیصلہ نہیں مانیں گے. اگر سپریم کورٹ بار کے نائب صدر کا بیان درست تسلیم کرلیا جائے تو اس سے کیا ثابت ہوتا ھے؟ یہی کہ سول سوسائٹی کے وکیل جج کسی کردار کے مالک نہیں ان کو مراعات و مفادات عزیز ھیں. یہ بات بھی عجیب ھے کہ اپنے حق میں فیصلہ کرانے کے لیے علی احمد کرد عدالت کو دھمکی بھی دے رھے ھیں. انھیں نقائص صرف عدلیہ میں نظر آرھے ھیں وکیلوں میں نظر نہیں آرھے؟ آخر کیوں اس لیے کہ وہ وکیلوں کے طبقے کے نمائندے ھیں لہٰذا وکیلوں کے خلاف کچھ نہیں کہہ سکتے کیوں کہ کل انھیں انھی وکیلوں سے ووٹ لینے ھیں، جمہوریت میں کوئی اخلاقیات نہیں ہوتی کیونکہ آپ کا خدا آپ کا حلقہ انتخاب ہوتا ھے. اگر وہ ووٹ نہ دے تو آپ دوبارہ منتخب نہیں ہوسکتے لہٰذا اپنے خدا کو خوش رکھنے کے لیے ان کی ہر خواہش کی پیروی کی جاتی ھے لہٰذا سول سوسائٹی میں تمام تنظیمیں صرف اپنے طبقے کے مفادات کا تحفظ کرتی ھیں. یہ مریضانہ ذھنیت اخلاقیات کا خاتمہ کر دیتی ھے اس لیے وکیلوں کی حمایت تو ان کے دین و ایمان کا معاملہ ھے. وکیلوں کو ملک کا سب سے بڑا دانشور طبقہ سمجھا جاتا ھے جو کتابوں میں زندگی بسر کرتے ھیں. عدالتوں میں جب بھی منہ کھولتے ھیں تو کتابوں کا دفتر حوالے کے لیے ان کے ساتھ ہوتا ھے لیکن عدلیہ کے تازہ بحران کے دنوں میں دنیا نے ان وکیلوں کا ایک نیا رخ بھی دیکھا جو حیران کن ان لوگوں کے لیے ھے جو سول سوسائٹی کی حقیقت اصلیت سے واقف نہیں. سب سے زیادہ مہذب پڑھے لکھے عدالت عظمیٰ کے وکلاء حکومت کے دفاع کے لیے آنے والے سرکاری وکیلوں خالد رانجھا و دیگر کو ننگی گالیاں دے رھے تھے سرکار کی حمایت میں مظاھرہ کرنے والے جعلی وکیلوں کو اصلی وکیلوں نے مار مار کر ننگا کر دیا. وسیم سجاد سندھ ھائی کورٹ بار روم میں چائے پینے آئے تو صلاح الدین گنڈاپور نے انھیں دھکے دے کر باھر نکال دیا. صحافی اورک زئی نے توھین عدالت کی درخواست عدالت عظمیٰ میں دائر کی تو ایک بڑے وکیل نے انھیں دھمکی دی جس کے بعد چیف جسٹس نے انھیں خاص حفاظتی دستہ مہیا کیا. سرکار کے حامی وکلاء کی رکنیت مختلف بار کونسلوں نے اظہار وجوہ کے بغیر انتقاماً منسوخ کر دی. پولیس سے مقابلہ ہوا تو ھمارے وکلاء پتھر ڈنڈے استعمال کر رھے تھے. ملک میں قانون کا حال یہ ھے کہ سرگودھا میں وکیلوں کی ھڑتال چل رھی تھی ایک خاتون جج نے مقدمے کی سماعت کے لیے وکیل کو طلب کیا. اس نے انکار کر دیا ھڑتال میں مقدمہ کی سماعت شروع ہوئی تو وکلاء عدالت پر حملہ آور ہوگئے. خاتون جج نے عقبی دراوزے سے پیدل بھاگتے ہوئے سیشن جج کی عدالت میں جا کر پناہ لی. یہ وکیلوں کا حال ھے اور یہ عدلیہ کے ججوں کا احوال ھے کوئی قانون کی حکمرانی کا قائل نہیں سب اپنے من کی حکمرانی چاھتے ھیں. یہ سول سوسائٹی ھے، وکلاء کے رویے کے خلاف احتجاجاً ججوں نے تین روزہ ھڑتال کا اعلان کر دیا. کیا کوئی سرکاری ملازم ھڑتال کرسکتا ھے؟ عدالتوں کے فیصلے موجود ھیں کہ نہیں پھر یہ کیا ہو رہا ھے؟ سول سوسائٹی ھمیشہ اسی طرح کی انارکی کو جنم دیتی ھے. یہ اس ملک کے اعلیٰ ترین دانشوروں کی علمی اخلاقی سطح ھے جب دانشور عوام کی سطح پر اتر آئیں تو رھنمائی کا منصب کس کے لیے رہ جائے گا. یہی حال حزب اختلاف اور ایم ایم اے کی قیادت کا تھا. ھاتھ لہرا لہرا کر نعرے لگانے، چیخنے چلانے کی مغربی ثقافت بتا رھی ھے کہ اوپر سے نیچے تک حزب اقتدار سے حزب اختلاف تک ہر طرف اندھیرا ھے صرف جذبات کی حکمرانی ھے. سرکاری شیخ الاسلام غامدی صاحب اس سلسلے میں پرویز مشرف صاحب کے حامی ھیں. مئی کے اشراق کے اداریے میں انہوں نے فوج کی حمایت کی ھے اور سیاست دانوں کی مذمت جدیدیت پسند مفکرین کا یہ خاص وطیرہ ھے. کیا علی احمد کرد کو یہ معلوم نہیں کہ ھائی کورٹ میں وکیل کا رجسٹریشن متعلقہ بار کونسل کرتی ھے کتنے وکیل ایسے ھیں جن کو درست انگریزی بھی نہیں آتی لیکن وہ رجسٹریشن لے کر وکالت کر رھے ھیں اور موکلوں کو لوٹ رھے ھیں. یہ وکیل آئینی قانونی نکات

سمجھنے کی اھلیت ھی نھیں رکھتے، اگر PLD کے فیصلوں کا مطالعه کیا جائے تو اکثر وکیل موکل کے مقدمات سروسز ٹریبونلز میں لے جانے کے بجائے ھائی کورٹ لے جاتے ھیں ان کو یه تک معلوم نھیں که مقدمه کھاں دائر ھوگا. ایسے وکیل بے نظیر دور میں عدالتوں کے جج بھی بنے اور ان ججوں کی عدالتوں میں وکلاء مقدمات کے فیصلے لکھواتے تھے که جج انگریزی نھیں بول سکتا ھر حکومت سیاسی بنیادوں پر ایڈووکیٹ جنرل، اٹارنی جنرل، پبلک پراسیکوٹر جیسے عھدوں پر ھزاروں تقرریاں کرتی ھے. یه وکیل ھر سیاسی جماعت سے سیاسی وفاداری کا صله حاصل کرتے ھیں. یھی وکیل عدالتوں میں سیاسی حکومتوں کے غیر آئینی اقدامات کی مکمل حمایت کرتے ھیں اور بنیادی حقوق کے مقدمات میں بنیادی حقوق روندے جانے کا دفاع کرتے ھیں اس کے صلے میں یه ترقی پا کر جج بھی بن جاتے ھیں. سپریم کورٹ بار ایسوسی ایشن نے کبھی وکیلوں کے ان رویوں پر تنقید نھیں کی. سول سوسائٹی مفاد پرستی پر مبنی سوسائٹی ھے. جھاں اخلاقیات صرف اور صرف مفادات کا نام ھے علی احمد کرد مفادات کی جنگ لڑ رھے ھیں، حکومت اپنے مفادات کی جنگ لڑ رھی ھے. ایم ایم اے اپنے مفادات کی جنگ میں مصروف ھے کسی کو ملک و ملت سے غرض نھیں ھے. سب لاشوں کی سیاست کر رھے ھیں. کوئی وکیل کسی مظلوم کا مقدمه مفت میں نھیں لڑتا یه عدل ھے سلطنت روما میں جھاں وکیل کا اداره موجود تھا، وکیل کے کالے کوٹ کی پشت پر گردن کے نیچے ایک جیب بنائی جاتی تھی جو آج بھی موجود ھے. موکل مقدمه دائر کرنے کے بعد اپنی مرضی سے اس جیب میں پیسے ڈالتا تھا اور وکیل مڑ کر اس رقم کو دیکھ بھی نھیں سکتا تھا. اب تو مقدمے سے پھلے پیسے طے ھوتے ھیں جس کے پاس زیاده پیسے ھیں وه بڑا وکیل کر کے بڑے سے بڑے جرم کی سزا سے بچ سکتا ھے اور اس سے زیاده افسوس یه ھے که ھماری اسلامی جماعتیں سرمایه دارانه نظام کے کل پرزے اس مغربی عدالتی نظام کی خدمت میں مصروف ھیں، انھیں معلوم ھی نھیں که ایک بے دم جرنیل کے جانے اور ایک تازه دم جج کے آنے سے کوئی بنیادی تغیر برپا نه ھوگا دونوں سرمایه دارانه نظام کے کل پرزے ھیں. موجوده عدالتی سرمایه دارانه نظام سے انصاف کا ملنا ممکن ھی نھیں ھے. انصاف اس کو مل سکتا ھے جو دو تین لاکھ روپے جیب میں رکھتا ھو. ایم ایم اے کو یاد نھیں رھا که معطل چیف جسٹس نے حسبه بل پر مقدمه کی سماعت ایک دن میں مکمل کر دی تھی سرمایه دارانه نظام کا ظالم اور مظلوم دونوں نظام سرمایه داری کے بندے ھیں ان سے خیر کی تمنا رکھنا اور سرمایه دارانه نظام سے اسلام کے تحفظ کی امید رکھنا اور مستقل طور پر رکھنا ھماری مذھبی جماعتوں کی نادانی ھے. کیونکه مذھبی جماعتوں کے قائدین مغربی فکر و فلسفے اس کی مابعد الطبیعیات اور سرمایه داری کی مابعد الطبیعیات سے ناواقف ھیں. لھٰذا بے چارے پچاس سال سے مغربی جمھوریت اور سرمایه دارانه نظام کو مضبوط کرنے کا فریضه انتھائی اخلاص اور دیانت داری سے ادا کر رھے ھیں. لیکن انھیں کبھی یه توفیق نه ھوئی که پیچھے مڑ کر دیکھ سکیں که اس سیاست نے ان مذھبی جماعتوں کی اخلاقیات اور روحانیت کا مکمل خاتمه کر دیا ھے. افسوس ھے که ایم ایم اے کی سیاست بھی کسی خون آلود لاش سے چلتی ھے اسی پر ختم ھوتی ھے یه قوم کو حدود آرڈننس الله اور رسول کے نام پر متحرک نه کرسکے مگر اب چیف جسٹس کی لاش پر سیاست چمکارھے ھیں.قوم غیرت اسلامی سے حدود آرڈننس پر اس لئے متحرک نه ھوسکی که ان اسلامی جماعتوں نے لوگوں کو Right base politics حقوق کی سیاست کے ذریعے مفاد پرست، لالچی، حریص اور بے غیرت بنادیا ھے لھذا اب عوام قیامت تک کسی نظریاتی اسلامی مقصد کے لئے تحریک نھیں چلائیں گے جھاں فائده ھوگا وھاں وه سڑکوں پر ھوں گے جیسے بجلی اور پانی کے لئے خود بخود سڑکوں پر نکل آتے ھیں اسلامی جماعتوں نے حقوق کی سیاست کے ذریعے ھر فرد کو حریص لالچی حاسد اور مفاد پرست بنادیا ھے یورپ کی تاریخ دیکھیے تو تمام سوشلسٹ جماعتیں ختم ھوگئیں ان کی نظریاتی اساس ختم ھوگئی ٹریڈ یونین تحریک نے دم توڑ دیا کیونکه سوشل ویلفیئر، حقوق کے مطالبات کی سیاست کے نتیجے میں سوشلسٹ جماعتوں اور ٹریڈ یونین کا نظریاتی تشخص باقی نه رھا سب کے سب سرمایه دار اور مراعات کے طالب ھوگئے اور ختم ھوئے. یورپ میں سوشلسٹ جماعتوں کی تدفین سے ایم ایم اے نے اگر سبق نھیں سیکھا تو اس کا انجام ان جماعتوں سے بھی برا ھوگا. مذھبی جماعتوں کی لادینی سیاست کے باعث عوام کی روحانیت ختم ھوگئی

ھے وہ حاسد حریص و مفاد پرست ھوگئے ھیں. عوام کا یہ حال ھے کہ کسی پیر فقیر، صوفی اھل اللہ درویش کے پاس جاتے ھیں تو اپنی اصلاح، باطن کی اصلاح، آخرت کی درستگی، دین کی درستگی کے بجائے اس سے مادی فائدوں و دنیاوی منفعتوں کے طالب ھوتے ھیں. تصوف کی تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو اھل تصوف اھل اللہ، صوفیاء، درویش، علماء لوگوں کو بتاتے تھے کہ آخرت کو دنیا پر ترجیح دو، وہ دنیا طلبی کی خواھش لوگوں کے دلوں سے نکال دیتے تھے. انھیں طالب آخرت، طالب تقویٰ، طالب محبت بناتے تھے. اھل دنیا ان سے اپنے باطن کی اصلاح کے لیے رجوع کرتے اپنی آخرت کی تیاری کے لیے رھنمائی طلب کرتے تھے لیکن آج کل صوفیاء اور درویشوں سے رجوع کرنے والوں میں کوئی ایسا نھیں جو اپنی آخرت ٹھیک کرنا چاھتا ھو اور باطن کی درستگی کا طالب ھو. عوام اور خواص کا رجوع اپنی دنیا درست کرنے کے لیے ھے کہ لڑکا پیدا ھوجائے، نوکری مل جائے، ترقی ھوجائے، تبادلہ ھوجائے، بچے کا داخلہ ھوجائے، لڑکی کی شادی ھوجائے اور جب درویش کی ایک دعا سے شادی ھوجائے تو پھر دوسری یہ دعا کہ اس شادی کے لیے جو لاکھوں کا قرض لیا گیا تھا وہ ادا ھوجائے. اسلامی تاریخ میں صوفیاء اور درویشوں سے عوام کا رجوع کبھی دنیا طلبی کے لیے نھیں ھوا. یہ بھت بڑی تبدیلی ھے. یہ روحانی بحران ھے اور ایم ایم اے کو اس کا احساس ھی نھیں ھے. عوام کی روحانی پیاس ختم ھوجائے تو مذھب بھی ختم ھوجاتا ھے جس طرح یورپ میں ھوا، وھاں مذھب کے خاتمے کی وجہ اھل کلیساء کی دنیا طلبی، عیش پرستی اور گناھگار زندگی تھی وہ عوام کے لیے روحانیت کا دریا نھیں بن سکے. وہ دین کی آخرت کی بات کرتے تھے لیکن ان کے دل، ھاتھ اور دماغ دنیا کی غلاظت میں لتھڑے ھوئے تھے، ھمارے یھاں بھی یھی حال ھے ایم ایم اے کی مرکزی قیادت میں کوئی روحانی شخصیت نظر نھیں آتی جس کی نظر بڑے بڑے فساق و فجار کی زندگی بدل دے سب کے سب حریص دنیا حریص اقتدار نظر آتے ھیں جن کی گفتگو میں صرف مطالبات، خواھشات اور احتجاج کے سوا کچھ نھیں ملتا. ان کی صحبت سے ان کی اپنی زندگی تبدیل نھیں ھوئی تو دوسرے کی زندگی کیا بدلے گی. یھی وجہ ھے کہ جاوید غامدی صاحب کی خرافات عوام نھایت اطمینان سے سن رھے ھیں اور قبول کر رھے ھیں جب کہ تاریخی طور پر ھر دور میں حکمرانوں کے حامی علماء کو عوام مسترد کر دیتے تھے. تاریخ میں پھلی مرتبہ حکمرانوں کے پروردہ عالم کی جھالت عوام میں قابل قبول ھوگئی ھے. اس کی وجہ یہ ھے کہ ایم ایم اے اور اس کی جماعتوں نے حقوق کی سیاست کے ذریعے عوام کو حاسد و حریص بنا کر ان کی روحانیت ختم کر دی لھٰذا غامدی کا اسلام اب عوام کی خواھشات و تمناؤں کا اسلامی لبادہ بن گیا ھے. غامدی اسلام حاسد حریص، لالچی، گناھگار، قلب و ذھن رکھنے والوں کی امید کا مرکز اور جائے پناہ قرار پایا ھے لیکن یہ موقع ھماری مذھبی جماعتوں نے اپنی سیکولر حقوق کی سیاست سے مھیا کیا ھے. افسوس کہ علماء، ایم ایم اے، اس صورت حال کو سنجیدگی سے نھیں لے رھے .یہ صورت حال جاری رھی تو پاکستان میں مساجد، مدارس خانقاھوں کا وھی حال ھوگا جو یورپ میں ھوا تھا، اخلاقی طور پر تباہ شدہ عوام علماء کو مسترد کردیں گے. جاوید غامدی ٹی وی پر جس دھڑلے سے اسلام کی تصویر مسخ کر رھے ھیں، اس پر علماء چپ ھیں یہ خاموشی مجرمانہ غفلت اور ناقابل معانی ھے اس شخص کو یہ جرأت ھے کہ ٹی وی پر اکابر صحابہ کی توھین کر رھا ھے. اسلامی تاریخ اور شخصیات کو مسترد کر رھا ھے لیکن اس کے خلاف نہ کوئی فتویٰ آیا نہ احتجاج ھوا غامدی کے شاگرد رشید خالد ظھیر نے جیو کے نادیہ خان شو میں ۱۵/ جون کو کھا کہ اسلام میں موسیقی رقص ھمیشہ حلال رھی ھے. یہ فطرت ھے قلب کی پکار ھے. اس شو کے اختتام پر جاوید غامدی کی روح اور قلب کی پکار کے جواب میں ایک ھیجڑے اور ٹیناثانی نے مل جل کر رقص اور دھمال کیا. لیکن ھماری مذھبی اشراقیہ خاموش رھی.] . **Tow-time [To]**: [بےوفائی کرنا، دغا دینا] خاص طور سے بیوی یا شوہر کی موجودگی میں کسی اور سے تعلق پیدا کرلینا۔ [کیا عمدہ مغربی تہذیب ہے جس کے منادغامدی صاحب ہیں]۔ **Ugly American**: [بےہودہ یا گھناؤنا امریکی] ایسا کوئی امریکی باشندہ جو باہر کے ملکوں میں جا کر بدتمیزیاں اور بیہودگیاں کرتا ہو۔ یہ اصطلاح ایک ناول "The Ugly American" سے اخذ کی گئی ہے جس میں ناول نگاروں William J Lederer اور Eugene Burdick نے سرد جنگ کے زمانے میں امریکیوں کے قابل نفرت حرکتوں کا تذکرہ کیا ہے۔ [ظاہر یہ کیا گیا ہے کہ امریکی کم ازکم اپنے ملک میں تو بہت مہذب ہوتے ہیں یہ کتنے مہذب ہیں اس کی تصویر گلین ڈی پیج کی کتاب Politics of non Kiling

میں ملاحظہ کیجیے جہاں اس مجرم ملک کے اعداد و شمار و جرائم جمع کردئے گئے ہیں اس ملک کی عورتیں، مرد، بچے، شوہر، بیویاں ، فوجی، طالب علم ایسے گندے غلیظ اور مکروہ جرائم کرتے ہیں جو انسانی تاریخ میں کسی نے نہیں کئے مثلاً امریکی عورتیں بچوں کو فرائی پین میں تل دیتی ہیں کھولتا ہوا پتیلا شوہر کے منہ پر دے مارتی ہیں شیر خوار بچوں کو فریزر میں فریز کردیتی ہیں دنیا کی کسی تہذیب کی عورت اتنی وحشی نہیں رہی ٹی وی پر ریسلنگ کے خون ریز اور وحشیانہ مقابلوں میں امریکی عورتوں کی داد کا والہانہ پن دیکھنے کی چیز ہے مغرب میں ماں کی محبت سے محروم اولاد وحشی بن جاتی ہے اور وحشی پن کو پسند کرتی ہے پہلوانوں کے جسم سے خون نکلتا دیکھ کر ان کو زخمی لہولہان چور چور، پٹتا ہوا، گھسٹتا ہوا، گرتا ہوا ،مرتا ہوا دیکھ کر امریکی عورتوں کی تالیاں سیٹیاں خوشیاں بتاتی ہیں کہ یہ کتنی مہذب متمدن اور انسانیت نواز قوم ہے جب عورتوں کی درندگی وحشت کی یہ حالت ہو تو مردوں کی درندگی کس درجہ کی ہوگی اس کے برعکس پاکستان میں عورتیں اگر ایسے مناظر دیکھیں تو رونے چیخنے چلانے لگیں کیونکہ ماڈرن پاکستانی عورتیں ابھی وحشت کے اس درجے تک نہیں پہنچی ہمیں یاد ہے کہ ۱۹۸۸ء میں وزیر اعلیٰ سندھ کے مشیر اقبال یوسف نے ہفتہ روزہ اخلاقی جنگ کا پہلا شمارہ شائع کیا تو اس کے پشت کے سرورق پر پیپلز پارٹی کے کارکنوں کی جلی ہوئی مسخ شدہ برہنہ لاشوں کی خونی تصویریں شائع کیں یہ رسالہ اے پی این ایس کی سالانہ تقریب میں تقسیم کیا گیا جس کی صدارت وزیر دفاع آفتاب شعبانی کررہے تھے ان خونی عریاں تصاویر کو دیکھ کر عورتوں نے الٹی کردی رونے لگیں اور انہیں متلی ہونے لگی یہ فرق ہے مغرب و اسلام میں. اگر جاوید غامدی کو جاہل مطلق نہ کہا جائے تو کیا کہا جائے جنھیں مغربی ٹی وی کی ریسلنگ کے بارے میں بھی کچھ نہیں پتہ]۔

Ulster Defence Regiment [UDR]:[شمالی آئرلینڈ کی ریزروفوج] ۱۹۷۰ء کے زمانے میں شمالی آئرلینڈ میں [جسے السٹر بھی کہا جاتا ہے] دہشت گردی سے نمٹنے کے لیے یہ فوج ترتیب دی گئی تھی جس میں اکثر فوجی جز وقتی تھے۔ چونکہ اس میں زیادہ تر فوجی پروٹسٹنٹ عقیدے کے تھے اس لیے شدید فرقہ وارانہ کشیدگی کے ماحول میں ہر بحران کے وقت اس پر سخت اعتراض کیے گئے۔۱۹۹۲ء میں اسے رائل آئرش رجمنٹ میں ضم کرکے باضابطہ برطانوی فوج کی شکل دے دی گئی۔[۱۹۷۰ء میں دہشت گردی شمالی آئرلینڈ میں ہورہی تھی لیکن دہشت گردی کی اصطلاح ۲۰۰۲ء میں ورلڈ ٹریڈ سینٹر پر حملے کے بعد عام کی گئی اس تاخیر کی وجہ صرف مسلم دشمنی ہے اور کچھ نہیں]۔**Ulster Volunteer Force [UVF]**:[شمالی آئرلینڈ کی رضا کار فوج] یہ فوج ۱۹۱۳ء میں ڈبلن کے ایک سخت یونینسٹ بیرسٹر Sir Edward Carson نے برطانوی فوج کے کچھ سینئر افسروں کی مدد سے 'ہوم رول بل' کی مخالفت میں بنائی تھی۔ پہلی جنگ عظیم میں اس فوج نے محاذ پر ایسی خدمات انجام دیں کہ آج بھی شمالی آئرلینڈ کے پروٹسٹنٹ فخر سے ان کا ذکر کرتے ہیں۔۱۹۲۰ء کے زمانے میں بیلفاسٹ میں فرقہ وارانہ فساد پھوٹ پڑتے تھے جن میں اس رضا کار فوج کا بہت ہاتھ تھا لیکن دوسری جنگ عظیم تک یہ فوج ختم ہوچکی تھی۔ البتہ اس کے بچے کھچے سپاہیوں نے بدنام زمانہ B Specials بنالی۔ اور یہی مسلح لوگ تھے جنھوں نے ۱۹۶۰ء کے عشرے میں کیتھولک باشندوں کے قتل کا سلسلہ شروع کیا تھا۔ اس طرح UVF کی یاد پھر تازہ ہوئی تھی۔ ۱۹۷۰ء کی دہائی میں UVF کو غیر قانونی قرار دے دیا گیا جس کے بعد یہ بے عمل ہوکر رہ گئی۔ لیکن ایک اور تنظیم Ulster Defence Association سے اس کی جھڑپیں جاری رہیں۔[غنڈہ گردی ، مذہبی دہشت گردی، بد معاشی ۲۵ سال سے یورپ کے آئر لینڈ میں جاری ہے لیکن کبھی اس کا چرچا، غوغا، ٹی وی ، ریڈیو پر نہیں ہوتا کیونکہ یہ مسلمان نہیں‌ہیں۔]۔**Unabomber**:[یونا بمبار] امریکی یونیورسٹی آف کیلی فورنیا کے پروفیسر Theodore Kaczynski کی عرفیت جن کو ۱۹۹۸ء میں اس جرم میں تین عمر قید کی سزائیں سنائی گئیں کہ وہ سترہ سال تک امریکہ میں دہشت پھیلاتے رہے تھے۔ اس دوران میں ان کی بمباری کی وارداتوں میں تین افراد ہلاک ہوئے اور ۲۸ زخمی۔ آخر وقت تک یہ معلوم نہیں ہوا کہ وہ حاصل کیا کرنا چاہتے تھے۔ صرف یہ خیال ہے کہ شاید ماحول کے تحفظ کا کوئی معاملہ تھا جس کی وجہ سے انھوں نے یہ غیر انسانی طریقہ اختیار کیا تھا۔ ان کو Unabomber کا جو لقب دیا گیا اس میں یونیورسٹی کا Un اور ایئر لائنز کا A لیا گیا ہے جہاں ان کے بموں کے دھماکے ہوئے تھے۔[اس بد معاش دہشت گرد پروفیسر کا نام تک جاوید غامدی نے کبھی نہیں سنا ہو اور فرمارہے ہیں کہ ہم مغرب سے مل کر مسلم دہشت گردی ختم کریں گے پہلے مغرب اپنے یہاں دہشت گردی ختم کرے. اسلامی تاریخ، مدارس کی تاریخ اور عالم اسلام کی کسی یونیورسٹی سے آج تک ایسا دہشت گردعالم یا پروفیسر پیدا نہیں ہوا یہ خاص مغرب کا تحفہ ہے اور کمال ہے لیکن دہشت گرد امریکہ اور غامدی کے خیال میں صرف مسلم ہیں].

Vamp:[vampire ویمپ] ایسی عورت جو جنسی ترغیب کے ذریعہ مردوں کو رجھانے کی کوشش کرے۔ یہ اصطلاح بیسویں صدی کے شروع میں بنی تھی اور خاص طور سے امریکی فلم ایکٹریس Theda Bara کے لیے استعمال کی جاتی تھی جنھوں نے خاموش فلم A Fool There Was [1915] میں شہوانی کشش کا مظاہرہ کیا تھا۔[کیا عظیم الشان تہذیب ہے جو غامدی صاحب کی جاہلیت کے مطابق اسلام کے قریب آرہی ہے اور جدیدیت پسند مسلم مفکرین وحید الدین خان ڈاکٹر منظور احمد، پرویز کے مطابق اسلام کی توسیع شدہ شکل ہے اس سے آپ کو اندازہ ہوگا کہ جدیدیت پسند مسلم مفکرین کے یہاں اسلام کی وسعت اور مغرب سے قربت کے پس پشت مقاصد کیا ہیں] ۔**Verbal diarrhoea**:[زبان قینچی کی طرح چلنا، زبان کے آگے خندق] اپنے آگے کسی کو بولنے نہ دینا، بے معنی گفتگو کرتے رہنا۔[ٹی وی چینلوں پر چرب زبان، لفاظ، بازی گر، شعبدہ باز مذہبی عالم کا روپ دھار کر لچھے دار گفتگو کرکے جہالت عام کررہے ہیں ان چرکٹوں کا ایک ہی وصف ہے کہ زبان چلائے جانا علم، فلسفے، ادب دین کی ابجد سے ناواقف یہ جہلا ہر موضوع پر بولنے اور فتویٰ دینے کے لئے تیار رہتے ہیں دنیا کی اکیس تہذیبو ںمیں کبھی عالم کو جاہل نہیں سمجھا گیا اور جاہل کو کبھی عالم کا درجہ نہیں ملا مگر مغربی تہذیب دنیا کی پہلی تہذیب ہے جس نے جہلاء کو علماء فضلاء کے طور پر میڈیا کے ذریعے مسلط کیا ہے جاوید غامدی اس کی واضح مثال ہیں سرقے پر مبنی افکار کے مالک، عربی کی ابجد سے نابلد، انگریزی سے برائے نام واقف اور مغربی فلسفے سے قطعاً ناواقف غامدی صاحب صرف زبان کے کنکوے اڑارہے ہیں۔] ۔**Verdun**:[فرانسیسی شہر: ویغدوں] پیرس سے کوئی ۲۰۰ ک م [۱۲۰ م] Verdun دور ایک چھاؤنی۔ پہلی جنگ عظیم کے دوران میں اس شہر پر قبضے کے لیے انتہائی خونریز اور بہت طویل جنگ ہوئی۔ جرمنی کو اندازہ تھا کہ فرانس اس شہر کی حفاظت میں جان کی بازی لگا دے گا اور اس ارادے کے ساتھ اس پر حملہ کیا تھا کہ ساری فرانسیسی فوج یہیں ختم ہو جائے تاکہ باقی ملک کی حفاظت کے لیے اس کے پاس طاقت نہ رہے۔ فرانس نے واقعی اس چھاؤنی کی حفاظت میں ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا۔ ہر ہفتے نوے ہزار فوجی اس شہر میں بھیجے جاتے رہے لیکن جرمن منصوبہ کامیاب نہ ہوسکا سوائے اس کے کہ دونوں طرف کا شدید جانی نقصان ہوا۔ دو لاکھ پچاس ہزار فرانسیسی فوجی ہلاک ہوئے اور اتنے ہی زخمی۔ جرمن فوج کے سوا دو لاکھ ہلاک اور اتنے ہی زخمی تھے۔ ۲۱ر فروری ۱۹۱۶ء کو یہ جنگ شروع ہوئی تھی اور ۱۸ر دسمبر کو ختم ہوئی۔[دونوں مہذب جدیدیت پسند گوری چمڑے والے ایک دوسرے کو تباہ کررہے تھے جب یہ کام نہ کرسکے تو سلامتی کونسل میں بیٹھ کر اب دوسری گوری و زرد نسلوں سے مل کر دنیا کو تباہ کرنے کی کوشش کررہے ہیں] ۔**Verlan**:[الٹی بولی] بیسویں صدی کے اواخر میں فرانس کے نوجوانوں نے الفاظ میں الٹ پھیر کرکے اپنی بولی ایجاد کرلی تھی، مثلاً pourri [سڑا ہوا، گندہ] ripou ہوگیا، femme [عورت] کو meuf کردیا گیا اور chaud [گرم] کو auch بنادیا گیا۔ خود یہ لفظ verian بھی l'envers [الٹی جانب] کے الٹ پھیر سے بنایا گیا ہے۔[جدیدیت نے نوجوانوں کے لئے سائنس و ٹیکنالوجی کے ذریعے بہت ساوقت بچادیا ہے لھذا اب نوجوان اسی قسم کی لغویات میں زندگی بسر کرتے ہیں] ۔**Voyeurvision**:[جنس زدہ ٹیلی وژن پروگرام] ایسے پروگرام جن میں لڑکیوں کی روز کی بالکل نجی زندگی کے مناظر پیش کیے جاتے ہیں۔ امریکہ میں ۱۹۹۰ء کے زمانے میں پروگراموں کی یہ صنف ایجاد ہوئی تھی اور پہلے تو صرف ایک ایکٹریس Sharon Stone کی دن رات کی ہر طرح کی بات کو Sliver نام کے پروگرام میں پیش کیا گیا اس کے بعد سلسلہ چل نکلا اور ۱۹۹۷ء میں سات لڑکیوں کی دن اور رات کی ہر بات کو ۸۴ کیمروں سے ریکارڈ کرکے انھیں کہیں سے کاٹے بغیر بہت کھول کر دکھایا گیا۔ پروگرام تھا Voyeur-Dorm[جاوید غامدی صاحب آج کل ملک میں یہی ہورہاہے اور شاید اسی لئے مغرب اسلام کے قریب آرہا ہے افسوس ہے کہ غامدی، پرویز ، وحید الدین خان، ڈاکٹر منظور احمد، ڈاکٹر رشید جالندھری، ڈاکٹر غازی، ڈاکٹر خالد مسعود، امریکی تاریخ اور مغربیت و جدیدیت کے فلسفہ و معاشرے سے بالکل کورے ہیں ورنہ ان کی اندھادھند حمایت نہ کرتے] ۔**Warsaw risings**:[وارسا کی بغاوتیں] جرمنی میں ہٹلر کے دور میں دو بار پولینڈ کے دارالحکومت میں بغاوتیں اٹھی تھیں۔ پہلی بغاوت اپریل رمئی ۱۹۴۳ء میں ان یہودیوں کی تھی جن کو ۱۹۴۰ء میں یہودی باڑے [ghetto] میں بند کرکے اس کے چاروں طرف سخت پہرہ لگا دیا گیا تھا۔ اس آبادی کے ایک لاکھ نفوس میں سے بہت سے بھوک اور بیماریوں میں ہلاک ہوگئے تھے اور ہزاروں کو ہلاکت کیمپوں میں بھیج دیا گیا تھا۔ ۱۹ر اپریل ۱۹۴۳ کو نازیوں کی ایک بڑی فوج اس مقصد سے آئی کہ اس آبادی کو چوبیس گھنٹے کے اندر بالکل صاف کردیا جائے کیونکہ اگلے دن ہٹلر کی سالگرہ منائی جانے والی تھی اور شہر کو یہودیوں سے پاک کرنا تھا۔ لیکن اس فوج کو غیر متوقع طور پر مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا۔ یہودیوں کی دو زیرزمین فوجی تنظیموں Farband [یہودی فوجی یونین] ZOB [یہودی عسکری تنظیم] نے یہودی باڑے میں نازی فوج کا مقابلہ شروع کردیا۔ پہلے دن کی لڑائی کے بعد نازیوں کو پسپائی اختیار کرنی پڑی لیکن اگلے بیس دن کے دوران میں یہ بتدریج باڑے کے اندر داخل ہوگئے اور آخر میں چھ ہزار کی آبادی میں صرف ۱۰۰ یہودی زندہ بچے تھے۔

وارسا کی دوسری بغاوت بھی نازیوں کے خلاف ہوئی۔اس مرتبہ پولینڈ کے مزاحمتی گروپ نے Operation Burza کے نام سے یکم اگست ۱۹۴۴ء کو اس وقت کا روائی شروع کی جب سوویت فوجیں نازیوں سے لڑتی ہوئی دریائے Vistula کے دوسرے کنارے تک پہنچ گئی تھیں اور مزاحمتی گروپ کو یقین تھا کہ نازیوں کو بے دخل کرنے کے لیے روسی شہر کے اندر داخل ہو کر اس کی مدد کریں گے۔لیکن سٹالن نے کچھ دنوں کے بعد اپنی فوج کو واپس جانے کا حکم دے دیا اور نازیوں کو موقع مل گیا کہ بغاوت کو کچل ڈالیں۔دو مہینے کی خونریز جنگ میں ڈیڑھ لاکھ پولش باشندے ہلاک ہوئے اور ۵/ اکتوبر کو مزاحمتی فوج نے ہتھیار ڈال دیے۔کہتے ہیں کہ سٹالن کا یہ اقدام دانستہ تھا اور وہ چاہتے تھے کہ جو سوویت فوجیں وارسا میں داخل ہوں تو مزاحمتی فوج باقی نہ رہی ہو جو پولینڈ پر قبضے میں مشکلات کا موجب ہوتی۔[گوری چمڑی والی مہذب ڈاکو دہشت گردقوموں کے یہ قبیح، غلیظ، دہشت گرد تاریخ پڑھے بغیر غامدی صاحب عالم اسلام کو دہشت گرد قرار دے رہے ہیں ایسے جھلا آج کل ٹی وی پر عام ہیں جو بات بے بات کہتے ہیں کہ اسلام دہشت گرد نہیں ہے ان میں ہمت ہی نہیں کہ مغرب کے دہشت گردوں کو دہشت گرد کہہ سکیں وحید الدین خان، غامدی، اور ڈاکٹر منظور احمد جیسے جاہلوں نے مغرب کی سفاکی بھیمیت دہشت گردی کی تاریخ سرے سے نہیں پڑھی ورنہ یہ کبھی عالم اسلام کو دہشت گرد نہ قرار دیتے اور مغرب کی حمایت نہ کرتے انہیں چاہیے کہ ساحل کے شمارے جون ،جولائی ، اگست ۲۰۰۵ء کا مطالعہ کریں جس میں اس تاریخ کا بیان ہے .]۔**[The] Waste Land**:انگریزی ادب میں جدیدیت [Modernism] کی شاہکار نظم۔TS Elliot [1888-1965] نے یہ نظم ۱۹۲۲ء میں کہی تھی جب پہلی جنگ عظیم کی تباہ کاریوں کے بعد فاتح اور مفتوح دونوں فریقوں پر مایوسی کے بادل چھائے ہوئے تھے اور یہ سوال ذہنوں پر طاری تھا کہ اتنی جانوں کے زیاں سے آخر حاصل کیا ہوا۔نظم اس قدر مقبول ہوئی کہ یونیورسٹیوں کے طالب علموں نے زبانی یاد کر لی تھی اور دانشوارانہ بغاوت کے اظہار کے طور پر بلند آواز میں نظم پڑھا کرتے۔اس کے کئی مصرعے محاورے کے طور پر استعمال ہوتے ہیں۔مثلاً April is the cruellest month۔[اسے کہتے ہیں کہ چت بھی اپنی پٹ بھی اپنی. یہ ہے مغرب کی تاریخ دہشت گردی ان دہشت گرد مہذب قوموں نے پہلی جنگ عظیم کے بعد دوسری جنگ عظیم بھی لڑی لڑنے مرنے والے گورے، مہذب ، اور صنعتی ترقی یافتہ انسان تھے اور یہ سب آج سلامتی کونسل کے مستقل رکن بن کر دنیا کو امن کی تلقین کررہے ہیں اور جاوید غامدی جیسے احمق کہہ رہے ہیں کہ اب دنیا سے مذہبی جبر کا خاتمہ ہوگیا ہے اور یو این او کا ادارہ بن گیا ہے یہ ادارہ تو دہشت گردوں کا سب سے بڑا اڈہ ہے .اس نے مذہبی جبر ختم کرنے کے بجائے FR،HR کے نام پر کانٹ کے مذہب الوہیت انسانی کو دنیا پر طاقت کے زور سے مسلط کرنے کا فریضہ سنبھال لیا لھذا ھر ملک کو مذھب حقوق انسانی کے چارٹر پر دستخط کرنے ھیں جو ملک دستخط نہ کرے اس کے خلاف سخت ترین کارروائی کا اختیار UNO کو حاصل ہے جاھل مطلق غامدی صاحب کو حقوق انسانی کے مذھب سے برائے نام واقفیت نہیں وہ اسے عین اسلامی ثابت کررہے ہیں جبکہ حقوق انسانی کا منشور اسلام سے متصادم ، امریکی دستور اور فیڈرلسٹ پیپر [Feralist Paper] کا چربہ اور امریکی صدر روز ویلیٹ کی بیوی ایلینا روز ویلیٹ کا تحریر کردہ ہے . غامدی صاحب کو HR کی مابعد الطبیعیات کا علم نہیں کیونکہ فلسفہ سے ناواقف ہیں انھوں نے کانٹ کا مطالعہ نہیں کیا لھٰذا یہ الوہیت انسانی کا فلسفہ سمجھنے کی اہلیت ہی نہیں رکھتے.] **Waco**:[واکو، ٹیکساس کا ایک شہر]۱۹۹۳ء میں اس شہر میں ایک انتہا پسند مذہبی گروپ Branch Davidian کے زیر استعمال عمارتوں کا پولیس نے محاصرہ کیا جس کا انتہائی افسوسناک نتیجہ نکلا۔ مذہبی گروپ Branch Davidian کے پیشوا David Koresh تھے اور اس گروپ کے پاس تھوڑے سے اسلحہ بھی تھے۔پولیس نے ۱۸/ فروری کو محاصرہ شروع کیا ۱۹/ اپریل کو اس مذہبی گروپ کے سب ارکان نے جن کی تعداد ۸۰ تھی خود کشی کرلی جن میں ۱۷ بچے بھی تھے اور David Koresh بھی.[الحمدللہ عالم اسلام ایسی مذھبیت سے خالی ہے کیا فرماتے ہیں غامدی صاحب اور منظور صاحب!]

Wet behind the ears:[منہ سے دودھ کی بوآ رہی ہے، دودھ کے دانت نہیں ٹوٹے ہیں] ناتجربے کار، بھولا، اناڑی۔پیدائش کے بعد جانور کے بچے کا بدن خشک ہوتا ہے تو کانوں کے پیچھے کا حصہ آخر تک نم رہتا ہے۔[المورد، دانش سراء کے جعلی مفکرین، جاھل محققین، عربی سے لا علم مفتیوں اورمغرب کے فکر و فلسفے سے ناواقف علاماؤں کے لئے بھترین اصطلاح یہ منہ اور مسور کی دال]۔

When the fat lady sings:[انجام کو پہنچنا، ختم ہوجانا] یہ محاورہ اس طرح بنا ہے کہ opera کے آخر میں ہیروئن آ کر گاتی ہے اور عام طور سے مرجاتی ہے۔اس پر 'آپرا' ختم ہوتا ہے اور چونکہ 'آپرا' گانے والی خواتین نہ صرف توانا آواز کی مالک ہوتی ہیں بلکہ تن وتوش بھی رکھتی ہیں اس لیے محاورہ بنانے والوں نے ان کی جسامت کا لحاظ رکھا ہے۔[مغربیت اور جدیدیت کا سارا کام عورت کے اعضاء، تن و توش حرکات، سکنات، سے شروع ہو کر اسی پر ختم

ھو جاتا ھے]۔

Wheneye:[ڈینگیں مارنے والا] ایسا آدمی جسے بس اپنی ہی دھن سوار ہو اور اپنی کہانیاں سنا تا رہتا ہو۔[یہ فریضہ آج کل غامدی صاحب ٹی وی کے ھر چینل پر بخوبی انجام دے رھے ھیں] ۔**White man's burden**:[سفید فام کاندھوں کا بوجھ] سامراجیت کے دور میں مغرب کے لوگوں اور خاص طور سے انگریزوں میں یہ عقیدہ پایا جاتا تھا کہ ہمارا فرض ہے کہ پس ماندہ سیاہ فاموں اور ایشیائیوں کو تعلیم دے کر تہذیب کے دائرے میں داخل کریں اسی لیے ہم ان پر حکومت کرتے ہیں اور ہمیں بادل ناخواستہ اپنے کاندھوں پر یہ بوجھ اٹھانا پڑ رہا ہے۔ یہ اصطلاح شاعر اور ناول نگار Rudyard Kipling کی ایجاد کردہ ہے۔[یہ عقیدہ آج بھی موجود ھے جس میں تمام گوری چمڑی اور زرد رنگت والے مشترکہ طور پر شریک ھیں تکبر کا انجام بھت برا ھے]. **White settlers**:[سفید آبادکار] سامراجی دور میں خاص طور سے افریقہ کے ملکوں میں سفید آبادکار مقامی باشندوں کی پروا کیے بغیر زمینوں پر قابض ہو گئے تھے۔ وہیں سے یہ اصطلاح چل نکلی اور اب جہاں بھی باہر کے مالدار لوگ آکر مقامی مفادات سے بے پروا، زمین اور مکان خرید کر تجارت پر قابض ہو جاتے ہیں انھیں سفید آباد کا کہا جاتا ہے۔ اسی طرح سکاٹ لینڈ کے باشندے انگلستان کے ان لوگوں کو سفید آبادکار کہتے ہیں جنھوں نے سکاٹ لینڈ میں زمینیں خرید لی ہیں۔[اسلامی تاریخ و تھذیب میں مسلمانوں کے لئے کبھی اور کھیں ایسی اصطلاح استعمال نھیں کی گئی یہ غلیظ تاریخ اس مغرب کی ھے جس پر جاوید غامدی کو فخر ھے غامدی صاحب اگر اجازت دیں تو ساحل مغرب اور امریکہ کی تاریخ پڑھانے کے لئے اپنے خرچے پر ان کے لئے کل وقتی استاد کا بندوبست کرسکتا ھے یا کتابیں مھیا کرسکتا ھے بشرطیکہ وہ سھیل عمر کی نگرانی میں مطالعہ کریں جن کی انگریزی اور عربی غامدی سے ھزار گنا بھتر ھے.مسلمانوں نے پندرہ سو سالہ تاریخ میں کھیں نو آبادیاں colonies]قائم نھیں کیں کھیں زمینوں پر قبضے کے لئے جنگ نھیں کی جنگ کی تو اللہ کے نام کے لئے صلاح الدین ایوبی بیت المقدس کے مسلمانوں کو ظلم سے بچانے کے لیے لشکر لے کر آئے تو مسلمانوں کے خون میں اس کے گھوڑے کی ٹانگیں ڈوب گئیں وھاں اس کی بھن کو قتل کیا گیا تھا وہ عیسائیوں کی اینٹ سے اینٹ بجاسکتا تھا لیکن جب عیسائی فرماں روا نے وعدہ کیا کہ وہ خود ظالم عیسائیوں کو سزا دے گا تو وہ بیت المقدس کے باھر سے لوٹ گیا یہ ھے مسلم تاریخ جسے جاوید غامدی جیسے اجھل دھشت گرد ی کی تاریخ کھتے ھیں حضرت عثمان کو قتل کرنے کے لئے شر پسند جمع ھیں حضرت علی عمر و بن العاص و دیگر صحابہ کرام اجازت طلب کرتے ھیں کہ ان شر پسندوں کے ٹکڑے ٹکڑے کردئے جائیں وہ سپہ سالار جو روم و ایران فتح کرچکے تھے خلیفہ سے اجازت کے منتظر تھے اور خلیفہ یہ کھہ رھے تھے نھیں یہ مسلمان ھیں یہ مدینہ ھے یہ رسالت ماب کا شھر ھے اس شھر کی مٹی نے رسول اللہ کے قدموں ، پسینے اور لھو کی خوشبو سونگھی ھے میں اس شھر میں خون بھتا ھوا نھیں دیکھ سکتا صبر کرو دعا کرو میں مسلمانوں کے لئے تلوار اٹھانے کی اجازت نھیں دے سکتا یہ کفار نھیں ھیں دنیا کی تاریخ ایسی مثالیں پیش کرنے سے قاصر ھے حضرت معاویہؓ اور حضرت علیؓ کے خلاف خوارج نے تلوار اٹھائی دونوں عظیم الشان جلیل القدر ھستیوں کو جن پر پوری امت متفق تھی خوارج نے انھیں کا فر اور واجب القتل قرار دیا لیکن دونوں عظیم صحابہ کرام نے خوارج کو کافر نھیں کھا نہ خوارج کے قتل عام کی اجازت دی نہ خوارج کو تھس نھس کرنے کا حکم دیا حضرت علیؓ جوشیر خدا، فاتح خیبر اور شھر علم کا دروازہ تھے لیکن حلم کا یہ عالم تھا کہ خوارج نے جب ان کے قتل کا اعلان کیا اور صحابہ نے اجازت طلب کی کہ انھیں جواباً قتل کردیا جائے تو فرمایا کہ خوارج کے قتل کی اجازت نھیں دے سکتا کیونکہ انھوں نے ارادہ ظاھر کیا ھے عمل تو نھیں کیا مغرب کے دھشت گرد گوری چمڑے والے کھتے ھیں حملہ کے امکان سے پھلے حملہ کردو اسے Preempt strategy کھا جاتا ھے دوسری جانب اسلامی تاریخ کی یہ عظیم القدر ھستی حضرت علیؓ ھیں خود فرمارھے ھیں میرے قتل کاارادہ ظاھر کیا ھے عمل تو نھیں کیا جاوید غامدی سے کوئی پوچھے کہ تم مغرب کا موازنہ اسلام سے کررھے ھو شرم سے ڈوب مرو یہ وہ اسلام ھے جس کی تاریخ میں حضرت معاویہؓ جیسے خلیفہ کے دربارمیں ایک شخص آتا ھے اور کھتا ھے کہ میں تمھاری والدہ سے شادی کرنا چاھتا ھوں اسی سالہ بوڑھی والدہ سے شادی کی خواھش کا اظھار کسی کو مشتعل کرنے کے لئے کافی ھے وہ ھستی جس کا پرچم تین براعظموں پر لھرارھا ھے جس کی تلوار سے شرق و غرب خوف زدہ ھیں اس شر پسند گستاخ شخص کو تلوار کی نوک پر رکھنے کے بجائے حضرت معاویہؓ نے فرمایا کہ میں والدہ محترمہ سے اجازت لے کر آپ کو بتادوں گا تحمل کی تاریخ میں ایسا کوئی واقعہ نھیں ملتا یہ رویہ اسلام کی ما بعد الطبعیات کا لازمی نتیجہ ھے جھاں طاقت و قوت کا

استعمال صرف غلبہ حق اور غلبہ خیر کے لئے ہوتا ہے غلبۂ نفس کے لئے نہیں جب خلیفہ وقت روم و ایران سے مقابلہ کرتاہے تو اس کی تلوار ہمیشہ نیام سے باہر رہتی ہے لیکن جب خلیفہ وقت کا مقابلہ مسلمانوں کے باغی گروہوں اور بدتمیزی گستاخ مسلمانوں سے ہوتا ہے تو تلوار میان سے باہر ہی نہیں نکلتی صرف محبت کی تلوار چمکتی رہتی ہے کیونکہ باغی گروہ مسلمان ہے اور اس کا اختلاف قرآن و سنت کی توجیہہ پر ہے یہ اجتھادی اختلاف ہے لھذا باغی گروہ کے ساتھ وہ معاملہ نہیں ہوگا جو قیصر و کسریٰ کیساتھ کیا جاسکتاہے اسی لئے حضرت علیؓ، و معاویہؓ نے خوراج کو نہ کبھی کافر قرار دیا نہ ان کے خلاف جنگی اقدام کیا صرف دفاع کیا. کیوں کہ فاتحانہ جلال ایک الگ معاملہ ہے اور اپنے اھل ایمان بھائیوں اور انسانوں سے معاملات دوسری اقلیم سے تعلق رکھتے ہیں، دونوں کے احکامات مختلف ہیں یہ ہے ہماری سنہری تاریخ ہے جس پر غامدی صاحب کو شرمندگی ہے .ہماری تاریخ میں نور الدین زنگی بھی ہے جو کبھی پلنگ پر نہیں سویا جس نے خاک زمیں کو اپنا دائمی بچھونا بنالیا تھا ہماری تاریخ کے آخری دور میں اورنگ زیب عالمگیر بھی ہے اور التتمش بھی جو قرآن کی کتابت اور تنکوں سے ٹوپیاں بنا کر روز گار حاصل کرتے تھے یہ کام کرنے والے ان لوگوں میں شامل تھے جن کی زندگی میں کبھی کوئی نماز قضاء نہ ہوئی تھی. ٹوپی بنانے اور کتابت کرنے کو یہ حکمراں اپنے لئے شرف و اعزاز سمجھتے تھے اس تاریخ کا مغرب کی ذلیل تاریخ سے کیا موازنہ.] **Winter War**:[فن لینڈ اورسوویت یونین کی جنگ] نومبر۱۹۳۹ء سے مارچ ۱۹۴۰ء تک کی یہ جنگ قطب شمالی کی قیامت خیز سردیوں میں لڑی گئی۔ جنگ کا سبب فن لینڈ کے کچھ علاقوں پر حق ملکیت تھا۔سوویت یونین کا مطالبہ تھا کہ Karelia اور Hango کا بحری اڈہ اسے دے دیا جائے تو سوویت یونین اس کے بدلے میں ایک بڑا علاقہ فن لینڈ کے سپرد کردے گا۔سوویت یونین چاہتا تھا کہ اگر کبھی جرمنی نے اس پر حملہ کیا تو بحیرہ بالٹک کی طرف سے راستے کی حفاظت کی جاسکے اورلینن گراڈ کو بچایا جاسکے۔فن لینڈ سے مذاکرات کی ناکامی پر سوویت یونین نے اس پر حملہ کردیا۔فن لینڈ کی فوج جاڑوں کی سختیاں زیادہ اچھی طرح برداشت کرسکتی تھی۔اس نے سوویت فوجوں کا بہت جانی نقصان کیا اورلڑائی طول کھینچ گئی لیکن بالآخر ایک بڑی اور طاقتور فوج چھوٹی فوج پر غالب آ گئی۔فن لینڈ کو سمجھوتہ کرنا پڑا اور سوویت مطالبے پورے کرنے پڑے۔جنگ میں سوویت یونین کے دولاکھ فوجی ہلاک ہوئے،فن لینڈ کے پچیس ہزار۔[اپنے تحفظ کی خاطر دوسرے کو تباہ کردینا مغربی فلسفہ ہے طاقت علم ہے علم طاقت knowledge is power کے فلسفے کا انجام یہی ہے روس نے اس پر بھر پور طریقے سے عمل کیا آج کل یہی کام حریت جمہوریت اورآزادی کے نام پرامریکہ اور برطانیہ انجام دے رہے ہیں مزے کی بات ہے کہ یہ روسی دہشت گردآج کل سلامتی کونسل کا مستقل رکن ہیں اور دنیا میں امن قائم کرنے کے مدعی ہیں سلامتی کونسل کے تمام اراکین کی یہی تاریخ ہے. دنیا کو تاریخ کی بد ترین عالمی جنگوں میں مبتلا کر کے یہ دہشت گرداب سب سے بڑے امن کے علم بردار ہیں.]۔**Wog**:[wily oriental gentleman مکارمشرقی آدمی] سیاہ فاموں،عربوں،مصریوں اوردوسرے غیرسفید فام باشندوں کے لیےتوہین آمیزلفظ۔یہ گالی ملاحوں کی زبان کی ہےاوراسی سے دوسری جنگ عظیم کے بعد یہ کہاوت بھی شروع ہوئی:Wogs begin at Calais۔[اسلامی تاریخ دوسری قوموں تھذیبوں نسلوں اور باشندوں کے لئے اس قسم کے ذلیل الفاظ اصطلاحات اور محاورات سے خالی ہے یہ جدید مہذب دہشت گرد مغرب کی تاریخ ہے۔جواپنے سوا ہرایک کوحقیر کمتر ذلیل اور بےوقعت سمجھتا ہے اورانھیں زندہ رہنے کا حق بھی نہیں دیتا۔]۔**Wrong side of the tracks**:[گھٹیا سماجی طبقہ] اگر آپ لائن کے دوسری طرف رہتے ہیں تو آپ گھٹیا سماجی طبقے سے تعلق رکھتے ہیں۔یہ امریکی محاورہ ۱۹۳۰ء کے زمانے کا ہے جب غریبوں کی بستیاں عموماً ریلوے لائن کے اس طرف ہوتی تھیں جدھر ہوا کوئلے کے انجن کا دھواں اڑا کے لے جاتی تھی۔برطانیہ کے شہروں میں بھی غریبوں کے محلے مرکز سے مشرق کی جانب تھے کیونکہ یہاں بھی ہوامغرب سے مشرق کی طرف چلتی ہے۔لندن میں East End اس کی ایک مثال ہے۔[الحمدللہ اسلامی تاریخ ایسی غلیظ طبقاتی تقسیم سے خالی ہے پھر بھی گورے آدمی کو مہذب اور اعلیٰ ہونے کا دعوی ہے اور غامدی جیسے اجھل ان پڑھ شخص ان کی تاریخ کو ہم سے افضل قرار دے رہے ہیں مغرب کی یہ شریر بیمار اور غلیظ ذہنیت ۱۹۳۰ء کی ہے جب جدید انسان کی پیدائش کو دو صدیاں گزر چکی تھیں اکیس مذہبی تھذیبوں میں کبھی ایسی بستی ایسے لوگ ایسی اصطلاحات نہیں بنائی گئیں].

Xenophobia:[غیرملکیوں سےنفرت]۔X-rated کے اصطلاحی معنی ہوتے ہیں۔[یہ ذلیل اصطلاح بھی اسلامی تاریخ میں نہیں ملے گی کیونکہ اسلام اور مسلمانوں کی تاریخ محبت کی تاریخ ہے ایسی تاریخ کہ مسلمان کفار و مشرکین مکہ سے بھی محبت کرتے تھے اور پھر اللہ کو کھنا پڑا کہ تم ان سے محبت کرتے ہو لیکن وہ تم سے محبت نہیں رکھتے .تحبونھم ولا یحبو نکم ۳/۱۱۹ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو روک رہے

ھیں کہ ان سے محبت نہ کرو یہ محبت کی وہ انتہا ھے جس کی مثال پوری مغربی تاریخ میں نہیں مل سکتی مسلمان کا دل بغض کینہ حسد سے پاک ھوتا ھے اس کی محبت محض اس لئے ھوتی ھے کہ فریق مخالف کو آگ سے بچالیا جائے اور جنت میں داخل ھونے کے قابل بنالیا جائے کیونکہ اللہ کی جنّت زمین و آسمان سے بھی زیادہ وسیع و عریض ھے وھاں جگہ کا وسائل کا مسئلہ نہیں ھے لھٰذا مسلمان کا پھلا کام اور آخری کام یھی ھے کہ خلق سے ایسی محبت کرے کہ وہ اس کے قلب کو بدل ڈالے اور پوری دنیا جنت کی حقدار بن جائے. نہ سرسید اور عبدہٗ انگریزی جانتے تھے نہ مغربی فلسفہ نہ جاوید غامدی کو عربی آتی ھے نہ مغربی فلسفہ، منظور احمد جاوید اقبال نہ عربی جانتے ھیں نہ علوم اسلام سے واقف اس معاملے میں یہ نرے جاھل ھیں.]

Young gun:[توپ چیز، تیز طرار نوجوان] ایسا خود اعتماد نوجوان شخص جو اپنی سی کرتا ہو، ہر معاملے میں حکم چلانے کا قائل ہو اور یہ تاثر دیتا ہو گویا زندگی کے کارزار میں اپنا راستہ ادھر ادھر گولیاں چلا کر بنا رہا ہے۔[یہ مغرب کے جدید انسان کا خاص مزاج ھے اسلام اس سے خالی ھے.]

Yardie:[یارڈی یا وطنی] جمیکا یا ویسٹ انڈیز کے کسی ایسے جرائم پیشہ گروہ کا فرد جو دنیا بھر میں پھیلے ہوئے مجرمانہ جال کا حصہ ہو اور خاص طور سے نشہ آور دواؤں کا دھندا کر رہا ہو۔ یہ لفظ جمیکن زبان میں لفظ yard سے لیا گیا ہے جس کے معنی ہیں مکان یا گھر اور غیر ملکوں میں بسے ہوئے جمیکن باشندے اپنے وطن کو 'یارڈ' کہتے ہیں۔[جرائم پیشہ لوگوں کے عالمی گروہ اسلامی تاریخ میں کھیں نہیں ملتے مغرب یھاں بھی خود کفیل ھے.]

Young Guard:[نوجوان روسی گوریلا] دوسری جنگ عظیم کے دوران نازی جرمنی کے زیر قبضہ یوکرین میں جرمن فوج کے خلاف کارروائیاں کرنے والے نوجوانوں کے اس گروپ میں صرف ۹۱ فرد تھے جن میں فیکٹری مزدور، طالب علم اور سرکاری ملازم سبھی طرح کے لوگ تھے۔ ان کے پاس چار ریڈیو ریسور، کچھ ہتھیار اور دھماکے والا مادہ تھا۔ انھوں نے سیکڑوں کی تعداد میں نازی مخالف اشتہارات تقسیم کیے، سوویت یونین کی پچیسویں سالگرہ کے موقع پر قصبے میں سوویت پرچم لہرائے، جرمن فوجیوں کی گاڑی دھماکے سے اڑا دی، نازیوں کے اس دفتر میں آگ لگا دی جس میں یوکرین کے ان باشندوں کی فہرستیں تھیں جن کو نازی فوج بیگار کیمپوں میں بھیجنے والی تھی۔ نومبر ۱۹۴۲ء میں اس گروپ نے ۷۰ سوویت باشندوں کو جبری نظر بندی کیمپ [concentration camp] سے رہا کرایا اور ۲۰ کو ہسپتال سے نکال کے لے آئے۔ یہ لوگ ایک جرمن چھاؤنی کو تباہ کرنے کا منصوبہ بنا چکے تھے لیکن انھی میں سے ایک کی مخبری پر جرمنوں نے ان کو پکڑ لیا۔ ایذائیں دینے کے بعد ۷۱ کو ۵۳ میٹر [۱۷۴ فٹ] کی بلندی سے نیچے پھینک کر مار دیا، پانچ کو جنھیں سرغنہ بنایا گیا گولی ماردی۔ صرف گیارہ بچ نکلنے میں کامیاب ہو سکے۔ جنگ کے بعد ایک نیا شہر بسایا گیا جس کا نام اس گروپ کے نام پر Molodogvardeysk رکھا گیا ہے۔[جاوید غامدی صاحب اسلامی تاریخ سے ایسا کوئی واقعہ پیش فرمادیجیے صاف معلوم ھوتا ھے کہ آپ نے کبھی مغرب کی دھشت گردی کی تاریخ پڑھی ھی نھیں اس کے باوجود آپ کی ڈھٹائی اور جرات کا عالم یہ ھے کہ آپ مسلمانوں کی اجلی تاریخ کو مغرب سے بدتر تاریخ قرار دیتے ھیں یہ جھالت ھی نہیں جاھلیت خالصہ اور استعماری مغرب کی کاسہ لیسی اور حاشیہ برداری کے سوا کچھ نہیں ھے مغرب کی حاشیہ برداری بلکہ چمچہ گیری سے پھلے مغرب کی تاریخ اس کی وحشت بربریت بھمیت سفاکی کی تاریخ کا مطالعہ ضروری ھے سرسید سے لے کر جاوید غامدی تک مغرب کے خوشامد پرستوں کا ایک ھی موقف ھے کہ مغرب حق پر ھے وہ مھذب ھے انسان دوست ھے شریف ھے اصل مجرم اور ظالم تو مسلمان ھیں ملت اسلامیہ ھے]۔

Yuppie flu:[یپی فلو] شدید تھکن کا مرض [chronic fatigue syndrome]۔ عام لوگ اسے 'یپی فلو' اس لیے کہنے لگے ہیں کہ عموماً یہ مرض ان نوجوانوں میں پایا گیا ہے جو کمپنیوں اور مالیاتی اداروں میں شدید محنت کر کے جلد از جلد ترقی کے زینے طے کرنا چاہتے ہیں۔ یہ بیماری 'وائرس' کی وجہ سے ہوتی ہے۔ بخار رہنے لگتا ہے، بدن دکھتا ہے، تھکن رہتی ہے اور مزاج میں پستی [depression] کی کیفیت نمودار ہوتی ہے۔ اس مرض کا طبی نام [ME] myalgic encephalomyelities ہے۔ ۱۹۸۰ء کے اواخر میں خبری ذرائع میں اس کا بہت چرچا رہا تھا۔ ماہرین میں یہ بات طے نہیں ہے کہ مرض کے اسباب کیا ہیں۔ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ بیماری صرف ہسٹریا ہے۔[جدید صنعتی زندگی سائنس و ٹیکنالوجی کی ترقی نے یہ مزاج اور یہ بیماریاں پیدا کی ھیں گزشتہ تین سو برس میں جدید ذلیل زندگی کے باعث مغرب میں تین ھزار سے زیادہ نئی بیماریاں پیدا ھوئیں جن کی پوری تاریخ انسانی میں کوئی مثال نھیں ملتی دنیا کی اکیس تھذیبوں نے مل کر اپنے مشترکہ گناھوں کے نتیجے میں اتنی بیماریاں پیدا نہیں کیں جتنی بیماریاں اس ذلیل مغربی تھذیب نے تین سو برس کے عرصے میں پیدا کی ھیں صرف جنسی بیماریوں کی اقسام سینکڑوں میں ھیں. اپنی تخلیق کردہ بیماریوں کا علاج ڈھونڈ کر مغرب اپنی ترقی کا اعلان کررھا ھے یہ ترقی ھے یا تباھی، غامدی صاحب سے پوچھا جائے، شکر، امراض قلب، ڈپریشن، بلڈ پریشر، انگزائٹی، کینسر جیسی صنعتی دور کی

بیماریوں سے تاریخ انسانی خالی ہے کیونکہ دنیا کی اکیس تہذیبوں میں کبھی بھی خواہش نفس کو الہٰ تسلیم نہیں کیا گیا اور کائنات کامرکز ومحور وجود خدا وندی رہا لہذا یہ تہذیبیں ایسی مکروہ بیماریوں کے وجود سے خالی رہیں جدید دور کا انسان مذہب سرمایہ داری کی مابعد الطبعیات سے نکلا ہے لہذا اس کا اصل کام accumalationاور consumptionہے جدید معیشت surplus ، storage capacity، Law of Demand & Supply کا نام ہے جدید دور کا انسان وہ ہے جس کی خواہشات لامحدود اور وسائل محدود ہیں. حقیقت یہ ہے کہ وسائل کو لامحدود رکھنے کے لیے خواہشات کو لازماً محدود رکھنا چاہیے. man is a pleasure seeking animal, Wishes are unlimited sources are limited جدید مغربی تہذیب اسی قسم کے جاہلانہ تصورات پر کھڑی ہے اسلامی تہذیب و تاریخ میں سب سے غلیظ مکروہ اور خبیث انسان وہ ہے جو good consumerہو بہترین موہن، بزرگ، روحانی شخصیت وہ ہے جو bad consumer ہو مغربی تہذیب و فلسفہ نے ایک خراچ [consumer man]انسان پیدا کردیا ہے لہذا تمام بیماریاں تباہی و بربادی اسconsumer culture کی وجہ سے ہے دنیا کی چھ بڑی تہذیبیں اسی کلچر کے باعث تباہ ہوئیں۔]۔

Zoo daddy:[بے پرواباپ]امریکیوں کی بولی میں طلاق شدہ باپ جو اپنے بچوں سے شاذونادر ملنے جاتا ہےاوراگر کبھی گیا بھی تو بچوں کوتفریح کی کسی جگہ مثلاً چڑیا گھر میں گھما پھرا کر ماں کے پاس چھوڑ جاتا ہے۔اسی نسبت سےDisneyland daddy کی اصطلاح بھی بن گئی ہے۔[اب تو باپ کا بھی پتہ نہیں چلتا نہ ماں کا ، سڑکوں پر بچے پھینکے جاتے ہیںیہ مغرب کی غلیظ زندگی مکروہ تہذیب اور خبیث معاشرت ہے جس پر جاوید غامدی کو فخر ہے]۔

Zoo TV:[زوٹی وی۔ٹی وی تماشا] ٹیلی وژن پر تماشائیوں کی موجودگی میں ایسا شو جس میں حصہ لینے والوں کو بڑھاوا دیا جاتا ہے کہ اپنے جذبات اور احساسات کا برملا اظہار کریں اور اپنے نجی معاملات سب کے سامنے پوری تفصیل کے ساتھ بیان کریں۔اس کی مثال امریکی ٹیلی وژن پرJerry Springer Show سے دی جاسکتی ہے جس میں نا قابل بیان موضوعات کوبھی زیر بحث لایا گیا ہےاور اکثر اوقات حصہ لینے والوں میں دھینگا مشتی تک نوبت پہنچ گئی ہے۔اسے ''زوٹی وی'' اس نسبت سے کہا جاتا ہے کہ چڑیا گھر کے جانور خاص طور سے بندر تماشائیوں کے سامنے کسی پردے یا حجاب کے بغیر من مانی حرکتیں کرتے رہتے ہیں۔[یہ ذلیل تہذیب جو کتے بلی بند رکی سطح پر پہنچ گئی ہے غامدی کی نظر میں اعلیٰ ترین تہذیب ہے پوری اسلامی تاریخ اور دنیا کی اکیس تہذیبیں اس خباثت اور ذلالت سے پاک ہیں۔]

Zyklon-B:[زائکلان بی] ہائڈروجن سائنائڈ کا برانڈ نام۔ انتہائی تیزی سے کام نے والی، بے حد مہلک گیس جو نازیوں نے لاکھوں یہودیوں اور ''کمین ذاتوں''[Untermenschen] کودوسری جنگ عظیم کے دوران ختم کرنے کے لیے استعمال کی تھی۔'مسئلہ یہود کے حتمی اور فیصلہ کن حل'[Final Solution] میں یہ زہریلی گیس کس قدر موثر ثابت ہوئی تھی اس کا اندازہ پہلی بار اگست ۱۹۴۲ء میں پولینڈ کے نزدیکBelzec کی قتل گاہ میں ہوا۔اس کے بعد یہ کارخانوں میں بڑی مقدار میں بنائی گئی اور Auschwitzاوردوسرے جبری نظر بندی کیمپوں میں استعمال کیا گیا۔[اسلامی تاریخ و تہذیب ایسی دہشت گردی سے خالی ہے پھر بھی دہشت گرد متحد ہو کر اسلام کو دہشت گرد ثابت کررہے ہیں اور جاوید غامدی جیسے احمق امریکہ کے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر دہشت گردی کے خلاف تحریک چلانے نکلے ہیں]۔

کانٹ کا کوپرنکی انقلاب: مذہب انسانیت کا آغاز

انسان پرستی کی مابعد الطبعیات کانٹ کی نظر میں

ا۔تعارف مقصد:

اس مضمون کا مقصد کانٹ کے کوپرنکی انقلاب کا ایک تعارف اور اسلامی نقطۂ نظر سے اس کا تجزیہ پیش کرنا ہے۔اس مضمون کے عمومی مخاطب اسلامی تحریکوں کے کارکن ہیں جودن رات اللہ کے دین کے غلبہ کے لئے تگ ودو میں مصروف ہیں۔اس مضمون کے خصوصی مخاطب علمائے کرام ہیں۔علماء کرام رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وارث ہیں اور اس امت کے حقیقی رہنما ہیں۔اس رہنمائی کا دائرہ کار نہ صرف یہ کہ انفرادی واجتماعی زندگی پر حاوی ہے بلکہ تہذیبی اور ثقافتی کشاکش اور معرکہ آرائیوں میں بھی وہی اس امت کے اصلی قائدین ہیں۔بدقسمتی سے پچھلے دوسوسالوں سے دنیا میں ایک جاہلی تہذیب کا غلبہ کسی نہ کسی شکل میں اور کسی نہ کسی درجہ میں قائم ہے۔اس غلبہ کا ایک پہلو استعماری نظام اور اس کے نتیجہ میں اسلامی خلافت وحکومت، سیاست ومعاشرت، تعلیم وثقافت کی پامالی ہے۔علماء کرام نے مختلف اسلامی ممالک میں اس استعمار کے خلاف چومکھی جنگ بڑی کامیابی سے لڑی ہے اور معجزانہ طور پر اسلامی تہذیب کی حفاظت کی ہے اور مغربی علوم اور تہذیبی یلغار کے سامنے بند باندھے ہیں۔علماء کے اس معجزانہ کارنامہ کا کچھ اندازہ اس بات سے کیا جاسکتا ہے کہ درآں حالانکہ تمام دیگر مذاہب اور تہذیبیں مغرب کے اندر ضم ہوچکی ہیں اسلام آج بھی ایک مکمل تہذیب کی حیثیت سے کم از کم علمیاتی طور پر [Epistemological] بالکل محفوظ ہے اور مغرب کے اندر نہ صرف یہ کہ ضم نہیں ہوا ہے بلکہ آج اس کے لئے ایک عظیم الشان خطرہ بن چکا ہے۔

دفاعی حکمت عملی کیا اقدامی حکمت عملی بن سکتی ہے؟

یہ علماء کرام اور صوفیائے عظام کے عظیم کارناموں کا ہی صدقہ ہے۔ان تمام کامیابیوں کے باوجود یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ہماری مغرب کے خلاف کامیابیوں کی نوعیت عمومی طور پر صرف دفاعی ہے۔علماء نے اسلام کو علمی، عملی اور تہذیبی بنیاد پر محفوظ رکھا ہے۔لیکن کیا یہ دفاع مغربی جاہلی تہذیب کے خلاف ایک جارحانہ یلغار کا پیش خیمہ بنے گا یانہیں، ابھی بھی ایک سوالیہ نشان ہے مزید برآں یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اقدامی یلغار اور حکمت عملی کے بغیر ہماری دفاعی فتح زیادہ دیر تک قائم نہیں رہ سکتی ہے۔

علماء کی قیادت کے بغیر اقدامی حکمت عملی ممکن نہیں:

مغربی فلسفہ وتہذیب کے گہرے مطالعے کے بغیر اقدام ممکن نہیں۔

جہاں تک دفاعی حکمت عملی کا تعلق ہے کامیابی کا سہرا علماء کے سر رہا ہے۔لیکن اقدامی حکمت عملی میں کامیابی کے لئے بھی ہم علماء کی قیادت کے محتاج ہیں۔اس سلسلہ میں مغربی تہذیب کا گہرا مطالعہ اور تفہیم ناگزیر ہے۔اس گہرے مطالعہ اور تفہیم کے بغیر مغربی تہذیب کے خلاف کوئی موثر حکمت عملی ترتیب نہیں دی جاسکتی ہے۔بلکہ یہ بھی خطرہ ہے کہ اگر اقدامی حکمت عملی مؤثر طور پر ترتیب نہ دی گئی یا صرف دفاعی حکمت عملی پر انحصار کیا گیا تو دفاعی سطح کی کامیابیوں سے بھی، معاذ اللہ، دست کشی اختیار کرنا پڑے۔چونکہ علماء دو سو سال سے دفاعی میدان میں سرگرم عمل رہے ہیں انھیں امام غزالی کی طرح اس بات کا موقع نہیں مل سکا ہے کہ مغرب کا گہری نظر سے مطالعہ کریں۔اس لئے ہم جیسے خدام کا کہ جنہیں مغربی علوم وفنون کا مغربی ماحول میں کچھ مطالعہ کا موقع میسر آیا ہے یہ فرض ہے کہ وہ اپنا حاصل مطالعہ علماء کرام کی خدمت میں پیش کریں تاکہ وہ مؤثر طور پر اسلامی غلبہ کی اقدامی حکمت عملی تجویز فرماسکیں۔یہ مضمون اسی سلسلہ کی ایک حقیر سی کوشش ہے۔

مغرب کو سمجھنا آج نہایت اہم اور ضروری ہے:

حقیقت یہ ہے کہ آج جتنا مغربی تہذیب کی بنیادوں کے بارے میں گہری سمجھ کی ضرورت ہے اس سے پہلے کبھی نہ تھی۔مغرب نے ایک شکستہ تہذیب کے طور پر اسلام پر اپنے مادی اور معنوی حملوں میں شدت پیدا کرلی ہے۔اسلام کے غلبہ کے عمومی ادعا اور خواہش کے باوجود آج ہم ایک ہمہ جہت اقدامی حکمت عملی بنانے سے بنیادی طور پر اس لئے قاصر ہیں کہ ہم مغرب کی بنیادوں کے بارے میں گہرا ادراک نہیں رکھتے ہیں یہی وجہ ہے کہ آج امام غزالی کے نقش قدم پر چلتے ہوئے مغربی تہذیب کے تہافۃ کی ضرورت ہے۔مگر مغربی تہذیب کے اندرونی تضادات کو اسی وقت عیاں کیا جاسکتا ہے جبکہ ہم اس کے بنیادی مقاصد کو سمجھتے ہوں۔زیر نظر مضمون مغربی تہذیب کے بنیادی مقاصد کو سمجھنے کی ایک کوشش ہے۔

انگریزی اصطلاحات کا مسئلہ اور اردو زبان:

اس سلسلہ میں ہم اس بات کی کوشش کریں گے کہ ان مقاصد کو جس حد تک ہو سکے سادہ اور سلیس انداز میں بیان کیا جائے۔اس کے باوجود یہ بات مدنظر رہنی چاہیے کہ تہذیبی مسائل کو ان کی بنیادوں کی سطح پر سمجھنا ایک پیچیدہ امر ہے اور اس کو سادہ انداز میں بیان کرنے کی اپنی ایک حد ہے۔مزید برآں اس بات کی کوشش بھی ہوگی کہ انگریزی زبان کے الفاظ کا استعمال فقط ناگزیر حالات ہی میں کیا جائے۔یہ ایک افسوس ناک امر ہے کہ اردو زبان میں انگریزی الفاظ کا استعمال تناسب اور موزونیت کی تمام حدود کو پار کر چکا ہے۔اس عمل کو روکنے کی ضرورت ہے۔لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ مغربی تہذیب کے مطالعہ میں انگریزی اصطلاحات اور الفاظ کا استعمال کسی نہ کسی حد تک ناگزیر ہے۔اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ اردو زبان کے الفاظ ان اصطلاحی معنوں کو ادا کرنے سے قاصر رہتے ہیں جو انگریزی الفاظ سہولت سے اور فطری طور پر ادا کرتے ہیں۔اس کی وجہ یہ ہے کہ انگریزی زبان کا مغربی تہذیب سے جو گہرا ربط ہے وہ الحمدللہ اردو زبان کا نہیں ہے [ہم اس سلسلہ میں علماء کی عظیم جدوجہد اور شعراء اسلام مثلاً اقبال کے مرہون منت ہیں] اس سلسلہ میں ہم درمیان کا راستہ تجویز کرتے ہیں۔درمیان کا راستہ یہ ہے کہ مضمون کے اندر انگریزی الفاظ کم از کم استعمال ہوں اور مضمون کے آخر میں استعمال شدہ اصطلاحات کی مختصر تشریح کردی جائے امید ہے کہ اس طرح نہ صرف یہ کہ انگریزی الفاظ کے بے محابہ استعمال کی ثقافت سے درگزر ہو گا بلکہ اردو الفاظ کو انگریزی اصطلاحات کے مؤثر متبادل طریقہ پر بیان کرنے کے لیے بھی استعمال کیا جاسکے گا۔

کانٹ کون تھا؟ کانٹ کے فکر کا بنیادی مقدمہ

عمانیول کانٹ جرمنی کا مشہور زمانہ فلسفی گزرا ہے۔کانٹ کی پیدائش ۱۷۲۴ء اور اس کا انتقال ۱۸۰۴ء میں ہوا۔مغربی فکر پر جتنا گہرا اور دیرپا اثر کانٹ نے ڈالا ہے شاید ہی کسی اور شخص نے ڈالا ہو۔مغربی فکر کو سمجھنے اور اس کی بنیادی گمراہی کو پہچاننے کے لئے کانٹ کے کام کو سمجھنا ناگزیر ہے۔اس مضمون کا بنیادی مقصد کانٹ کی فکر کو سمجھنے کے لئے بنیادی مقدمہ تحریر کرنا ہے۔اگر اللہ نے چاہا تو اس مقدمہ کی بنیاد پر کانٹ کے فکر کو سمجھنا ہمارے کارکنوں اور رہنماؤں کے لئے یکساں طور پر آسان ہو جائے گا۔

تمام علم انسان کے گرد گھومتا ہے!

کانٹ نے مذہب انسانیت کی بنیاد ڈالی:

کانٹ نے مغربی فکر میں جو انقلاب برپا کیا اس کو کوپرنیکی انقلاب کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔کانٹ کے انقلاب کو کوپرنکی انقلاب مشہور ماہر فلکیات نیکولائی کوپرنیکس [۱۴۷۳ء۔۱۵۴۳ء] کی نسبت سے کہا جاتا ہے۔کوپرنیکس نے ۱۵۴۳ء میں اپنی مشہور زمانہ تصنیف ''سیاروں کی گردش'' [The revolution of celestial spheres] میں دنیا کا ایک نیا منظر پیش کیا۔اس منظر کے مطابق اجسام سماوی [جیسا کہ ہمیں لگتا ہے] زمین کے گرد گردش نہیں کرتے ہیں بلکہ زمین اور دوسرے سیارے سورج کے ارد گرد گردش کرتے ہیں [جبکہ ستارے ساکن رہتے ہیں] کانٹ نے اسی طرح کا انقلاب علمیات اور مابعد الطبعیات کے میدان میں برپا کرنے کی کوشش کی۔اس نے دعویٰ کیا کہ اشیاء کے بارے میں ہمارا علم [جیسا کہ ہمیں لگتا ہے] اشیاء کے گرد نہیں گھومتا ہے بلکہ علم اشیاء کا محور خود انسان ہے۔جس طرح کہ فلکیات کے میدان میں کوپرنیکس نے یہ انقلابی خیال پیش کیا کہ تمام سیارے حقیقت میں سورج کے گرد گھومتے ہیں اور صرف ظاہراً زمین کے گرد گھومتے نظر آتے ہیں کانٹ نے اس کے مقابل میں علمیات اور مابعد الطبعیات کے میدان میں یہ خیال پیش کیا کہ تمام علم حقیقت میں انسان کے گرد گھومتا ہے اور صرف ظاہراً اشیاء کے گرد گھومتا نظر آتا ہے۔اسی مماثلت کی بنیاد پر کانٹ کے انقلاب کو کوپرنیکی انقلاب کہا جاتا ہے۔فرق محض اتنا ہے کہ کوپرنیکس نے فلکیات میں تمام گردش کا محور سورج کو قرار دیا جبکہ کانٹ نے علمیات اور مابعد الطبعیات کے میدان میں تمام گردش کا محور خود انسان کو قرار دیا۔اس کوپرنیکی انقلاب کے ذریعہ کانٹ نے ایک نئے مذہب کی داغ بیل ڈالی۔اس مذہب کو ہم آج انسان پرستی کے نام سے یاد کرتے ہیں اور یہ مذہب مغربی تہذیب کا آج اساسی عقیدہ ہے۔اس کوپرنیکی انقلاب کو اور انسان پرستی کے اس نئے مذہب کو سمجھنے کے لئے کانٹ کی مابعد الطبعیات پر تنقید کو سمجھنا ضروری ہے۔

کانٹ اور مابعد الطبعیات پر تنقید:

کانٹ کی مابعد الطبعیات پر تنقید اس کی کوپرنکی انقلاب کی واضح ترجمان ہے۔اس تنقید کی تفہیم کانٹ کے کوپرنکی انقلاب کی تفہیم کے مترادف ہے۔عموماً کانٹ کی مابعد الطبعیات پر تنقید کو اس کے تناظر سے کاٹ کر ایک فنی مسئلہ کی حیثیت سے پیش کیا جاتا ہے۔ہم اس بات کی کوشش کریں گے کہ کانٹ کی مابعد الطبعیات پر تنقید کو اس کے حقیقی تناظر میں پیش کیا جائے۔یہ حقیقی تناظر کانٹ کا عقیدۂ انسان پرستی فراہم کرتا ہے۔ہم کانٹ کی مابعد الطبعیات پر تنقید کو اسی تناظر میں سمجھنے کی کوشش کریں گے۔

کانٹ اور ہیوم نے خدا، کائنات اور روح کا رد کیسے کیا؟

مابعد الطبعیات تحلیلی علوم اور تجرباتی علوم کے دائرے سے باہر:

مابعد الطبعیات ان حقائق سے بحث کرتی ہے جس کا ادراک انسانی حواس سے اور طبعیات عالم سے ماوراء ہے۔روایتی طور پر مابعد الطبعیات کا موضوع خدا، کائنات اور روح رہا ہے۔کانٹ سے پہلے بھی لوگوں نے مابعد الطبعیات پر تنقید کی ہے۔لیکن کانٹ کو جو چیز مابعد الطبعیات کے دوسرے ناقدین سے ممیّز اور ممتاز کرتی ہے وہ اس کا وہ خاص

نقطۂ نظر ہے جس کی بنیاد پر وہ مابعدالطبعیات کو اپنی تنقید کا نشانہ بناتا ہے۔

کانٹ سے پہلے ڈیوڈ ہیوم [۱۷۱۱ء۔۱۷۷۶ء] نے بھی مابعدالطبعیات کو اپنی تنقید کا نشانہ بنایا تھا۔ ہیوم ایک منکر خدا اور دہریہ شخص تھا۔ اس نے مابعدالطبعیات کا رد اس لئے ضروری گردانا کہ اس کے خیال میں علوم کی دو اقسام ہیں۔ تجرباتی علوم، اور تحلیلی علوم تجرباتی علوم مثلاً طبعیات، حیاتیات، عمرانیات وغیرہ کا انحصار انسانی تجربہ پر ہے۔ اس کے برعکس تحلیلی علوم مثلاً ریاضی کا انحصار تجزیہ اور تحلیل پر ہے۔ تجرباتی علوم کے برعکس تحلیلی علوم ہماری معلومات میں کوئی اضافہ نہیں کرتے۔ اس تقسیم کی بنیاد پر ہیوم نے یہ سوال اٹھایا کہ مابعدالطبعیات کا علوم کی ان دوقسموں میں سے کس سے تعلق ہے؟ مابعدالطبعیات کو تجرباتی علوم میں شامل نہیں کیا جاسکتا کیونکہ وہ ان اشیاء سے بحث کرتی ہے جو کہ تجربہ سے ماورا ہیں۔ اسی طرح مابعدالطبعیات کو تحلیلی علوم میں بھی شامل نہیں کیا جاسکتا کیونکہ مابعدالطبعیات کا وظیفہ فقط تجزیہ اور تحلیل نہیں ہے۔ ہیوم نے یہ دعویٰ کیا کہ جب علوم کی دونوں اقسام میں سے مابعدالطبعیات کسی قسم میں شامل نہیں ہے تو اس کو علم صحیحہ کی صفوں میں شامل نہیں کیا جاسکتا۔ لہٰذا اس نے یہ دعویٰ کیا کہ مابعدالطبعیات از قسم ہفوات ہے۔ کانٹ کا دعویٰ ہیوم کی طرح خالص علمیاتی بنیادوں پر قائم نہیں ہے [گو کہ بعد ازاں کانٹ نے اپنے دعویٰ کی علمیاتی توجیہہ کرنے کی کوشش کی]۔

مابعدالطبعیات انسانی خودمختاری کی محافظ نہیں: کانٹ

کانٹ نے مابعدالطبعیات کا رد اپنے عقیدۂ انسان پرستی کی بنیاد پر کیا۔ اس نے دعویٰ کیا کہ مابعدالطبعیات انسانی خودمختاری کو پس پشت ڈال دیتی ہے۔ مابعدالطبعیات کا مقصد انسانی خودمختاری کا تحفظ ہونا چاہیے، جبکہ روایتی مابعدالطبعیات [چاہے وہ مذہبی مابعدالطبعیات ہو یا غیر مذہبی مابعدالطبعیات] نہ صرف یہ کہ انسانی خودمختاری کا تحفظ نہیں کرتی بلکہ اس کی مکمل نفی کرتی ہے۔

انسان کو صرف اپنی اتباع کرنی چاہیے، کانٹ کا فلسفہ [Human worship]:

پس کانٹ کے نزدیک مابعدالطبعیات کا سب سے بڑا جرم یہی ہے کہ وہ انسانی خودمختاری کا سودا کرتی ہے اور اس بنا پر کانٹ کے نزدیک مابعدالطبعیات کو رد کر دینا چاہیے۔ کانٹ کے نزدیک مابعدالطبعیات انسان کو خدا یا کائنات کے تابع کرتی ہے۔ لیکن کانٹ کے نزدیک انسان کو اپنے سوا کسی کا تابع نہیں ہونا چاہیے۔ انسان کو خود اپنی اتباع کرنی چاہیے کسی اور کی اتباع اس کے لئے جائز نہیں۔ اسی چیز کا نام کانٹ نے خودمختاری رکھا ہے۔ انسان خودمختار ہے۔ انسان کسی حالت میں بھی اس اختیار سے کسی کے سامنے دستبردار نہ ہو یہ دستبرداری اس کی خودمختاری کے منافی ہے۔ اس کو اس اختیار کو کسی حالت میں بھی کسی دوسرے کے سامنے تسلیم خم نہیں کرنا چاہیے۔ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ خدا ہے کہ نہیں ہے۔ کانٹ کے نزدیک اگر خدا کا وجود ثابت بھی ہو جائے تب بھی انسان کو خدا کے سامنے سرِ تسلیم خم نہیں کرنا چاہیے۔ کانٹ کے نزدیک خودمختاری انسان کا جوہر ہے۔ خودمختاری سے دستبرداری انسانیت سے دستبرداری ہے۔ کانٹ اس چیز کی کوشش نہیں کرتا کہ اس بات کو ثابت کرے کہ انسان خودمختار ہے۔ وہ اس قضیۂ کو ایک بدیہی حقیقت کے طور پر قبول کرتا ہے اور اس کو ثابت کرنے کی کوشش نہیں کرتا اور اسی بنیاد پر اپنے نئے مذہب ''انسان پرستی'' کی عمارت تعمیر کرتا ہے۔

مابعدالطبعیات اور انسان کا فائدہ: کانٹ افادیت پرستی کا فلسفی

عموماً کانٹ کو افادی نقطۂ نظر کا مخالف تصور کیا جاتا ہے لیکن یہ خیال صرف محدود معنی میں ہی درست ہے۔ جہاں تک کانٹ کے نظریۂ اخلاق کا تعلق ہے وہ افادی [utilitarian] نہیں ہے لیکن یہ بات عمومی معنوں میں درست نہیں ہے۔ کانٹ کی روایتی مابعدالطبعیات پر ایک تنقید یہ ہے کہ وہ انسان کے لئے ''بے سود'' ہے۔ کانٹ کے نزدیک کسی چیز کے حق یا ناحق ہونے کا حتمی معیار یہ ہے کہ وہ انسان کے لئے فائدہ مند ہے یا نہیں ہے۔ کانٹ کے خیال میں ہماری توجہ اس پر مرکوز ہونی چاہیے کہ انسان کے لئے فائدہ مند کیا ہے۔ روایتی مابعدالطبعیات کے لاطائل دلائل اور بحثوں میں انسان کے لئے کوئی فائدہ مضمر نہیں ہے۔ جیسا کہ ہم دیکھیں گے کانٹ کی اس تنقید کے پیچھے فائدہ یا افادہ پرستی کا ایک خاص تصور کارفرما ہے۔

مذہبی اور فلسفیانہ مابعدالطبعیات کیوں بے کار ہے؟

کانٹ کے مطابق روایتی مابعدالطبعیات [مذہبی و فلسفیانہ] انسان کے لئے بے سود اس لئے ہے کہ وہ خدا اور کائنات اور دوسرے مابعدالطبعیاتی تصورات کو حقیقت تک رسائی کا پیش خیمہ سمجھتی ہے۔ اس کے برعکس کانٹ یہ خیال پیش کرتا ہے کہ ''خدا'' اور ''کائنات''، ''روح'' وغیرہم اور دوسرے مابعدالطبعیاتی تصورات کو حقیقت تک رسائی کا پیش خیمہ نہیں سمجھنا چاہیے بلکہ انسانی ''خیال'' سمجھنا چاہیے۔ ان انسانی ''خیالات'' کی قدر و قیمت اس بات سے متعین نہیں ہوتی کہ وہ حقیقت کے مطابق ہیں کہ نہیں بلکہ اس بات سے متعین ہوتی ہے کہ وہ انسان کے لئے فائدہ مند ہیں کہ نہیں۔ ''خدا'' یا ''کائنات'' اگر انسان کی خودمختاری کو ممکن بناتے ہیں تو فبہا ورنہ یہ خیالات لغویات سے برتر کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ اوپر جو کچھ کہا گیا ہے اس کو کانٹ کی مثال کے ذریعہ زیادہ بہتر طور پر سمجھا جاسکتا ہے۔ [خدا اور کائنات انسان کی خودمختاری اور ارادہ انسانیت اور انسانیت پرستی کے راستے میں مزاحم ہوں تو اسے ترک کر دیا جائے یعنی مابعدالطبعیات کا افادی ہونا ضروری ہے اور افادہ سے مراد صرف مادی فائدہ ہے۔ ساحل]

آسمانی جنت کے بجائے کانٹ زمینی جنت کا قائل ہے جو تخلیق کی جاسکے:

☆ کانٹ کہتا ہے کہ ''جنت'' [جیسا کہ مذہبی مابعد الطبعیات کہتی ہے] کوئی ایسا مقام نہیں ہے جو خدا نے حقیقت میں بنا کر انسان کے لئے رکھا ہو جس کو وہ اپنے نیک بندوں کو حشر نشر کے بعد نوازے گا۔ کانٹ جنت کے اس تصور کو قطعاً رد کرتا ہے کیونکہ یہ تصور دنیا میں انسان کی خودمختاری کو ممکن بنانے کے لئے کوئی کردار ادا نہیں کرتا ہے۔ اس کے برعکس کانٹ کے مطابق ''جنت'' کا خیال انسان کے لئے سود مند ہوسکتا ہے اگر ہم اسے نظام الٰہی کا کل پرزہ سمجھنا چھوڑ دیں بلکہ انسانی عمل اور تخلیق کا ہدف قرار دیں۔ مقصد یہ ہے کہ جنت کوئی ماورائی حقیقت نہیں ہے بلکہ ایک ایسا خیال ہے جس کو انسان اسی دنیا میں عملی جامہ پہنا سکتا ہے۔ پس کانٹ کے نزدیک ایسی جنت جو کہ ایک برتر حقیقت کا حصہ ہے جس کے سامنے انسان کو اپنے ارادہ کو ختم کرنا پڑے لایعنی اور لغو چیز ہے جبکہ ایسی جنت جو انسان کے ارادہ کی آلۂ کار ہو اور انسانی ارادہ کی تکمیل کا ذریعہ ہو ہمارا ہدف اور مقصود ہونی چاہیے۔

تمام اقدار و خیر کُل وہ جو انسانی ارادہ کے تابع ہو: کانٹ

کانٹ کے نزدیک خیر کل وہ نہیں جو حقیقت کا آئینہ دار ہو بلکہ خیر کل وہ ہے جو انسان کے لئے اور اس کی خلاقیت کے لئے مہیز فراہم کرے تاکہ انسان اس دنیا میں ایک ایسی جنت تعمیر کر سکے جس کے قیام کے نتیجہ میں انسانی ارادہ پر مسلط واقعیتی اور اقداری قیود سے آزادی حاصل کی جاسکے۔ غرض کانٹ مابعد الطبعیات اور اس کے ساتھ تمام اقدار کو انسانی ارادہ کے تابع کرنا اور اس کا آلۂ کار بنانا چاہتا ہے۔ اس لحاظ سے اس کا نقطۂ نظر افادی مفکرین کے نقطۂ نظر سے کچھ خاص مختلف نہیں ہے۔

کانٹ کا نظریہ افادیت لامحدود آزادی اور اختیار انسانی کا داعی ہے:

فرق صرف اتنا ہے کہ افادی مفکرین انسان کا مفاد اس کی لذت میں اضافہ کو قرار دیتے ہیں جبکہ کانٹ کے نزدیک انسان کا اصل مفاد لذت میں اضافہ نہیں بلکہ انسانی آزادی اور اختیار میں اضافہ ہے۔ لیکن انسانی آزادی اور اختیار میں لامحدود اضافہ کا ہدف جو عملی شکل اختیار کرتا ہے وہ سرمایہ داری اور فلاحی ریاست ہی ہے اور اس لحاظ سے افادی مفکرین اور کانٹ کا اختلاف محض نظری رہ جاتا ہے۔ جان اسٹورٹ مل نے ثابت کردیا کہ کانٹ کے نظام اور افادی مفکرین کے نظام میں تطابق اور توافق ممکن ہے۔

کانٹ فلسفہ کا مقصد حقیقت تک رسائی کو نہیں سمجھتا:

کانٹ کہتا ہے کہ عقل کو انسان کے عملی منصوبوں کے زیر نگیں ہونا چاہیے۔ جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا کانٹ کے نزدیک انسان کا اصل مفاد لذت میں اضافہ نہیں ہے بلکہ اس کے اختیار اور تصرف میں اضافہ ہے۔ اسی بنیاد پر کانٹ یہ اعلان کرتا ہے کہ فلسفہ کا مقصد حقیقت تک رسائی نہیں ہے بلکہ انسان کے اٹل اور ناقابل تغیر حقوق کا تحفظ ہے۔ انسان کا سب سے بڑا حق یہ ہے کہ اس کے ارادہ پر سے تمام غیر ضروری واقعتی اور ارادی قدغنیں ہٹادی جائیں۔

کانٹ پہلا فلسفی جو فلسفہ کا مقصد مفادات انسانی کا تحفظ بتاتا ہے:

یونانیوں کے زمانے سے لے کر کانٹ تک مغربی فلسفہ کا مقصد حقیقت علیا کی تلاش اور جستجو رہی ہے لیکن کانٹ نے پہلی بار یہ اعلان کیا کہ فلسفہ کا مقصد سچائی کی تلاش نہیں ہے بلکہ انسانی مفادات کا تحفظ ہے۔ کانٹ نے مابعد الطبعیات کی طرح تمام فلسفہ کو انسان کا آلۂ کار بنادیا۔ اس حقیقت کو پوری طرح سمجھنے کے لئے کانٹ کے نظریۂ اخلاق اور اس کے فلسفۂ سیاسی کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔

کانٹ کا اخلاقی اور سیاسی فلسفہ:

کانٹ کے دور سے ایک صدی قبل ہی مغربی فکر و فلسفہ مذہب سے دور ہوتا چلا جارہا تھا۔ مگر جس چیز نے مذہب سے عام بغاوت کو روکا ہوا تھا وہ لوگوں کا یہ خیال تھا کہ مذہب کا وجود اخلاقیات کے لئے ناگزیر ہے۔ مذہب کے بغیر اخلاقیات کی عمارت زمین بوس ہوجائے گی۔ کانٹ نے اس خیال کی مفصل تردید کرکے مذہب اور اخلاقیات کے درمیان آخری کڑی کو بھی کاٹ کر رکھ دیا۔ اس سلسلہ میں کانٹ نے اخلاقیات اور اس کے ساتھ ہی سیاسیات کی ایک نئی تشریح اور تعبیر دی۔ اس نئی تشریح و تعبیر کو سمجھنا مغربی تہذیب کو سمجھنے کے لئے انتہائی ضروری ہے۔

کانٹ سے پہلے یورپ کے دو اخلاقی مکتب فکر:

کانٹ سے پہلے یورپ میں اخلاقیات کے دو نقطۂ نظر حاوی تھے:

☆ پہلا نقطہ نظر مذہبی تھا جس کے مطابق اخلاقیات ارادۂ الٰہی کے سامنے سرِ خم تسلیم کرنے کا نام ہے۔ عملی طور پر عیسائیت کے نقطۂ اخلاق میں کئی مسائل تھے لیکن نظری طور پر وہ اس بات پر یکسو تھی کہ انسان کی زندگی کا مقصد ارادۂ الٰہی کا اتباع اور رضائے الٰہی کا حصول ہے۔

☆ دوسرا نقطۂ نظر قانون فطری کا نقطۂ نظر تھا۔ اس نظریہ کے مطابق اخلاقی اور سیاسی اقدار کو فطری قوانین کے موافق ہونا چاہیے۔ جس طرح عالم طبیعات میں فطری قوانین

کارفرما ہیں اسی طرح انسانی معاشرت اور اجتماعیت میں اخلاقی اور سیاسی قانون کارفرما ہیں۔ یہ سیاسی اور اخلاقی قانون اسی طرح فطری ہیں جس طرح کہ قانون طبیعات فطری ہیں۔ان قوانین کو ہم قوانین طبیعی کی طرح عقل کے ذریعہ جان سکتے ہیں۔

عیسائیت اور یورپ کے دو اخلاقی مکاتب فکر

عیسائی مفکرین عموماً ان دو نقطۂ ہائے نگاہ میں توافق اور تطابق پیدا کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ وہ کہتے تھے کہ چونکہ قانون فطرت بھی اللہ تعالیٰ کی تخلیق ہے اسی لئے قانون فطرت کی پیروی ارادۂ الٰہی کی پیروی ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ قانون فطرت کا ادراک عام آدمی کے بس کی بات نہیں [صرف فلسفی اور مفکرین ہی یہ کام کر سکتے ہیں] جبکہ وحی الٰہی عام آدمی کے فہم کے مطابق بات کرتی ہے۔لیکن حقیقت یہ ہے کہ جوں جوں یورپ میں مذہب مخالف قوتوں کا زور بڑھتا گیا عیسائیت کے لئے یہ مشکل ہوتا گیا کہ وہ قانون فطرت اور وحی الٰہی میں توافق اور تطابق کے نظریہ کا تسلی بخش دفاع کرسکے۔

کانٹ اور عیسائیت کے نظریہ اخلاق کا تقابلی جائزہ

کانٹ ارادہ الٰہی کے بجائے ارادہ انسانی کا قائل ہے

کانٹ کا نظریہ اخلاق عیسائیت اور قانون فطرت کا ایک طرح سے ملغوبہ اور عیسائی نقطۂ نظر کی ایک مسخ شدہ تشریح و تعبیر ہے۔

☆ کانٹ عیسائیت سے اس بات پر اتفاق کرتا ہے کہ اخلاقیات کا منبع ایک ارادہ ہی ہوسکتا ہے لیکن وہ عیسائیت سے اس بات پر اختلاف کرتا ہے کہ وہ ارادہ، ارادۂ الٰہی ہے۔ کانٹ کے نزدیک جو ارادہ اخلاقیات [اور سیاسیات] کا منبع ہوسکتا ہے وہ ارادۂ انسانی ہے، ارادۂ الٰہی نہیں ہے۔کانٹ نے اخلاقیات کو ارادۂ انسانی کی اتباع کے مترادف قرار دیا اور اعلان کیا کہ ارادۂ الٰہی یا اور کسی ارادہ کے سامنے سرخم کرنا ایک غیر اخلاقی امر ہے۔

فطری قوانین کا اتباع اور کانٹ کا اختلاف

☆ کانٹ قانون فطرت کے مویدین کے اس دعویٰ کا انکار کرتا ہے کہ اخلاقیات فطری قوانین کے اتباع کا نام ہے۔کانٹ کے نزدیک یہ بھی ایک غیر اخلاقی بات ہے کیونکہ فطری قوانین کے اتباع کے نتیجہ میں انسان اپنے ارادہ کو ایک ایسی چیز کے تابع کرتا ہے جو اس کے اختیار سے باہر ہے۔لیکن کانٹ قانون فطرت کے مؤیدین کے اس دعویٰ کی حمایت کرتا ہے کہ اخلاقی اور سیاسی اقدار کو انسانی عقل کے ذریعہ سمجھا جاسکتا ہے اور اس سلسلہ میں وحی کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ قانون فطرت کے مؤیدین عقل کے ذریعہ اخلاق کے بارے میں قانون فطرت دریافت کرنے کا دعویٰ کرتے ہیں جبکہ کانٹ یہ کہتا ہے کہ عقل ہمیں یہ بتاسکتی ہے کہ ارادۂ انسانی کے کیا تقاضے ہیں۔

اخلاقیات کی بنیاد ارادہ انسانی ہے ارادہ الٰہی یا فطرت نہیں: کانٹ

روسو ارادۂ انسانی کو ہر عیب و نقص سے پاک تصور کرتا ہے:

کانٹ کے نزدیک اخلاقیات کی بنیاد ارادۂ انسانی ہے۔ارادۂ الٰہی یا قانون فطرت اخلاقیات کا منبع نہیں ہے۔اسی سلسلہ میں کانٹ پر فرانسیسی مفکر ژاک روسو [۱۷۱۲ء۔۱۷۷۸ء] کا اثر ناقابل تردید ہے۔روسو سے کانٹ نے دو اہم خیالات لئے:

☆ ایک خیال یہ ہے کہ خیر مطلق صرف انسانی ارادہ ہے۔ زمین و آسمان میں ہر چیز مشروط ہے۔اگر کوئی چیز غیر مشروط ہے تو وہ انسان کا ارادہ ہے۔کانٹ نے یہ خیال روسو سے اخذ کیا۔روسو کے نزدیک انسانی قلب اور انسانی ارادہ ہر عیب اور نقص سے پاک ہے۔ جب انسانی ارادہ خیر مطلق قرار پایا تو انسان کی حقیقی قدر اس کے ارادہ کی اطلاقیت سے متعین ہوتی ہے۔اس کے اعمال سے نہیں ہوتی ہے۔ یہ خیال کانٹ کے فلسفہ اخلاق اور اس کے سیاسی فلسفہ کا اہم نقطہ ہے۔ یہ خیال لبرل ازم کا بھی بنیادی عقیدہ ہے اور لبرل ازم پر کانٹ کے دیرپا اثر کا آئینہ دار ہے۔انسان کی قدر اس سے متعین نہیں ہوتی کہ وہ کیا کرتا ہے،اس کا کیا مذہب ہے اس کا کیا ہدف ہے انسان کی قدر اس کے ارادۂ محض سے متعین ہوتی ہے۔اور جب تک انسان اپنے ارادہ کو کسی غیر کے ارادہ کے تابع نہیں کرتا اس کی قدر پر کوئی حرف نہیں آتا۔

ارادہ عمومی: انسان صرف اپنے بنائے ہوئے قوانین کا تابعدار ہے

☆ دوسرا خیال جو کانٹ نے روسو سے لیا وہ ارادۂ عمومی کا ہے۔روسو کے اس خیال کا مرکزی نقطہ یہ ہے کہ لوگوں پر صرف انھیں قوانین کی پیروی فرض ہے جو انھوں نے خود بنائے ہوں۔

سب سے ذلیل انسان وہ جو کسی اور کے سامنے سر جھکائے: کانٹ

اس خیال کی بنیاد پر کانٹ نے یہ قرار دیا کہ اخلاقیات اور سیاسیات میں انسان پر صرف اپنے بنائے ہوئے قوانین کی تابعداری فرض ہے۔غیر کی تابعداری

چاہے وہ غیر خدا کا ارادہ ہو یا قانون فطرت ہوں۔ کانٹ نے یہ قرار دیا کہ کسی بھی شخص کو اپنے آپ کو کسی اور ارادہ کے تابع کرنا سب سے بڑا شر ہے۔ پس انسان کا خدا کے ارادے کے سامنے سرنگوں ہونا شر قرار پایا کانٹ کے نزدیک انسان کی اس سے بڑی تذلیل کچھ نہیں ہوسکتی کہ وہ غیر کے آگے سر جھکائے اور اس کی تابعداری کرے چاہے وہ غیر خدا ہی کیوں نہ ہو۔

عبادت واطاعت رب خودمختاری کی نفی ہے: کانٹ

کانٹ کے نزدیک انسان خودمختار ہے۔ عبادت اور اطاعت رب اس خودمختاری کی نفی ہے۔ سیاسی تشکیل کا مقصد کانٹ کے نزدیک رب کی رضا کا حصول نہیں ہے بلکہ ایک ایسا نظام بنانا ہے جس کا مقصد انسانی خودمختاری کا تحفظ اور نمو ہو۔ کانٹ کا تصور خودمختاری لبرل ازم، سرمایہ داری اور جمہوریت کی شکل میں قائم مغربی سیاسی اور معاشرتی صف بندی کا سب سے دیرپا جواز اور دفاع فراہم کرتا ہے اور ان نظاموں کے خلاف جہاد کانٹ کے نظریہ انسانی خودمختاری کے مفصل اور غیر مشروط رد کے بغیر ممکن نہیں ہے۔

علمیات، اخلاقیات، سیاسیات اور کانٹ:

کانٹ کے نظریہ اخلاقی اور اس کا سیاسی فلسفہ اس کے کوپرنکی انقلاب کی اصل حقیقت اور اس کی گہرائی اور گیرائی واضح کرتا ہے۔ اپنی علمیات کی طرح اخلاقیات اور سیاست میں بھی کانٹ انسان کی مرکزیت کو ایک مسلمہ امر کی حیثیت سے قبول کرتا ہے۔ علمیات کے میدان میں کانٹ کا دعویٰ یہ ہے کہ فہم انسانی تجربہ کا غلام نہیں ہے بلکہ تجربہ انسانی ذہن کی خلاقیت کے بغیر ناممکن ہے۔ اسی طرح اخلاقیات میں کانٹ یہ دعویٰ کرتا ہے کہ اخلاقی اقدار انسانی ارادہ سے باہر کی کوئی چیز نہیں ہیں بلکہ انسانی ارادہ تمام اقدار کا منبع ہے۔ سیاسیات میں بھی سیاسی صف بندی اور سیاسی اقدار کا مقصد رضائے الٰہی کا حصول نہیں ہے بلکہ انسانی خودمختاری کا تحفظ، نمو اور بقا ہے۔

اصل مقصد مفادات انسانی کا تحفظ ہے: کانٹ

انسان کا اصل مفاد اس کی خودمختاری کا تحفظ ہے

غرض علمیات ہو، اخلاقیات ہو، سیاسیات ہو کانٹ کا کوپرنیکی انقلاب اس بات کا داعی ہے کہ اصل مقصد انسان کے مفاد کا تحفظ ہے۔ اور انسان کا مفاد خودمختاری ہے۔ انسان علمیات کے میدان میں بھی خودمختار ہے۔ اخلاقیات کے میدان میں بھی خودمختار ہے اور سیاسیات کے میدان میں خودمختار ہے۔ تمام علوم، اخلاقیات اور سیاسیات کا مقصد وحید انسان کی خودمختاری کا تحفظ ہے یہ کانٹ کے مذہب انسان پرستی کا بنیادی عقیدہ اور اس کا جوہر ہے۔

کانٹ نے انسان پرستی کی مابعدالطبعیات پیش کی

کانٹ نے اسی عقیدہ کی بنیاد پر روایتی مابعدالطبعیات کا رد کیا۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ کانٹ کی اپنی کوئی مابعدالطبعیات نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ کانٹ نے روایتی مابعدالطبعیات کا رد ہی نہیں کیا بلکہ اس کے مقابل میں ایک نئی مابعدالطبعیات کھڑی کی جس کی بنیاد انسانی الوہیت اور انسان پرستی سے عبارت ہے۔ کانٹ نے اس نئی مابعدالطبعیات کے حق میں کہیں بھی کوئی دلیل پیش نہیں کی ہے بلکہ ہر مابعدالطبعیات کی طرح کانٹ کی مابعدالطبعیات بھی ایمان کی بنیاد پر قائم ہے۔ کانٹ نے روایتی مابعدالطبعیات کے ضمن میں یہ دھوکا دینے کی کوشش کی وہ کسی نئی مابعدالطبعیات کی بنیاد نہیں رکھ رہا ہے بلکہ فقط فہم عامہ، اخلاقیات اور سیاسیات کے تصورات کی سائنسی تشریح اور توضیح کر رہا ہے۔ یہ دھوکا دہی کانٹ اور اس کے پیروؤں کا ایک خاصہ ہے۔ ہم نے اس مضمون میں جس طرح کانٹ کے نظریہ کی تشریح کی یہ وہ اس دھوکے کی پول کھولنے کے لئے کافی ہے۔

کانٹ کے فلسفہ نے تین تحریکوں کو تقویت دی

کانٹ کے عقیدہ انسان پرستی اور اس کے نظریہ خودمختاری سے مغرب میں تین بڑی تحریکوں نے یا تو جنم لیا یا مزید گہرائی اور گیرائی حاصل کیا۔ یہ تین تحریکیں لبرل ازم، سرمایہ داری اور جمہوریت ہیں۔ اس مضمون کے بقیہ حصے میں ہم کوشش کریں کہ ان تینوں تحریکوں کا تعلق کانٹ کے عقیدہ انسان پرستی اور عقیدہ انسانی خودمختاری سے واضح کردیا جائے۔

لبرل ازم، سرمایہ داری، جمہوریت اور کانٹ کا کوپرنیکی انقلاب:

لبرل ازم عقیدہ انسان پرستی کی اہم ترین روایت ہے جس کا کانٹ کے خیالات سے گہرا ربط ہے۔ لبرل ازم وہ حدود وضع کرتا ہے جس کی بنیاد پر انفرادی، اجتماعی اور سیاسی سطح پر جائز و ناجائز اعمال کو متعین کیا جاتا ہے۔ اس سلسلہ میں دو تصورات نہایت اہم ہیں: [الف] تصور حقوق انسان، [ب] تصور دستور۔ ان دونوں تصورات کا مقصد انسان پرستی کے عقیدہ کا انفرادی واجتماعی، اداراتی اور غیر اداراتی سطح پر توجیہہ و تحفظ ہے۔ ذیل میں ہم ان تصورات کا مختصر تعارف اور عقیدہ انسان پرستی سے ان کے تعلق کو واضح کریں گے۔

الف۔ حقوق انسانی اور عقیدہ انسان پرستی: خیر وشر کا پیمانہ

عقیدہ انسان پرستی جیسا کہ کئی بار عرض کیا گیا ہے، انسان کی خودمختاری کے نظریہ پر قائم ہے۔ نظریہ حقوق انسانی، انسانی خودمختاری کے عقیدہ کے مضمرات کو اخلاقی اور قانونی ضوابط کی حیثیت سے مدون کرتا ہے۔ حقوق انسانی کی تمام شقیں انسانی خودمختاری کے نظریہ کی مختلف جہتوں کی تشریح، تعبیر اور توسیع کرتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ استعماری لبرل اور انسان پرست طاقتیں ان گروہوں کو جو انسانی خودمختاری کو چیلنج کرتے ہیں حقوق انسانی کی بنیاد پر ہی تشدد اور تعذیب کا نشانہ بناتی ہیں۔ حقوق انسانی وہ بنیادی اصول بیان کرتے ہیں جن کی بنیاد پر خیر و شر، حق و ناحق کے فیصلے کیے جاتے ہیں۔

ب۔ دستوریت کے نتیجے میں کسی اور اصول پر غلبہ کا امکان ختم ہو جاتا ہے:

دستور کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ جب ایک بار انسان پرستی کی بنیاد پر ایک معاشرہ اور ریاست وجود میں آ جائے تو اس کے بعد اس کے غلبہ کو ختم کرنے اور کسی اور اصولوں کی بنیاد پر معاشرہ اور ریاست کو قائم کرنے کا ہر امکان ختم ہو جائے۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ عقیدۂ انسان پرستی کے سچے مومن ہمیشہ ایک چھوٹی سی اقلیت ہوتی ہے۔ انسانوں کی اکثریت عقیدہ انسان پرستی کا ساتھ محض اپنے مادی مفادات اور لذات کے حصول کے لئے دیتی ہے۔ عام لوگوں کی عقیدہ انسان پرستی سے عقیدت محض آلاتی [Instrunmental] ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ لبرل ازم اور عقیدہ انسان پرستی کو ہر وقت اور ہر جگہ چیلنج کرنا اور شکست دینا ممکن ہے۔ لبرل ازم اس چیز کا ادراک رکھتا ہے اور دستور اسی امکان کے سدباب کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ گو کہ لبرل ازم جمہوریت اور اکثریت کی حکمرانی کے نظریہ کا دم بھرتا ہے وہ دستور کے ذریعہ اس بات کا سدباب کرتا ہے کہ اکثریتی رائے عقیدۂ انسان پرستی کے دائرۂ کار سے باہر نہ نکل سکے۔ لبرل ازم یہ دعویٰ کرتا ہے کہ انسان خودمختار ہے لیکن انسان کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ اپنی خودمختاری کو رد کر سکے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اپنی خودمختاری کا انکار کرنے والے لبرل ازم کی نظر میں انسان ہی نہیں رہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب اکثریتی رائے ایسے لوگوں کو منتخب کرتی ہے جو انسان کے خودمختار کا انکار کرتے ہیں تو لبرل ازم اس جمہوری فیصلہ کو رد کرنے میں بالکل بھی جھجک محسوس نہیں کرتا۔ بعض لوگ اس پالیسی کو منافقانہ پالیسی کہتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ لبرل ازم کے بنیادی عقائد کے عین مطابق بات ہے۔ لبرل ازم کی اصل وفاداری عقیدہ انسان پرستی سے ہے جمہوریت سے نہیں ہے۔ جمہوریت لبرل ازم کے لئے صرف اس وقت تک قابل قبول ہے جب تک جمہوریت عقیدۂ انسان پرستی کے فروغ کا ذریعہ رہتی ہے۔

لبرل ازم عقیدہ انسان پرستی کا موثر ذریعہ:

الغرض لبرل ازم حقوق انسانی اور دستور کے تصورات کی بنیاد پر عقیدہ انسان پرستی کی حفاظت کا ایک اہم ذریعہ اور عقیدہ انسان پرستی کی سب سے موثر اور دیرپا تشریح ہے۔ سرمایہ داری کا بھی لبرل ازم کی طرح عقیدۂ انسان پرستی سے گہرا تعلق ہے۔ جیسا کہ ہم نے دیکھا کانٹ یہ دعویٰ کرتا ہے کہ علوم و اخلاق، سیاست و معاشرت کو انسانی مفاد کا آلۂ کار اور تابع ہونا چاہیے۔ کانٹ نے مزید یہ دعویٰ کیا کہ انسان کا مفاد اس کی خودمختاری اور آزادی ہے۔ خودمختاری کا مفہوم یہ ہے کہ انسان کے ارادہ پر خارج سے اس کے سوا کوئی حد نہیں لگائی جاسکتی ہے کہ وہ اس جیسے دوسرے انسان کے ارادہ کو محدود نہ کرے۔ یہ کانٹ کے عقیدہ انسان پرستی اور لبرل ازم کا بنیادی عقیدہ اور اساس ہے۔ لیکن یہ بھی ایک بدیہی بات ہے کہ انسان کے ارادہ پر خارج سے مندرجہ بالا حد کے سوا کوئی اور حد نہ بھی لگائی جائے تو بھی واقعیتی حدیں انسان کے ارادہ کو ہر وقت گھیرے ہوئے ہیں۔ میں جو چاہوں وہ نہیں کر سکتا کیونکہ کائنات میرے حکم کے تابع نہیں ہے میں جو چاہوں وہ نہیں کر سکتا کیونکہ میرے پاس وسائل کی کمی ہے وغیرہ۔ سرمایہ داری اسی مشکل کو حل کرنے کی کوشش ہے۔ معاشیات [جو سرمایہ داری کا بنیادی عقیدہ مدون کرتی ہے] اس بنیاد پر قائم ہے کہ کائنات میں وسائل محدود ہیں اور انسان کی خواہشات لامحدود ہیں۔ سرمایہ داری اس بات کی کوشش ہے کہ وسائل کی اس محدودیت کو لامحدودیت میں بدل دیا جائے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ ہر شخص وسائل اور سرمایہ کی بڑھوتری کی دوڑ میں شامل ہو جائے۔ بڑھوتری کا مقصد یہ ہے کہ مزید بڑھوتری ہو۔ اس طرح یہ ممکن ہو سکے گا کہ انسان وسائل کی محدودیت کی قید سے آزاد ہو سکے۔ اور اس دنیا میں ایک ایسی جنت قائم کر سکے جس میں وہ جو چاہے وہ حاصل کر سکے۔ غرض سرمایہ داری کا مقصد وسائل میں لامحدود اضافہ اور کائنات پر تصرف حاصل کرنا ہے تا کہ انسانی ارادہ پر واقعیتی سطح پر جو حدیں لاگو ہیں ان کو ختم کیا جا سکے۔

لبرل معاشروں کو غیر جانبدار معاشروں کے طور پر پیش کرنے کا دھوکہ

سرمایہ داری کا دوسرا اہم وظیفہ یہ ہے کہ عقیدۂ انسان پرستی کی بنیاد پر قائم معاشرے خاص طور پر لبرل معاشروں اور ریاستوں کو غیر جانبدار معاشروں اور ریاستوں کی حیثیت سے پیش کیا جا سکے۔ جیسا کہ عرض کیا گیا انسان پرست اور لبرل افراد ہر معاشرے میں ایک اقلیت ہوتے ہیں۔ اس لئے ان کے لئے یہ بہت اہم ہوتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو غیر جانبدار اور ہر ایک کا خیر خواہ کے طور پر پیش کریں۔ سرمایہ داری یہ موقع فراہم کرتی ہے کہ وہ لوگوں کو اس دھوکے میں مبتلا کر سکیں اور مبتلا رکھ سکیں اس سلسلہ میں لبرل حضرات یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ چونکہ ہر فرد چاہے اس کا کوئی بھی عقیدہ اور نظریہ حیات ہو اپنے اہداف کے حصول کے لئے وسائل کا محتاج ہے اس لئے ہر شخص لبرل اور سرمایہ دارانہ ریاست کا اپنے عقیدہ کو اور اپنے اہداف کو چھوڑے اور چھیڑے بغیر حامی اور وفادار رہ سکتا ہے۔ چونکہ لبرل ریاست ہر ایک کے مفاد میں ہے اس لئے وہ ایک غیر جانبدار ریاست ہے۔

سرمایہ داری وہ آلہ ہے جس کے ذریعہ لبرل ریاست غیر جانبداری کے اس دھوکے کو قائم کرتی ہے اور قائم رکھتی ہے۔

جمہوریت انسان پرستی اور لبرل ازم میں کیا تعلق ہے؟

جمہوریت انسانیت پرست معاشرے کو جنم دیتی ہے

جمہوریت کا بھی انسان پرستی سے گہرا تعلق ہے لیکن اس تعلق کی نوعیت وہ نہیں ہے جو لبرل ازم اور انسان پرستی یا سرمایہ داری اور انسان پرستی ہے۔قدیم یونان میں جمہوریت موجود تھی لیکن قدیم یونانی انسان پرست نہیں تھے ان کی گمراہی کی نوعیت کچھ اور تھی۔ جمہوریت کی جو شکل عقیدۂ انسان پرستی سے خاص میل رکھتی ہے وہ دستوری جمہوریت ہے۔عقیدۂ انسان پرستی کی بنیاد خودمختاری ہے اور جمہوریت وہ نظام فراہم کرتی ہے جس کی بنیاد پر یکساں طور پر خودمختار افراد اپنے اداروں کو سیاسی اور اداراتی سطح پر جوڑ سکتے ہیں۔لیکن ان لوگوں کو یہ اختیار نہیں ہے کہ وہ انسانی خودمختاری کے سوا کچھ چاہ سکیں۔جمہوریت کا سب سے اہم وظیفہ یہ ہے کہ جوں جوں معاشرے جمہوری ہوجاتے ہیں اور جوں جوں لوگ جمہوری سیاست میں ملوث ہوتے جاتے ہیں ان کے لئے یہ آسان ہوتا چلا جاتا ہے کہ وہ انسان پرستی کے لئے تر نوالا بنتے چلے جائیں۔جمہوری سیاست حقوق کی سیاست کی بنیاد پر قائم ہے اور جوں جوں لوگ جمہوری سیاست کے عادی ہوتے چلے جاتے ہیں وہ مفاد پرست بنتے چلے جاتے ہیں۔مفاد پرستی انھیں انسان پرست مقتدرہ کے لئے نوالۂ تر بناتی ہے۔یہی وجہ ہے کہ تمام ترقی یافتہ انسان پرست معاشرے لبرل معاشرے جمہوری معاشرے ہیں۔جمہوری سیاست آخر کار انسان پرست فرد اور انسان پرست معاشرے کو جنم دیتی ہے۔

لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ جمہوریت کے ذریعہ انسان پرست فرد اور معاشرہ کی تشکیل اس بات کی متقاضی ہے کہ جمہوری عمل ایک لمبے عرصے تک چلتا ہے اور بار بار دہرایا جائے۔نوزائیدہ جمہوری ریاستوں میں یہ ممکن ہوتا ہے کہ اکثریت ایسی رائے دے کہ جو عقیدہ انسان پرستی سے لگا نہ کھاتی ہو یہی وجہ ہے کہ جمہوری عمل پر دستوری قدغنیں لگائی جاتی ہیں لیکن جیسے جیسے جمہوری عمل راسخ ہوتا جاتا ہے ویسے ویسے اس کا امکان کم ہوتا چلا جاتا ہے کہ اکثریت ایسی رائے دے جو عقیدہ انسان پرستی کے خلاف ہو۔

یہی وجہ ہے کہ انسان پرست لبرل اور سرمایہ دارانہ تہذیب گو کہ بالآخر جمہوریت ہی کو ترجیح دیتی ہے وہ نوزائیدہ جمہوریتوں کے بارے میں ہمیشہ گومگو میں رہتی ہے۔اسی لئے اگر یہ خطرہ ہوتا ہے کہ جمہوریت کے ذریعہ اکثریت ایسے فیصلے کرے گی جو لبرل انسان پرست سرمایہ داری کے مفادات کے منافی ہوسکے تو لبرل سرمایہ دارانہ انسان پرستی آمریت کی حمایت سے گریز نہیں کرتی ہے۔ بلکہ نوزائیدہ لبرل سرمایہ داری کے لئے عموماً آمریت کو ہی ترجیح دی جاتی ہے۔کانٹ اس کو منور آمریت [Lightend dictatorship] کا نام دیتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ کانٹ فریڈرک دوئم کا بہت بڑا حامی تھا۔

مذہب اور کانٹ کا کوپرنیکی انقلاب:

اس مضمون کے آخری حصہ میں ہم کانٹ کے انقلاب کا تعلق مذہب سے واضح کرنے کی کوشش کریں گے۔اس تعلق کو واضح کرنا کئی جہتوں سے اہم اور ضروری ہے۔دوسرے تنویری مغربی مفکرین کے برعکس کانٹ مذہب کا انکار نہیں کرتا ہے۔اسی طرح کانٹ کی فکر پر قائم لبرل فکر بھی مذہبی آزادی کی قائل ہے اور یہ دعویٰ کرتی ہے کہ وہ تمام مذاہب اور نظریات کے مابین غیر جانبدار ہے۔یہی وجہ ہے کہ کئی اسلامی مفکرین اور اسلامی تحریکات کانٹ اور لبرل ازم کے بارے میں غلط فہمیوں کا شکار ہوتے ہیں۔لہٰذا یہ بات نہایت اہم کہ اس سلسلہ میں حقیقت حال کو مختصراً واضح کیا جائے۔کانٹ کا [اور لبرل ازم کا] بنیادی نظریہ یہ ہے کہ اصل مسئلہ یہ نہیں ہے کہ آیا خدا ہے یا نہیں ہے، مذہب صحیح ہے یا غلط ہے۔اصل مسئلہ یہ ہے کہ خدا کا تصور یا مذہب انسان کے ''فائدے'' میں ہے کہ نہیں۔مزید براں جیسا کہ بار بار عرض کیا گیا انسان کے فائدے سے مراد انسان کی خودمختاری ہے۔سو جو مذاہب انسان کی خودمختاری کو فروغ دیتے ہیں یا کم از کم اس کے عمل میں رکاوٹ نہیں بنتے یا خودمختاری کے عمل کے لئے خطرہ نہیں بنتے وہ تو فبہا لیکن جو مذہب خودمختاری کو قبول نہیں کرتے وہ قابل قبول نہیں ہیں۔خاص طور پر ایسی تحریکات جو خودمختاریٔ انسان کی بنیاد پر قائم نظام کے لئے خطرہ بنتے ہیں وہ نہ صرف ناقابل قبول ہیں بلکہ ان کو تہس نہس کرنے میں ذرا بھر تامل نہیں کرنا چاہیے۔

خاتمۂ بحث:

اس مضمون میں کانٹ کے افکار کا بنیادی تعارف اور تجزیہ پیش کیا گیا ہے۔اس مضمون کے درمیان کئی ایک نکات صرف مختصر انداز میں مذکور ہوئے ہیں۔اگر موقع ملا تو انشاء اللہ مستقبل میں ان موضوعات پر تفصیلی بحث کی جائے گی۔

حوالہ جات

[1]Immanuel Kant, Immanuel Kants Gesammelte Schriflen, Vol I-XXIX, ed. preukisclen Akademie der Wissenschaflen. Berlin: de Gruyter, 1902. [2]Frederick C. Beiser, Enlightenment, Revolution and Romanticism.

The genessis of modern German thought [Harvard University press, 1992].

اصطلاحات کے انگریزی مترادفات

[۱]خودمختاری[autonomy]: یہ خیال کہ انسان کو اپنے ارادہ کو متعین کرنے کا حق حاصل ہے اور کسی اور کو اس کا حق نہیں ہے کہ اس کے ارادے کو متعین کرے۔ [۲]ما بعدالطبعیات[Metaphysics]۔[۳] آلاتی[Instrumental]: کوئی بھی چیز جس کی اپنی ذاتی قدر نہ ہو بلکہ دوسری چیزوں کے حصول کا ذریعہ [instrument] ہو۔ [۴]افادیت[utilitarianism]۔[۵]خیال[idea]۔[۶]تصور[concept]

[۷]کمیابی[scarcity]۔[۸]معاشیات[economics]۔ [۹] لبرل ازم [liberalism]۔[۱۰]سرمایہ داری [Capitalism]۔[۱۱]بڑھوتری برائے بڑھوتری[accumulation for the sake of accumulation]۔[۱۲]جمہوریت[Democracy]۔[۱۳]کوپرنیکی انقلاب [Copernican Revolution]۔[۱۴]اخلاقیات [Morality][اس کا بہتر اردو ترجمہ درکار ہے]۔ [۱۵]انسان پرستی [Humanism]۔ [۱۶]انسان کی مرکزیت[Anthropocentrism]۔ [۱۷]حق[Right]۔[۱۸]خیر[good]۔ [۱۹]شر[evil]

جاوید غامدی صاحب سے ساحل کی خط وکتابت: پراسرار خاموشی کیوں؟

محترم ومکرم جاوید غامدی صاحب، سلام مسنون

ممتاز محقق اور ماہنامہ الشریعۃ کی مجلس مشاورت کے رکن جناب شبیر میواتی صاحب گزشتہ دنوں کراچی تشریف لائے تھے۔ انھوں نے جناب عمار ناصر صاحب فیلو المورد کے حوالے سے بتایا کہ عمار ناصر صاحب نے بذات خود آپ سے ''غامدی'' کا مفہوم دریافت فرمایا تو آپ نے جواباً ارشاد کیا'' مجھے اصلاحی نام بہت اچھا لگتا تھا اور میں امین احسن کے تتبع میں اسے اپنے نام کا حصہ بنانا چاہتا تھا لیکن مدرسۃ الاصلاح سے فارغ التحصیل نہ تھا اس لیے اس نام کو استعمال کرنے کا مجاز نہ تھا۔ لہٰذا اصلاحی کے مترادف کے طور پر میں نے غامدی لفظ کو اپنے نام کا حصہ بنالیا''۔ آپ کا یہ بیان اس موضوع پر آپ کا پانچواں موقف ہے لیکن اصلاحی اور غامدی اور مصلح اور غامدی میں زبان بیان کا کوئی رشتہ کلام عرب لغات عرب میں تلاش کے باوجود نہیں مل سکا۔ ممکن ہے یہ بھی آپ کی نادر تحقیقات وتفردات یا ارتقاء زبان کا کوئی زینہ ہو، ان تحقیقات سے ہم جیسے نیازمند تو محروم ہیں۔

جناب نواز اعوان صاحب نے کل پروفیسر عبدالقدیر سلیم صاحب کے حوالے سے ایک عجیب روایت سنائی۔ کراچی کی کسی علمی مجلس میں آپ نے بعض عربی الفاظ واصطلاحات کی تشریحات پیش کیں تو سامعین میں سے ایک عالم نے کھڑے ہوکر آپ کو ٹوک دیا اور بتایا کہ آپ کا موقف عربی زبان وبیان اور لغت کے اعتبار سے غلط ہے۔ انہی عالم نے لسان العرب تاج العروس، المنجد، معجم مقاییس اللغۃ، القاموس، قرطبی، زمخشری، لسان العرب، ابن کثیر، جوہری، صاحب الصحاح، ابن منظور، صاحب اللسان، اصمعیات، سبع معلقات، البیان والتبیین، الکامل، جمہرۃ اشعار العرب، مختارات، مفضلیات کے زبانی حوالے اپنے موقف کے حق میں فی البدیہہ پیش کیے تو آپ نے نہایت تعقر، تملق، تکبر سے ارشاد فرمایا کہ ان کتابوں کی تصحیح کرلیجیے اور جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اسے ان کتب میں درج کردیجیے''۔ آپ کا یہ کبر سن کر اور دیکھ کر پروفیسر عبدالقدیر سلیم بے ساختہ پکار اٹھے کہ ''اللہ اکبر ایک عجمی کی یہ شان کہ اہل عرب کو غلط کہہ دے یہ بڑی جسارت کی بات ہے''۔ کیا یہ واقعہ درست ہے؟ کیونکہ اس کے راوی پروفیسر عبدالقدیر سلیم، ڈاکٹر منظور احمد، ریکٹر اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد کے حلقہ احباب کے فرد فرید ہیں اور اپنے علم وفضل کے اعتبار سے کراچی کے علمی حلقوں میں ثقہ راوی سمجھے جاتے ہیں۔ براہ کرم جلد از جلد ان امور کے سلسلے میں اپنا نقطہ نظر بیان فرمایے تاکہ اسے ساحل میں شامل کیا جاسکے۔ اپریل کے ساحل کا جواب ابھی تک موصول نہیں ہوا ہے اور اب مئی کا ساحل بھی حاضر ہے۔ ان دونوں رسالوں کے جواب میں اگر آپ یا آپ کے شاگردوں میں سے کوئی صاحب نقد کرنا چاہیں تو ساحل کے صفحات حاضر ہیں۔ یہ نقد ۵/جون ۲۰۰۷ء تک موصول ہوجائے تو بہتر ہے ورنہ یہ نقد جولائی کے رسالے میں شامل ہوسکے گا۔ بشرطیکہ آپ ۵/جولائی ۲۰۰۷ء تک نقد ارسال فرمادیں۔ ساحل کے مباحث کے سلسلے میں آپ اگر محاضرات، گفتگو، تبادلہ، افکار کے لیے آمادہ ہوں تو مطلع فرمایے۔ [مولوی محمد طارق، ۷/مئی ۲۰۰۷ء]

برادر مکرم ومحترم جناب جاوید غامدی صاحب! سلام مسنون

مئی کے ساحل کے جواب میں آپ کا دوسطری خط موصول ہوا، جس میں آپ نے اپنے معمول سے ہٹ کر یہ موقف اختیار فرمایا کہ آپ اپنا کام کریں میں اپنا کام کر رہا ہوں۔ آج لاہور سے آپ کے حلقہ احباب کے کسی فرد نے مجھے فون پر اطلاع دی کہ ہم ساحل اپریل اور مئی کا جواب عدالتی اور قانونی چارہ جوئی کے ذریعے دیں گے۔ ساحل آپ کی قانونی مہم جولائی کا خیر مقدم کرتا ہے۔ جب دلیل، مکالمے، مباحثے کے لیے الفاظ ختم ہو جائیں تو پھر لوگ قانون کی پناہ ڈھونڈتے ہیں۔ تمام جدیدیت پسند مکاتب فکر کی آخری پناہ گاہ قانون کا جالا ہوتا ہے۔ غالباً آپ کو یاد ہوگا کہ سال گزشتہ روزنامہ جسارت نے جیو کی عریانی، فحاشی کے خلاف مہم شروع کی جس کے جواب میں جیو نے عدالت عالیہ سندھ سے حکم امتناعی حاصل کر لیا لیکن کیا یہ امتناع اس بات کی ضمانت اور شہادت بھی ہے کہ جیو عریانی فحاشی نہیں پھیلا رہا؟ میرے خیال میں جیو کا ''آگ'' جو کچھ پیش کر رہا ہے فقہ غامدی بھی اس کی شرعی تاویل سے قاصر ہے۔ کل تک آپ کا موقف تھا کہ آپ اپنا کام کریں میں اپنا کام کر رہا ہوں، کل تک آپ نے فیصلہ تاریخ کے سپرد کیا تھا آج آپ یہ فیصلہ عدالت کے سپرد کر رہے ہیں۔ یہ بھی غالباً آپ کے فکری ارتقاء کے مراحل ہیں جو مسلسل حالت ارتقاء میں ہیں۔ ساحل آپ کی قانونی چارہ جوئی کا خیر مقدم کرتا ہے کیونکہ آپ نے دلیل کے میدان میں شکست تسلیم کر لی ہے۔ یہ اعتراف شکست آپ کو مبارک ہو۔ بہرحال ساحل کے صفحات آئندہ بھی آپ کے موقف کی اشاعت کے منتظر ہوں گے۔ ساحل آپ کی خدمت میں جلد چھ سو استفسارات پیش کر رہا ہے۔ امید ہے آپ ان سوالات کے جواب سے ہمیں محروم نہ رکھیں گے اور کم از کم سوالات کے سلسلے میں عدالت عالیہ سے رجوع کر کے حکم امتناع کے حصول کی کوشش نہ کریں گے۔ [مولوی طارق، ۲۳ر مئی ۲۰۰۷ء]

برادر مکرم ومحترم جناب جاوید غامدی صاحب، سلام مسنون

ساحل اپریل اور مئی ۲۰۰۷ء کے جوابات آپ کی جانب سے آج مورخہ ۲۸ مئی ۲۰۰۷ء تک موصول نہیں ہوئے۔ عموماً ساحل ۲۸ر مئی کو طباعت کے لیے مطبع بھیج دیا جاتا ہے لیکن آپ کے جوابات کے انتظار کے باعث ہم اس مرتبہ بھی ۵ر جون ۲۰۰۷ء تک رسالے کی طباعت سے احتراز کریں گے۔ اگر ۵ر جون ۲۰۰۷ء تک آپ کے جوابات موصول نہ ہوئے تو رسالہ طباعت کے لیے بھیج دیا جائے گا۔ اس کے بعد ہم ۵ر جولائی ۲۰۰۷ء تک آپ کے جوابات کا انتظار کریں گے۔ آج آپکے حلقہ متوسلین سے کسی صاحب کا فون موصول ہوا۔ انھوں نے نہایت شائستہ اور نستعلیق لہجے میں انتباہ فرمایا کہ ساحل نے اپریل اور مئی میں جو کچھ لکھا ہے اس کا خمیازہ اٹھانا پڑے گا۔ ساحل کو معافی بھی مانگنی ہوگی اور دس کروڑ روپے ہرجانہ بھی ادا کرنا ہوگا۔ ان کی تنبیہہ کے باعث راقم آپ کو درج ذیل سطور لکھنے پر مجبور ہوا جس کے لیے پیشگی معذرت قبول فرمایئے۔ اس امت کے اکابرین کی مذمت اور تردید میں آپ نے گزشتہ بیس برسوں سے جو لب ولہجہ اختیار فرمایا ہے کیا وہ اسلامی روایت کے مطابق ہے؟ برہان میں آپ نے بڑے بڑے علماء وفضلاء کا ذکر جس حقارت سے کیا ہے ٹی وی کے پروگراموں میں آپ اکابرین کو جس طرح رد فرماتے ہیں، کبھی آپ نے اس پر امت کے سامنے معذرت پیش فرمائی۔ معاملہ صرف یہیں ختم نہیں ہوتا ہم نے تو یہ بھی دیکھا ہے کہ آپ اپنی تحریروں میں مولانا اصلاحی کو صرف امین احسن اور امام فراہی کو بسا اوقات صرف فراہی لکھتے ہیں گویا اکابرین کی توہین وتضحیک آپ کے معمولات کا حصہ اور تحقیق کا روزمرہ ہے۔ ریحان افضال کو قومی ڈائجسٹ کے لیے انٹرویو دیتے ہوئے آپ نے نواسہ رسول اور سید الشباب اہل الجنہ حضرت حسینؓ کے بارے میں ارشاد فرمایا:

اپوزیشن کے ساتھ انھوں نے کیا سلوک کیا، جن لوگوں نے ان کے خلاف تنقید کی وہ اسی طرح رہے، جن لوگوں نے ان کے خلاف اقدامات کیے ان کے خلاف انھوں نے کارروائی ضرور کی بالخصوص بغاوت کے ایک اقدام کے جواب میں انھوں نے جو کارروائی کی اس کے بدلے میں آج تک انھیں گالیاں پڑ رہی ہیں۔ سوال یہ ہے کہ اگر آج کے دور میں بھی کسی علاقے میں بغاوت ہو جائے تو آپ کی موجودہ حکومت کیا کرے گی۔ مثال کے طور پر آج اگر کراچی میں ایم کیو ایم یا لاہور میں جماعت اسلامی بغاوت کر دے تو آپ کی موجودہ حکومت کیا کرے گی؟ [ساحل، ص ۶۲، مئی ۲۰۰۷ء]

شہادت حضرت حسینؓ پر ریحان افضال کے توہین آمیز سوالات کے جواب میں آپ نے ارشاد کیا:

سوال: بات یہ ہے کہ ایک واقعہ میں اگر کوئی مسلح ہو کر آتا ہے......؟

غامدی: میں کہتا ہوں کہ ایسے لاکھوں واقعات ہیں کہ لوگوں نے اس معاملے میں انتہا کر دی لیکن حکومت نے ایسے عفو و درگزر سے کام لیا جس کی مثال نہیں ملتی۔

سوال: اگر کوئی کہتا ہے کہ مجھے واپس چلے جانے دیں یا حکمران سے مل کر بات کرنے دیں اور پھر آخر میں ملک بدر کر کے چلے جانے دیں یہ انتہا ہے، پسپائی کی اور پرامن رہنے کی اس پر بھی حکومت اگر ایسا بڑا اجر کرے تو یہ جمہوری یا اخلاقی اقدار کی کون سی قسم ہے؟ [انٹرویو کرنے والا شہادت حضرت حسینؓ نواسہ رسالت مآب ﷺ کے پس منظر میں سوال پوچھ رہا ہے، ساحل]

حضرت حسینؓ کی شہادت کا ذمہ داران کے ساتھ کے قافلے کے لوگ تھے: غامدی

غامدی: سوال یہ ہے کہ ایک آدمی بغاوت کر کے آ گیا ہے، [حضرت حسینؓ کے لیے ایسے توہین آمیز الفاظ استعمال کیے گئے ہیں، ساحل] اب وہ سرنڈر کر دے۔ میں یہ مانتا ہوں کہ اس وقت کے گورنر کو اس معاملے میں عقلمندی سے کام لینا چاہیے تھا اور اس حادثے کو ہونے سے روکنا چاہیے تھا، لیکن اب تو نئی تحقیقات یہ بتا رہی ہیں کہ اس میں سرے سے حکومت کا تو کوئی مسئلہ ہی نہیں تھا بلکہ ان کے ساتھ کے قافلے کے لوگوں نے ان پر حملہ کر دیا تھا جسے بچاتے بچاتے یہ سارا حادثہ ہو گیا۔

سوال: آپ کی بیان کردہ یہ نئی تحقیق کیا ایک نیا پروپیگنڈہ نہیں ہے جو خاص مقاصد کے تحت گھڑا گیا ہے اور جس سے پوری امت صدیوں تک بے خبر رہی؟

غامدی: اگر میں اس کے جواب میں یہ کہوں کہ جو کچھ اب تک سنا کہا گیا ہے وہ لوگوں کا مکروہ پروپیگنڈہ ہے جو تحقیق کے کسی معیار پر پورا نہیں اترتا جس میں افسانہ تراشی کی گئی ہے۔ [غامدی صاحب واقعہ کربلا اور شہادت حسینؓ سے متعلق تمام تاریخی واقعات اور بیانات کو ٹھوس دلائل اور تاریخی شہادتوں کے بغیر افسانوی پروپیگنڈہ قرار دے رہے ہیں، ساحل]

سوال: افسانہ تراشی سے تو کوئی انکار نہیں لیکن............؟

کربلا اور شہادت حسینؓ کے واقعات سو فیصد افسانہ تراشی ہیں:

میں کہتا ہوں کہ اس میں سو فیصد افسانہ تراشی ہے۔ اس واقعہ کو جس طرح بیان کیا جاتا ہے معلوم ہوتا ہے کہ بیان کرنے والے وہیں خیمے کے اندر بیٹھے ہوئے تھے اور ان کے پاس ٹیپ ریکارڈ بھی تھے۔ اس سے اندازہ لگا لیں کہ جو کچھ دوسرے لوگ بتا رہے ہیں وہ اتنی زیادہ افسانہ نگاری کے درمیان میں موجود رہ گیا ہے جس کے بارے میں آپ یہ کہہ رہے ہیں کہ یہ جدید تحقیقات کیا ہیں۔ پروپیگنڈے کے اتنے ملبے کے نیچے وہ موجود ہیں۔ [ساحل، ص ۶۲، ۶۳، مئی ۲۰۰۷ء]

نواسہ رسول کے بارے میں یہ کہنا کہ ایک آدمی بغاوت کر کے آ گیا ہے۔ اب وہ سرنڈر کر دے۔ نہایت توہین آمیز الفاظ ہیں اور کسی مسلمان کے لیے ان توہین آمیز الفاظ کو برداشت کرنا محال ہے۔ غامدی صاحب اس تضحیک پر امت کے حضور معذرت پیش فرما دیں تو معاملہ یہیں ختم ہو جائے گا ورنہ اللہ کی عدالت تو ہم سب کا انتظار کر رہی ہے جہاں تک ہرجانے اور خرچے کا معاملہ ہے بہرحال یہ معاملات تو عدالت میں طے پائیں گے۔ امت کی توہین، اکابرین کی تذلیل و تضحیک کرنے والے کے لیے عدالت کے دل میں کسی قانونی نکتے کے باعث کوئی مثبت فیصلہ آجائے تب بھی ہمیں کوئی شکایت نہ ہوگی۔ اس موقع پر راقم عبدالقادر حسن صاحب کا ایک دلچسپ واقعہ آپ کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہے۔ ۱۹۷۱ء میں اخبارات اور حکومت کے غازی صلاح الدین ایوبی ٹائیگر جنرل نیازی نے سقوط ڈھاکہ سے ایک دن پہلے تقریر کی تھی کہ آخری گولی اور آخری قطرۂ خون تک ہم ڈھاکہ کا دفاع کریں گے۔ اگلے ہی روز سقوط کی کارروائی مکمل ہوگئی، پلٹن میدان میں ٹائیگر نیازی نے نہایت بے شرمی کے ساتھ بھارتی فوج کے سامنے ہتھیار ڈالے اور اپنا پستول جنرل جگجیت سنگھ اروڑہ کو پیش کیا۔ عبدالقادر حسن نے اس غداری، بزدلی اور بے حمیتی پر جنرل نیازی کے خلاف نہایت تند و تیز کالم لکھا۔ جنرل نیازی نے دلیل، تحریر اور مکالمے سے عاجز آ کر اپنے وکیل کے ذریعے عبدالقادر حسن کو ایک کروڑ ہرجانے کا نوٹس دیا۔ اس نوٹس کے جواب میں عبدالقادر حسن نے لکھا کہ ''جناب نیازی صاحب میں غریب آدمی ہوں لیکن اپنی غریب قوم سے چندہ کر کے ایک کروڑ روپے آپ کی خدمت میں پیش کر دوں گا لیکن اس سے پہلے آپ میری قوم کو وہ پستول واپس کر دیں جو آپ نے جگجیت سنگھ کی خدمت میں پیش کر دیا تھا۔'' ہم بھی یہی عرض کریں گے کہ آپ امت کی خدمت میں معذرت نامہ اور اپنے رب کے حضور توبہ پیش فرما دیں ساحل آپ کی خدمت میں دس کروڑ پیش کر دے گا۔ اس کے لیے عدالت جانے کی کیا ضرورت ہے دیکھیے یہ معاملہ تو عدالت سے باہر ہی چند لمحوں میں طے پا گیا۔ واضح رہے کہ یہ وہی جنرل نیازی ہیں جنھوں نے ۱۹۷۷ء میں قومی اتحاد کی تحریک کے دوران کراچی میں تقریر کرتے ہوئے ذوالفقار علی بھٹو کو چیلنج کرتے ہوئے یہ شعر پڑھا تھا کہ:

تم تلوار مت اٹھاؤ جو میں کہتا ہوں وہ مان ٹوٹ جائے گی نازک کلائی بوجھ اٹھانے

جاؤ کے قابل نہیں ہے

صرف شعر پڑھنے سے نہ کسی کی کلائی کے مضبوط ہونے کا ثبوت ملتا ہے نہ صرف خطابت سے فتوحات ممکن بنائی جاتی ہیں۔ ساحل آپ کی خدمت میں نہایت عجز و احترام سے پھر یہی عرض کرے گا کہ آپ اپنی روایت کے مطابق دلیل کا جواب دلیل سے تاریخ کا جواب تاریخ سے اور قرآن وسنت کا جواب قرآن وسنت کے حوالے سے تحریر فرمائیں اور ۵؍جون یا ۵؍جولائی تک ہمیں ای میل سے یہ جواب ارسال فرما دیں صرف خود کلامی علمی مباحث کو منطقی انجام تک پہنچانے میں کوئی کردار ادا نہیں کر سکتی۔ مجھے امید ہے کہ آپ ہماری ان گزارشات پر توجہ فرمائیں گے اور اپنے محققین کو ہدایت کریں گے کہ وہ ساحل سے علمی مکالمے میں شرکت فرمائیں۔ [مولوی محمد طارق، ۲۸ مئی ۲۰۰۷ء]

مکرم محترم جناب غامدی صاحب! سلام مسنون

اشراق جنوری ۱۹۷۸ء کے پہلے شمارے میں آپ نے اپنی مجوزہ اکیڈیمی کے نصاب کے ضمن میں فلسفہ سیاست پر جرمن فلسفی بلنچلی۔ کی کتاب Theory of State کو شامل نصاب کیا تھا ''تذکرہ فراہی'' مرتبہ ڈاکٹر اصلاحی سے معلوم ہوا کہ یہ کتاب حمید الدین فراہی صاحب نے اصلاحی صاحب کو سبقاً سبقاً پڑھائی تھی اور اصلاحی

صاحب کی کتاب ''اسلامی ریاست'' اسی کتاب کا سرقہ و چربہ ہے۔ راقم الحروف نے جرمنی کے سیاسی فلسفیوں کی فہرست میں بلنچلی کا نام تلاش کیا تو اس نام کے کسی فلسفی کا وجود نہیں مل سکا ON line catalogue میں بھی بلنچلی نام کا فلسفی موجود نہیں ہے جبکہ تھیوری آف اسٹیٹ پر مختلف فلاسفہ کی ۶۴۵ کتابیں موجود ہیں۔ ہائیڈل برگ یونیورسٹی نے Theory of State پر جرمنی کے تمام اہم فلاسفہ مفکرین کے کام کی فہرست مرتب کی ہے اس فہرست میں چھ سو مصنفین اور کتابوں کا تذکرہ ہے لیکن بلنچلی نام کا کوئی مصنف اس میں موجود نہیں ہائیڈل برگ یونیورسٹی نے مجھے مطلع کیا ہے کہ ایک برطانوی فلسفی Bernard Bosanquet کی ۱۹۱۰ء میں مطبوعہ کتاب کا نام Philosophical Theory of State ہے ہائیڈل برگ والوں کا خیال ہے کہ شاید بلنچلی کوئی غیر اہم مصنف ہو لہٰذا اس کی کتاب کو کسی تذکرے اور انڈکس یا کیٹلاگ میں جگہ نہیں مل سکی اور غالباً فراہی صاحب نے یہی کتاب سبقاً سبقاً پڑھائی لیکن اصلاحی صاحب نے اس کتاب کے مصنف کا غلط حوالہ درج کیا ہے جو آپ نے تصدیق کے بغیر نقل فرما دیا اگر المورد یا آپ کے ذاتی کتب خانے میں بلنچلی کی مذکورہ کتاب موجود ہو تو اس کے سال اشاعت مصنف کے مکمل نام اور ناشر کے نام سے مطلع فرمایئے آپ کے اس تعاون سے ہم فکر فراہی کے سلسلے میں اپنی تحقیقات کو مزید تیز کرسکیں گے آپ کے تعاون کا پیشگی شکریہ۔ رسائل و مسائل جلد پنجم میں تفہیم القرآن پر بہت سے اعتراضات اور ان کے جوابات شائع ہوئے تھے ایک محقق کی رائے ہے کہ یہ تمام اعتراضات آپ نے امین احسن اصلاحی صاحب کے مشورے سے کیے تھے لیکن مولینا مودودی کے مسکت اور مدلل جوابات کے بعد آپ نے خاموشی اختیار کرلی کیا یہ تحقیق درست ہے؟ کیا آپ کے اعتراضات اب بھی قائم ہیں یا ختم ہوگئے ہیں۔ یہ اعتراضات آپ نے بغیر نام کے کیوں کیے تھے کوئی مصلحت یا ملی مصالح۔ [اشرف لودھی، ۱۷ مئی ۲۰۰۷ء]

ساحل کا جاوید غامدی کے نام خط: پراسرار خاموشی

برادر مکرم و محترم جناب غامدی صاحب! السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ،

آپ کی خدمت میں تین عریضے بذریعہ ای میل اور رجسٹرڈ ڈاک ارسال کیے گئے لیکن ہم ابھی تک ان کے جوابات سے محروم ہیں۔ آپ کے حلقہ متاثرین کی جانب سے بعض ایسے فون موصول ہوئے جن کا مدعا نامناسب معلوم ہوا۔ لہٰذا آپ کو مطلع کرنا ضروری سمجھا گیا۔ مثلاً ایک کم فہم نے فون پر متنبہ کیا کہ وزیر اطلاعات محمد علی درانی صاحب حکومت میں غامدی صاحب کے نمائندہ ہیں انہی کی سفارش پر وزیر اطلاعات بنائے گئے ہیں۔ المورد کی مجلس نظماء کے رکن ہیں لہٰذا تمہارے رسالے کو بند کرا دیا جائے گا۔ ایک دوسرے کج فہم نے ارشاد کیا کہ عدالت تو بعد کی بات ہے جیل کی دیواروں کے پیچھے نظر آؤ گے۔ غامدی صاحب کے بارے میں شائع کرنا ترک کردو۔ چیف جسٹس کا انجام تمہارے سامنے ہے۔ حکومت اس قدر طاقت ور ہے کہ وہ چیف جسٹس کو معطل کرسکتی ہے تو ساحل کیا؟ اس کی اشاعت کیا؟ اس کا عملہ کیا؟ مجھے یقین ہے کہ اس طرح کی گفتگو کرنے والے غالی معتقدین ہر گروہ میں شامل ہوتے ہیں اور اس طرح کے اقدامات اپنی نیک نیتی، ایمان اور اخلاص کی گرم جوشی کے باعث کرتے ہیں اور ان غالی معتقدین سے کوئی ادارہ کوئی جماعت، کوئی تنظیم خالی نہیں، لیکن اس جذباتیت کے پس پشت کوئی واقعاتی حقیقت بھی ہوسکتی ہے لہٰذا آپ کو مطلع کرنا ضروری سمجھا گیا۔ چوں کہ آپ دلیل، مکالمے کی بات کرتے رہے ہیں اور ہمیشہ آپ نے دلیل مکالمے و مباحثے کو ترجیح دی ہے اس لیے آپ کے پیروکاروں کی یہ روش کچھ عجیب لگی ہے ساحل صرف یہ عرض کرنا چاہتا ہے کہ وہ علمی سفر میں درپیش تمام خطرات اور مسائل سے بخوبی آگاہ ہے۔ حق کے اظہار میں موانعات آتے ہیں اور آنے چاہئیں۔ انشاء اللہ ہم انھیں اللہ کی رحمت اور اس کے فضل و کرم سے برداشت کریں گے۔ بات صرف یہ ہے کہ ساحل کے صفحات آپ کے جوابات کے لیے پہلے بھی حاضر تھے اب بھی حاضر ہیں۔ ہمیں حیرت ہے کہ ہماری اس فراخ دلانہ پیش کش کے جواب میں آپ کے مکتب فکر نے حیرت انگیز خموشی اختیار کررکھی ہے۔ اگر آپ اس بحث کو اشراق کے صفحات پر منتقل کرنا چاہیں تو ہمیں کوئی تردد نہ ہوگا۔ بشرطیکہ ہمارا موقف من و عن شائع کیا جائے اور قطع و برید سے گریز کیا جائے۔ ساحل اب آپ کے اصول و مبادی پر نقد و نظر کا دروازہ کھول رہا ہے۔ اس ضمن میں صرف چند استفسارات ہیں:

[۱] آپ نے اب سنت کا جو مفہوم اخذ کیا ہے اس کا ماخذ مصدر منبع اور مرجع کیا ہے؟ ماضی میں آپ سنت ثابتہ، وحی غیر متلو، حدیث کو بھی ماخذ دین سمجھتے تھے، اچانک یہ ماخذات غیر ماخذات میں کیسے تبدیل ہوگئے؟ وہ کیا اصول تھے جس کے تحت ۱۹۷۸ء، ۱۹۸۲ء، ۱۹۹۴ء تک قرآن، سنت ثابتہ، وحی غیر متلو، حدیث ماخذات دین تھے، اب نہیں رہے ان اصولوں کا ماخذ کیا فکر فراہی ہے یا فکر اصلاحی یا تاریخ اسلامی۔ ان اصولوں کو تعمل امت سے کیسے ثابت کیا جاسکتا ہے؟ آپ کا ایک اہم اصول جو ماخذ علم غامدی ہے وہ ارتقاء ہے ارتقاء کے اصول کیا ہیں اور ارتقاء سے رجوع کے اصول کیا ہیں؟ کس مقام پر ارتقاء ختم ہوجائے گا اور اس اختتام کے اصول کہاں سے اخذ ہوں گے؟ سنت پر آج آپ کا جو ارتقاء یافتہ موقف ہے کیا یہ حتمی قطعی ابدی اور آخری ہے؟ اگر ایسا ہے تو کیا آپ منصب پیغمبر پر فائز ہیں کہ جس کا ہر حرف وحی کی روشنی میں قطعی اور آخری ہوتا ہے؟ اگر ایسا نہیں ہے تو پھر اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ آپ نے سنت پر آج جو پندرہواں موقف اختیار کیا ہے وہ ارتقاء کے اصول کے تحت پھر تبدیل نہ ہوجائے گا۔ اس صورت میں سنت پر گفتگو اسی وقت شروع ہوسکتی ہے جب آپ حتمی طور پر ارشاد فرمادیں کہ سنت پر موجودہ موقف آپ کا حتمی اور قطعی موقف ہے۔ حمید الدین فراہی اور اصلاحی اور دبستان شبلی کو آپ نے اس امت کی تاریخ میں خیر

کل قرار دیا ہےلیکن ان تینوں شخصیات کے افکار میں سنت کے اس مفہوم کا کوئی بروز بھی نظر نہ آ سکا جس کا دعویٰ آپ نے کیا ہے؟ تو کیا آپ شبلی فراہی واصلاحی کے تصورسنت سے انحراف کرتے ہیں؟ یہ انحراف جزوی ہے یا کلی؟ اس انحراف بغاوت کے اصول کیا ہیں۔ یہ اصول شبلی واصلاحی وفراہی نے متعین کیے یا خود آپ کے وضع کردہ ہیں۔آپ کا اصول ارتقاء ابھی تک آپ سے مکالمے ومباحثے کے سلسلے میں بنیادی رکاوٹ ہے۔اس اصولِ ارتقاء کے اصول متعین معین کیے بغیر کوئی گفتگو شروع نہیں ہوسکتی۔ براہ کرم اس ضمن میں ہماری رہنمائی فرمایئے تا کہ آپ کے تصورسنت سے استفادہ ممکن ہو سکے۔[مولوی محمد طارق،۳۰/مئی ۲۰۰۷ء]

جاوید غامدی صاحب کا جواب

برادر مکرم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ اپنا کام کریں ہم اپنا کام کررہے ہیں۔ جاوید غامدی

ساحل کا ہر شمارہ خصوصی دستاویز

ماہنامہ ’’ساحل‘‘ نے جنوری ۲۰۰۵ء سے نئے سفر کا آغاز کیا۔اس سفر کی تیسویں منزل میں جون ۲۰۰۷ء کا رسالہ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔اس سفر کے دوران ساحل نے ایسے موضوعات منتخب کیے جن پر ابھی تک عالم اسلام کی کسی زبان میں کچھ نہیں لکھا گیا۔ساحل کا ہر شمارہ کسی نہ کسی اہم موضوع پر خصوصی اشاعت کا حامل ہوتا ہے۔ساحل دنیا کا ارزاں ترین رسالہ ہے جو صرف دس روپے میں نہایت مہین خط میں تقریباً دوسو صفحات ہر ماہ علماء کرام فقہائے عظام اور اہل علم وتحقیق کی خدمت میں پیش کرتا ہے مضامین کے تنوع کے اعتبار سے اس رسالہ کی خاص اہمیت ہے تقریباً زندگی کے ہر موضوع کا احاطہ کرنے کی کوشش کی جاتی ہے عالم مغرب،مغربی فلسفہ منطق تہذیب وسائنس،عیسائیت کا عروج وزوال، سرمایہ داری،لبرل ازم،امریکی استعماریت،یورپی دہشت گردی،مغربی اقوام کی سیاہ تاریخ ساحل کے خاص موضوعات ہیں چند شماروں کا مختصر تعارف درج ذیل ہے۔

جنوری ۲۰۰۵ء: مغربی فکر وفلسفے کی تاریخ کا تحقیقی مطالعہ۔فروری ۲۰۰۵ء: استعماری طاقتوں کے ہاتھوں دنیا بھر میں زبانوں کا قتل عام۔مارچ، اپریل، مئی ۲۰۰۵ء: روایت اور جدیدیت کی کشمکش [تین قسطیں] عالم اسلام میں جدیدیت پسندی کی دوسوسالہ تاریخ کا پہلا مفصل،مبسوط،تحقیقی وتنقیدی جائزہ جس میں تمام اہم جدیدیت پسند مفکرین، فلاسفہ،شعراء،محققین،علماء کے افکار کا جائزہ لیا گیا۔تہذیبوں کے تصادم کے نظریے،انسانی حقوق اور حقوق العباد کا تقابلی جائزہ،اور امام غزالیؒ کے کام کا تجزیہ۔لغات القرآن سے متعلق غلام احمد پرویزؔ کی جعفر شاہؒ پھلواری سے خط وکتابت پہلی مرتبہ منظر عام پر۔جون ۲۰۰۵ء: خاندانی منصوبہ بندی کے منصوبوں کی اصل حقیقت۔ جولائی، اگست، ستمبر ۲۰۰۵ء: جدید سائنس اور سودی بینکاری کی اسلام کاری [تین قسطیں]۔یورپی اقوام کی درندگی وحشت وبہیمیت کے اعداد وشمار پہلی مرتبہ منظر عام پر۔امریکی معاشرے کی اصل حقیقت بے نقاب۔اکتوبر ۲۰۰۵ء: علامہ یوسف قرضاوی اور ان کے مکتب فکر وسطانیہ کے ملحدانہ افکار کا جائزہ۔نومبر ۲۰۰۵ء: رینے گینوں کی شخصیت افکار اور روایت کے مکتبہ فکر کے ملحدانہ افکار کا پہلا جائزہ،عسکری صاحب کی کتاب جدیدیت کی گمراہیوں کا خاکہ [مکمل]

جنوری ۲۰۰۶ء: اگلے پانچ سال کے موضوعات کا تعارف۔

مارچ ۲۰۰۶ء: خاندانی منصوبہ بندی کے نام پر مغربی اقوام کی دہشت گردی۔

اپریل ۲۰۰۶ء: روایت وجدیدیت کی چوتھی قسط شبلی،سرسید،اقبال وسندھی کے افکار کا جائزہ۔

مئی ۲۰۰۶ء: مفکرین حدیث اور اہل قرآن فرقہ فرقہ کیوں ہوگئے؟

جون ۲۰۰۶ء: علامہ اقبال کے خطبات کا ناقدانہ جائزہ،سید سلیمان ندوی۔

ستمبر، اکتوبر، نومبر ۲۰۰۶ء: فکر اقبال اور خطبات اقبال کا تاریخ میں پہلی مرتبہ جامع ناقدانہ جائزہ اور جدیدیت پسندی کا محاکمہ اور اقبال اکیڈمی کی کتاب ’’میار ابزم برساحل کہ آنجا‘‘ کا مکمل رد۔

دسمبر ۲۰۰۶ء اور جنوری ۲۰۰۷ء: اسلامی بنکاری کا پہلا مکمل محاکمہ۔علامہ تقی عثمانی سے اہم استفسارات۔

فروری ۲۰۰۷ء: اگلے پانچ سال کے موضوعات کا تعارف۔

مارچ ۲۰۰۷ء: جدیدیت پسندی،ماڈرن ازم تاریخ وتحقیق کی روشنی میں۔

اپریل، مئی ۲۰۰۷ء: جاوید غامدی کے سرقوں اور ملحدانہ افکار کا جائزہ